

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ  
 الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ عَلَيْهَا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ  
 ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (ابراہیم: ۱۸)

”اور جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راگھ  
 کی ہے جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے (اور اسے منتشر کر دے)۔  
 اپنے کیے ہوئے پر ان کو ذرا قدرت نہ ہوگی۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔“

# المہادی ادب

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ  
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ  
كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا لِحُبِّ الْبَيْتِ مِنْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَضَوْنَهَا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ  
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (البقرة ۲۱۷)

(۱۔ نبی) آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارا باپ، بیٹے، بھائی اور تمہاری بیویاں، تمہارا  
خاندان، تمہاری دولتیں، تمہارا کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو  
اور تمہارا کساد ہونے کو تم نے ڈرتے ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں  
جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو تم انہیں گرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (مذابح) بھیجے۔  
اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔



# حبیب اللہ

زیر نگرانی: محمد حنیف

مجلس (دور رس)

محمدی گل - شمیم احمد صدیقی - صابر علی  
منور سلطان - محمد سہیل

محمدی و محمدی احمد

تحریک کو جاری رکھنے

اور حبیب اللہ کی اشاعت کو ممکن  
بنانے کے لیے حسب توہین قانون  
ضرور فرما ہے

یہ مجلہ بلا قیمت تقسیم کیا جاتا ہے

محمدی و محمدی احمد

مجلہ حبیب اللہ درج ذیل مقام سے شائع ہوتا

ہے، اس کے سوا اس کا دوسرا کوئی پتہ نہیں

مقام اشاعت

مرکزی دفتر مسجد توحید

آر جی ریلوے کوارٹرز، پوسٹ بکس نمبر ۶۲۸  
کیمسٹری - کراچی

اس شمار میں

ترتیب

حدیث دل

ادارہ

مقیدہ عذاب قبر اور مسلک پرستوں کی مخالفت آرائیاں

محمد سہیل

عالم الغیب کون ہے؟

محمد مجیر

نذر و نیاز

ابو عبد اللہ

ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا

ہفت خالد خان

قافلہ ہے رواں دواں

زعیر احمد دایہ، شکیل الرحمن، مجاہد حسین، ناز شد ظفر

سلسلہ سوال و جواب ذوالکرم عثمانی رحمہ اللہ

مہراج الدین







میں

انفوقانی غورہ المکر کے سامنے نہ کی تو اپنی عطا فرماتے ہیں (ادارہ)

حجۃ الاسلام

وَمَا كُنَّا نَعْلَمُ لَكُمْ الْإِنْسَانَ إِلَّا ابْنًا مِّنَ الْإِنْسَانِ ۚ

”اور ہمیں یہودیہ نے انسانوں اور انہوں کو ماری بندگی کے لیے۔“

إِنَّا كُنَّا نَعْلَمُ الْإِنْسَانَ مِمَّنْ أُطْغِيَ أَهْلًا ۖ فَكَيْفَ يُعْجَبُ مِمَّنْ جُعِلَ مُبْدًى ۖ

”ہم نے انسان کو غفلت سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں اس لیے ہم نے اس کو

سزا اور تعجب والا بنایا۔“

وَجَعَلْنَا لَكُمُ الْوَعْدَ الْأَوْفَىٰ ۖ وَكَفَّيْنَا لَكُمْ فِيهِ مَقَدَّارًا ۚ

”اور اس نے تمہیں کائنات میں اور اس کا کرم تم پر مقرر کیا۔“

ابنہ تعالیٰ نے انسان کے لیے موت اور زندگی کا یہ نظام مرتب فرمایا ہے یہ انسان کی آزمائش اور پھر اس کی جزا و سزا پر مبنی ہے۔ اس آزمائش اور میں انسان کو شعور و ادراک سے نوازا تاکہ یہ اپنے مقصد تخلیق کو سمجھ سکے۔ بلاشبہ انسانیت انسانی اعضا، اعضا فرماتے اور سمجھتے، سنتے، دیکھتے اور سمجھنے کے واسطے اس کو نوازا تاکہ حق زندگی اور کر سکے۔ زندگی کے اس دور کے بعد اس کو موت آ جاتی ہے۔

ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ يَوْمٌ ۚ كَيْفَ يُعْجَبُ لَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَيْعُونَ ۚ

(الاحقاف ۲۵)

”پھر اس کے بعد تم کو موت آ جائے گی، پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔“

اس جسد مضری پر موت کا یہ دور اب قیامت تک چلے گا۔ پھر یہ قیامت اس جسم کی دوبارہ تخلیق کی جائے گی اور اس میں روح لوٹا کر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اکرے گا۔ آئیے دیکھیں کہ موت کے اس دور کے بارے میں کتاب اللہ کیا فرماتی ہے۔

### موت کا مفہوم

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْخُلُوعِ مِنَ الْإِسْلَامِ فَانْتَحِبُوا عَلَيْهِمْ أَزْوَاجَ فَتَحْكُمُوا

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْخُلُوعِ مِنَ الْإِسْلَامِ فَانْتَحِبُوا عَلَيْهِمْ أَزْوَاجَ فَتَحْكُمُوا

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْخُلُوعِ مِنَ الْإِسْلَامِ فَانْتَحِبُوا عَلَيْهِمْ أَزْوَاجَ فَتَحْكُمُوا

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْخُلُوعِ مِنَ الْإِسْلَامِ فَانْتَحِبُوا عَلَيْهِمْ أَزْوَاجَ فَتَحْكُمُوا

”اور نہاد ہی موت میں سے جو کوئی بدکاری کی مرتبہ میں تو ان پر اپنے میں

سے چاہی کہ ان کو ادا کر دے اور ان کو ان بدکاریوں کو گناہ میں قید رکھ دیاں

تک کہ موت ان کا خاتمہ ہو کر دے۔“ (انہوں کے لیے کوئی قتل گاہ)۔“

مرہم صدیق کے بارے میں بیان کیا گیا

فَأَنبَأَ آدَمَ الْخَالِصَ إِلَىٰ جَنَّةِ النَّارِ ۖ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَىٰ ۖ فَبَلَغْتَ أَهْلَ الْبَيْتِ ۖ

فَبَلَغْتَ أَهْلَ الْبَيْتِ ۖ فَبَلَغْتَ أَهْلَ الْبَيْتِ ۖ

”اس (پیشے) کے ساتھ پھر وہ حالت میں تھیں اور اس (مسلک) کے لیے کہ ایک اور جگہ

پہنچا تھیں۔ پھر وہ وہاں کو گھر کے سے گئے اس لیے آیا، کیا نہیں کہ کاش اس سے

پہلے میں مر جاتی اور نہ تار و تاب میں جاتی۔“

بخاری کی ایک روایت میں آتا ہے کہ وفات سے قبل نبی ﷺ کو بہت تکلیف تھی،

فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ افسوس میرے والد کو بہت تکلیف ہے۔ اس پر نبی ﷺ

نے فرمایا: لیس غلیٰ ایک کڑب کڑب بعد هذا اليوم

”آج کے بعد تیرا دل والہ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

(بخاری کتاب المغازی، باب من بعد النبی ﷺ و صحابہ)

ابن طلحہ رحمہ اللہ کا بیانا وقت پا گیا، ان کے گھر آنے سے قبل ان کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ

نے اسے غسل دینے کے بعد کھانا کراستے ایک طرف رکھ دیا۔ ابن طلحہ رحمہ اللہ جب

رات کو واپس آئے تو بیٹے کے متعلق پوچھا۔ ان کی زوجہ نے کہا

فَإِنَّ هَذَا ثَقُلَ ۖ”اس کی طبیعت کمزور ہے۔“

(بخاری: کتاب المغازی، باب من لم يظهر حرمه عند المنية)

ابن منکثر عثمان الحرب میں قرآنی آیات کے حوالے دے کر اس کی تشریح اس

طرح کرتے ہیں۔

”المنية، السكون، الامور، وہ جو رک جائے وہ مر گیا اور مر گئی آج موت میں

یعنی مضری ہو گئی اس کی رات بھر باقی، باطن کی پندہاہوں میں سے جب وہ مر گئی

نمری اور سرور ہی اور مر گئی وہاں یعنی خبر گئی اور سامنے ہو گئی۔ اور انہی اقسام میں سے

تو اس کا قسم ہو گیا۔ جسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اے کاش اس سے پہلے میں

مر گئی ہوتی۔“ (الحرب)

کتاب اللہ سے موت کا یہی مفہوم ملتا ہے کہ موت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو

زندگی کا خاتمہ کر دینے والی، بے تمام و نقصان اور پر سکون ٹھہر جانے والی ہوتی ہے۔

جس میں کسی قسم کا کوئی شعور اور آگ اور حس و حرکت باقی نہیں رہتی۔ یہی اللہ تعالیٰ

کا فرمان ہے کہ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَلَا النَّاصِبَ وَلَا أَزْوَاجَ ثَمَرٍ ۚ”مردہ اور زندہ برابر نہیں۔“ ایک

طرف تو قرآن زندہ انسان کے لیے شعور و ادراک رکھنے والا، سننے اور بولنے والا

بیان فرماتا ہے اور دوسری طرف مردہ کو زندہ کی ضد قرار دیتے ہوئے اسے شعور

و ادراک سے ماری بیان فرماتا ہے۔ اس آزمائشی دور کے امتحان میں پوری ملرت

کا مہیا حاصل کرنے کے لیے جو اس میں شعور بڑھایا گیا تھا، جس طرح ابن

اصناف سے نوازا گیا تھا، موت کے اس دور میں انسان سب کو واپس لے لیا گیا ہے۔

پہلے یہ انسان بنایا گیا تھا اب یہ مرد و کلن رہا ہے، پہلے یہ نئی سے بنایا گیا تھا اب نئی

میں مل رہا ہے۔ پہلے یہ زندہ لوگوں کی باتوں کا جواب دیتا تھا، اب وہ اس سے بچتا تھا۔

ہاتھوں سے کام کرتا تھا، آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا تھا لیکن اب اس

کے لیے بیان کیا گیا۔

أَمْ هُم بِأَعْيُنِنَا ۖ سَبِّحُوا لِلَّهِ حَمْدًا ۖ فَاذْكُرُوا أَنفُسَكُمْ ۖ إِنَّمَا تُحْيَوْنَ تُمَيِّتُونَ ۚ

”مگر کیا ہم ان میں زندگی کی حق تک نہیں پہنچے؟ ہم انہیں یاد دہا دے جائیں گے۔“

نبی ﷺ جب خود و بدر کے اقسام پر کنوئیں پر جانور شریکین سے قتل ہو جاتے ہاں

مرداروں کو نام عام پچھرنے لگے تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

عَاذُ بِسُؤْلِ اللَّهِ خَا تُكَلِّمُ مِنَ الْخَصَامِ لَا أُرْوَاهُ لِيَا

”اے اللہ کے رسول! آپ اپنے رسول سے خطاب کرتے ہیں جن میں روح نہیں۔“

(بخاری: کتاب المغازی، باب فقل انی جہل)

یہی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ دھڑکی کے دور میں اس جسم اور روح کا

اتصال ہوتا ہے اسی لیے یہ جسم شعور و ادراک رکھتا ہے لیکن جب اس جسم سے

روح فقل جاتی ہے تو یہ جسم بے شعور ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مردہ جسم کو زندہ جسم کی

ضد قرار دیا گیا۔



## کیا حالت موت میں عذاب ہوتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَأُ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ دُونِ آلِهِمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ أَمْرَهُمْ بِأَلْفٍ عَشَرَ (النساء: ۱۳۰)

”جب یہ (کفار) جنہم میں گم ہوں گے پر اے جاہلیں کے تو موت کو پکاریں گے (درباب ملے گا) آج ایک شخص بہت سی باتوں کو پکارے گا۔“

وَلَا تَقْرَأُ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ دُونِ آلِهِمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ أَمْرَهُمْ بِأَلْفٍ عَشَرَ (النساء: ۱۳۰)

”اور تمہیں گے کہ ایک (دار و دار جنہم) تمہارا رب ہمارا کام تمام ہی کرے یعنی ہمیں موت ہی دے دے کہ ایک (جنہم) ہمیں (دوسری حالت) میں رہتا ہے۔“

يَذْكُرُكَ أَكْثَرُ نَفْسٍ خَالِيَةٍ مِنَ الْعَمَلِ ۚ

”(وہ جنہم کے) بیشمار موت (جوش کے لیے) میرا کام کر چکی ہوتی۔“

يَذْكُرُكَ أَكْثَرُ نَفْسٍ خَالِيَةٍ مِنَ الْعَمَلِ ۚ

”اور تو ذکر میں گے (بیشمار میں مٹی ہو گیا ہوگا)۔“

نبی ﷺ نے فرمایا

اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ ، وَصَارَ اَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ .  
اُنْهِيَ بِاَلْمَوْتِ حَتْفِي فَيَجْعَلُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ ثُمَّ يَدْخُلُ ثُمَّ  
يُخَادِعُ مُنَادٍ : يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ ، وَاِذَا اَهْلُ النَّارِ ، لَا  
مَوْتَ ، فَيُزَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلَى فَرَحِهِمْ ، وَيُزَادُ اَهْلُ  
النَّارِ حُزْنًا اِلَى حُزْنِهِمْ (مسلم کتاب النجاة)۔ یہ سبب اعتقاد ہے کہ  
”جب جنت والے جنت میں پہنچ جائیں گے اور جنہم والے جنہم میں تو موت لائی  
جائے گی اور جنت اور جنہم کے درمیان اسے رخ کر دیا جائے گا، پھر ایک پکارے  
گا اور پکارے گا کہ جنت والو! اب کوئی موت نہیں ہے اور اب جنہم والو! اب کوئی  
موت نہیں ہے۔ یہ سن کر جنت والوں کو کوئی پر غمی حاصل ہوگی اور دوزخ والوں  
کے دل میں اضافہ ہو جائے گا۔“

يُنَادِي مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصْخَرُوا فَلَا تَمْتَنُوا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ  
اَنْ تَخْبُوا فَلَا تَمْلُؤُوا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَسْبُوا فَلَا تَهْزَمُوا  
اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَعْلُوا فَلَا تَبْأَسُوا اَبَدًا

(مسلم کتاب النجاة)۔ اعتقاد ہے کہ جنت والوں کو نہ تو  
”ایک پکارے گا (جنہم کو پکارے گا تمہارے لیے رہے کہ وہ کیا ہے کہ تم  
صحت مند رہو گے اور تمہیں بے پروا نہ رہے اور یہ کہ تم زندہ رہو گے اور تمہیں بھی موت  
ماتہ کی یاد دہانہ کہ تم جنت والے رہو گے اور تمہیں دوزخ والے نہ رہو گے اور یہ کہ تم جنت  
میں رہو گے اور تمہیں مٹی کا نہ رہو گے۔“

کیا ہے کہ کفار جب جنہم میں اٹھیں جائیں گے تو موت کی تمنا کریں گے؟  
موت کو پکاریں گے؟ قرآن بیان کرتا ہے:

وَالَّذِينَ نَقَرُوا اَنْفُسَهُمْ فَازِلْهُمْ لَا يَقْضِي عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ  
عَنْهُمْ قَوْلُ عَن اَيُّهَا (اسطر ۲۶)

”جن لوگوں نے اپنی جانوں کے لیے جنہم کی تمنا کی ہے ان کا معاملہ ہلکا نہ کیا جائے گا  
کہ ان کو موت آجائے وہ ان کے عذاب میں کمی کی بات نہ کی۔“

حالیہ

قرآن نے بتایا کہ عذاب سے بچنے کی وہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ان کو موت  
آجائے یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں کمی فرمادے۔ یہی وجہ ہے کہ جب  
موت کو ذبح کر کے یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ اب کوئی موت نہیں تو جنہم والے خوش  
ہو جائے گا کیونکہ موت ہی وہ چیز تھی کہ جنہم سے ان کو اپنے عذاب سے ختم  
ہونے کی امید تھی اور دوسری طرف جنتی خوش ہو جائیں گے کہ اب کوئی بچہ ایسی  
نہیں کہ ہم کو اس بھر پر ہزارے محروم کر سکے۔

قرآن وحدیث سے واضح ہوا کہ موت کے اس دور میں اس جسم کا جزا اور اس  
سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو وہ کیفیت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ اپنا وہی جسم ہزار  
سے دور رہتا ہے۔ قرآن وحدیث کے یہ دو عقیدے کے مقابلے میں یہ  
مسئلہ پرست حالت موت میں عذاب و راحت و عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کی وجہ  
یہی بتاتے ہیں کہ اس مرد و جسم میں شعور و ادراک باقی رہتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں  
”اور امتداد کے احساس و شعور کے آثار ہے انہماک میں احساس شعور و توجہ  
تجسس کا ہے کہ یہ کلمات اور امتداد و توجہ کے فوائد کہتے عقیدہ رکھتے ہیں“  
(دعوتِ حق اور عام مروجہ از عبد الرحمن کیلاوی صفحہ ۱۲۰)

حقیقت یہ ہے کہ ان مسلکی علماء کے تحت اشعور میں اللہ کا یا ہوا عقیدہ موجود ہے،  
لیکن اس کا انکار اس لیے ضروری ہے کہ ان کے فرقے کا عقیدہ اس کے خلاف  
ہے۔ متعدد بالاخر یہ عبد الرحمن کیلاوی صاحب نے ڈاکٹر عثمانی مراد اللہ کے قرآن  
احدیث پر مبنی اہل کو چٹلائے کے لیے لکھی ہے۔ اور جب بات دیگر مسئلہ  
والوں کو پٹھا کھانے کی ہوتی ہے تو یہی موصوف ان پر اس طرح کرتے ہیں  
”اور یہی وہی ہے جس کی حقیقت صوفیوں اور سنیوں کی یہ کہ قرآن ان کی ایک ایک  
بات کی یاد دہانی کرتا ہے۔ کیا ہے کہ یہ اور موت کا دور ہے اور مٹی کا دور  
قبروں میں پائے گئے اور مردہ ہیں ان میں شعور ہے نہ یہ سن سکتے ہیں۔ نہ  
جواب دے سکتے ہیں۔ اب وہی راستے میں یا تو ان اماموں اور مولویوں کی  
روایات اور اقوال اور کائنات کو مان لیں اور قرآن کے ساتھ رہنا چاہیے اور  
ان سب شرافات سے موت پر غور نہ کرے گا۔“ (ایضاً صفحہ ۵۶)

اور بالآخر اہلحدیثوں نے خود ہی اپنے اوپر قرآن سے دستبرداری کا فتویٰ  
چسپاں کر دیا۔

جب ڈاکٹر عثمانی حنفی کے حریف کو روکر سے امر اپنا اہل عقیدہ ثابت کر سکتے  
کی تھائی تو قرآن وحدیث کے اہل کو روکر سکتے ہوئے تھائی اور ان کا رویہ  
ایسا اور کہا کہ مردہ میں احساس و شعور ہوتا ہے اور جب دوسرے مسئلہ والوں کو  
ہرانے کی بات دینی تو قرآن وحدیث کے انہی والوں کو مینا رہا ہے کہ مردہ  
کو احساس و شعور سے ماری بتایا اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے پر ان پر قرآن  
سے دستبرداری کا فتویٰ ماننا فرمایا ہے یہ بہ شان خود کو اہلحدیث کے والوں کی

فرقہ اندیش کی ہی مطلق!

یہ فرقہ پرست قرآن وحدیث سے تو اپنا یہ باطل عقیدہ ہرگز عزت نہیں  
کر سکتے لہذا اب یہ لوگوں کو پکارتے کے لیے طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

”کیئی بات تو یہ ہے کہ کسی چیز کا بے جان ہونا صرف ہمارے لیے ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بے جان نہیں ہے۔“

(پہلا نعت از تھامس ٹیلر ایچ ڈی صفحہ ۵۵)

اس سے قبل ایک دوسرے اجماعیٹ کا بیان بھی آپ کی نظروں سے گزرا اور آپ ابن مسعود کا یہ بیان بھی آپ کے سامنے ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر چلنے والا بیان کرتے ہیں لیکن کیا ان کی اس طرح کی تحریروں میں آپ کو قرآن و حدیث کی کوئی دلیل نظر آتی ہے؟ یہ ساری باتیں آخر لفظ حق تک ہی کیوں محدود ہیں؟ اپنے ان عقائد کے ثبوت میں کتاب اللہ کا کوئی حوالہ کیوں نہیں دیا جاتا؟ دراصل عقیدہ پہلے سے بنا ہوا ہے اور کسی صورت میں قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہو رہا، اس لیے اب اس طرح کی منطق سے کام نہ لیا جائے تو پھر کیا کیا جائے۔ قرآن و حدیث سے ان کی اس منطق کا جواب دینا ہرگز مشکل نہیں لیکن ہم بات صرف اس مردہ جسم تک ہی محدود رکھتے ہیں۔

مرا ہوا یہ انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے جان ہے یا جاندار؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْوَاتٌ عَبْدًا أَلْمِیْکُمْ (نعلی: ۴۴)

”مرد ہیں ان میں زندگی کی ذوق تک نہیں۔“

إِنَّمَا یَسْبِغُ الْبَیِّنَاتِ یَسْمَعُونَ وَالْمَوْتِ یَعْلَمُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ لَیَرْجِعُهُنَّ

”حقیقت یہ ہے کہ (موت حق) پر لیک دہی کہتے ہیں ہونٹے ہیں، رہے مرد سے تو اللہ ان کا خاتمہ گھمرو دہی کی طرف پٹانے چاہیں گے۔“

إِنَّمَا لَکُمُ السَّعۃُ الْهٰذِیۡہُ (النمل: ۸۰)

”(اے نبی ﷺ) اب ایک تم مردوں کو نہیں سناکتے۔“

إِنَّمَا لَکُمُ السَّعۃُ الْهٰذِیۡہُ ۚ اِنَّ اَنْتُمْ مِّنْ عِندِیۡ لَفٰی الْقٰیۡرِ (نمل: ۸۱)

”اب ایک اللہ جسے چاہے ختم کرتا ہے اور تم انہیں نہیں سناکتے، دقیروں میں ہیں۔“

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنَ سُبْحٰتِ یٰۤاٰیٰہِیۡلَ اَوْ ظِلِّیۡنَ یٰۤاٰیۡہِیۡلَ الْاَرْضِ اَوْ کَلِمَہٗ بِرَ اللّٰوٰی

”اگر کوئی قرآن الیا ہوتا ہے کہ (اس کی تاثیر) سے پھاڑ چلے گئے یا زمین چٹ جاتی یا مرد سکام کرنے لگتے۔“

وَلَوْ اَنَّ اٰیٰتِہٖمُ الْاٰیٰتِیۡکَہُ وَکَلِمَہُمُ الْمَوْتِی وَحٰشَیۡہُمْ عَلٰیہِمْ کُلٌّ

”خفیہ خفیہ لہذا کالو الیوم یوموا لآ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَلَکِنۡ اَکْثَرُہُمْ یَجْہَلُوْنَ

”اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور سارے جہنم ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے اسوج دہی کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔“

مگر یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جانوں کے کلمہ کو جانتا ہے۔“

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ مرجانے والوں کو مردہ دے جان کہہ رہا ہے جو جن سکیم اور بات کر سکیں اور یہ ایک کلیہ ہے جو باقاعلیٰ رد ہے، لیکن یہ مسلک پرست فرماتے ہیں کہ اللہ کے لیے کوئی چیز بے جان نہیں ہے۔ اب اگر اللہ کے نزدیک یہ مرجانے والے بے جان نہیں تو قیامت کے دن اللہ کسے زندہ کر کے

حجۃ الہ

اٹھائے گا؟ یہ مسلکی علماء، لوگوں کو اس قسم کی مشکوک باتوں میں الجھا کر اپنے خود ساختہ عقیدے کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ اب یہ انہی کا طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اپنی تحریروں سے روک دینے کی کوشش کریں!

دیگر دلائل سے مردہ کے شعور و ادراک کو ثابت کرنا

اپنی کتاب کے انہی صفحات پر یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ فصلیں، درخت، پودے وغیرہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں لیکن اللہ کا فرمان ہے کہ ہم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے لہذا اس کا مطلب ہوا کہ ہر چیز زندہ ہے مثلاً ایک ایک دیوار، ایک ایک انٹ، ایک ایک پتھر، ایک ایک ٹکڑا۔۔۔۔۔۔ یہ سب زندہ ہیں اور اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی ﷺ کے زمانے میں مجبور کا کہنا ہوا تارو نے لگا، کس نے اسے احساس دلایا؟ نبی ﷺ کو پہاڑیاں نبوت سے پہلے سلام کرتی تھیں۔ ان بے جان پتھروں کا احساس داتے والا کون ہے؟ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب یہودیوں کا قتل عام ہو گا تو وہ پتھر کے پیچھے چھپیں گے۔ جس پتھر کے پیچھے چھپیں گے تو وہ پتھر کہے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے۔ اس بے جان پتھر یا چٹان کو کس نے احساس دلایا؟ انھیں صلاحتہ ۵۱، ۵۲۔ پھر فرماتے ہیں:

”گو یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے کوئی بھی چیز بے جان نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہوا

کہ قبر میں لیے ہوئے بے جان جسم کو کچھ کچھ کا احساس داتے پر اللہ پوری

طرح قادر ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۵۵)

کسی ستم ظریفی ہے کہ خرق عادت و افہات کو قانون کے طور پر پیش کر کے استدلال کے لیے بنیاد بنایا جا رہا ہے! مردہ جسم کے لیے قرآن و حدیث کا بتایا ہوا عقیدہ کیوں نہیں پیش کیا جاتا؟ اس کے لیے ادھر ادھر کی مثالیں پیش کرنا بڑی بہت دھڑکی ہے کیونکہ انسان کی پیدائش اور مذکورہ اشیاء کی پیدائش اور افزائش نسل وغیرہ کا نظام تو یکسر مختلف ہے۔ انسانوں کی طرح نہ ان کے لیے موت ہے، اور نہ بعد از موت کوئی حساب کتاب یا جزا سزا۔ قرآن عقیدہ پیش کر رہا ہے کہ اس مردہ میں احساس و شعور نہیں ہے لیکن یہ قرآن و حدیث کے دیے ہوئے اس عقیدے کو غلط ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس کے لیے ان چیزوں کو دلیل بنا رہے ہیں جن کی نوع انسانی سے کوئی مشابہت ہی نہیں! ان چیزوں کی زندگی کس طرح کی ہے؟ ان کے لیے موت کا کیا تصور ہے؟ ان میں احساس و شعور ہے یا نہیں؟ ہمیں ان تمام باتوں کا جب علم ہی نہیں دیا گیا تو ان کو دلیل بنانا کیسا ار با معاملہ نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھ کر غلط دینے اور اس موقع پر کہنے ہوئے مجبور کے سننے کے رونے کا تو کیا تمام مجبور کے سننے اسی طرح رونے تھے یا یہ رسول اللہ ﷺ کا منبر تھا؟ اسی طرح پھاڑیاں نبی ﷺ کو سلام کرتی تھیں تو وہ بھی عام بات تھی یا نبی ﷺ کا منبر تھا؟ یہودی کے چھپنے پر پتھر بولے گا۔ یہ کوئی عام بات ہوگی یا استثنائی معاملہ؟۔۔۔۔۔۔ ان کے سبکی ”الم دین“ اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

”ہرگز نہیں کیونکہ یہ استثنائی صورت ہے اور مخصوص ہے اسے عموم پر منطبق نہیں



کیا جاسکتا جس طرح عام قارونے سے جو مستثنیٰ ہوا اسے باقی چیزوں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ (ایضاً صفحہ ۵۳)

واہ کیا بات ہے ان اچھڑیوں کی! خود ہی کہتے ہیں کہ شائستگی معاملہ بنیاد میں سکتا ہے نہ عام قارونے سے مستثنیٰ بات کی بنیاد پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اب اپنے باطل عقیدے کے لیے یہ مجھڑے اور اشتقاقی معاملات کیوں دلیل بنائے جارہے ہیں! باتیں بعد ان سے بھی الگ کا خود ساختہ عقیدہ دہر گز ثابت نہیں ہوتا۔

یہ مسلک پرست خود بھی اپنی ان باتوں سے "علمی نہیں" اور ان کو معلوم ہے کہ وہ کچھ وہ بیان کر رہے ہیں، محض مغالطہ آرائی اور دھوکہ ہے۔ چنانچہ بریلویوں کی طرح اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سہارا لیتے ہیں اور کہتے ہیں:

"لہذا غارت ہوا کہ قبر میں لیٹے ہوئے ہے جان مجھے کو کچھ معلوم کا احساس دلانے پر اللہ ہماری طرح قادر ہے"

اور کبھی کہتے ہیں:

"دوسری بات ہے کہ سب جان کو کچھ کا احساس کیسے ہوگا؟ یہ سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب دیکھ سکتے کہ احساس ہم نے دلانا تو یہ تو یقیناً ہم سب اختیار ہیں لیکن قرآن نے جس رب کا وصف بیان فرمایا ہے: **لَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ مِّثْلُہٗ** یعنی وہ کسی چیز کو پھر اس سوال کو بیزاری نہیں دہا رہا ہے۔" (ایضاً)

ہندو پتھر کے بتے ہوئے مجسمے سے اولاد مانگتا ہے جس پر ہم سب است مشرک کا فرکر دانتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ دلیل دے کہ اللہ تعالیٰ تو کھلے ہوئے درخت کو اور پتھر تک کو گویائی دے سکتا ہے، ایک پتھر اللہ کے حکم سے **سَوَیَ الْاَشْجَارِ** کے کیڑے لے کر بھاگ سکتا ہے تو پتھر کیا اللہ تعالیٰ اس پتھر کے بت سے اولاد نہیں دلا سکتا؟ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے؟ یہ مسلک پرست جواب دیں کہ یہ عقیدہ رکھنے والا کافر ہے یا مسلمان؟ ان کی راہ پر چلا جائے تو رہن تصوف کی طرح کامعالم ہو کہ تو ہیید و شرک کا فرق ہی باقی نہ رہے، بیڑی آسانی اور سہولت ہو جائے، جو چاہے عقیدہ بنا لیا اور کہہ دو: **لَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ مِّثْلُہٗ** کیسے؟ کیا اس کائنات میں کوئی ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی وسوسوں سے باہر ہو یا جس پر اللہ قدرت نہ رکھتا ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کسے انکار ہے؟ یہاں بات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصول و قوانین کی ہے، اللہ کے لیے ممکن اور غیر ممکن کی نہیں۔

قیامت کے دن کے معاملے کو مردہ جسم پر تھوپ دیا!

ایک اور اچھڑیٹ "عالم" اس مردہ جسم کے اور اک شعور کے لیے قرآن سے دلیل دیتے ہیں:

"کہتے ہیں کہ مردہ جسم بے حس ہوتا ہے، اس کو تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہو سکتا، لیکن اس کو خدا سب دینے کا کیا قائل ہو؟

جواب: یہ ان کا اللہ کی قدرت پر اعتراض ہے۔ دیکھو! زبان کو اللہ نے کلام کرنے کی طاقت دی ہے مگر کسی اور عضو کا بولنا حقول نہیں، لیکن قیامت کے دن انسان کے دوسرے اعضاء بھی بولنے لگیں گے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"ہم آج کے دن ان کے منہ پر میر لگا دیں گے اور اس کے ہاتھ ہم سے ہائیں کرینگے اور ان کے پاؤں گویا ہوں دیں گے ان کاموں کی جودہ کرتے تھے۔ اب غور کریں کہ ہاتھ، پاؤں، کانوں، آنکھوں اور چیزوں میں بولنے کی طاقت نہیں، جب زبان بند ہوتی ہے تو یہ سارے اعضاء بولنے سے عاجز ہوتے ہیں، اور مشاہدہ میں آیا ہے کہ جو گویا ہوتا ہے، اس کا کوئی دوسرا عضو بات نہیں کر سکتا، مگر اللہ نے چاہا تو ان سے یہ کام لے لیا۔"

(عذاب قبر کی حقیقت، از بدیع الدین شاہ راشدی، صفحہ ۱۳، ۱۴)

اس کو کہتے ہیں پوچھو کھیت کی تونے کھلیاں کی! یہاں دلیل درکار ہے اس مردہ گلے مڑ جانے والے دنیاوی جسم کے شعور و ادراک کی اور مثال پیش کی جارہی ہے ان جسموں کی کہ جن میں دوبارہ تخلیق کے بعد روح ڈال دی جائے گی۔ جس جسم میں روح موجود ہو اس کے شعور و ادراک سے کسے انکار ہے؟ یہی بات کہ جسم کے دوسرے اعضاء بولیں گے اور گویائی دیں گے تو یہ معاملہ صرف یوم آخرت یعنی حساب کتاب کے لیے بیان فرمایا گیا ہے جبکہ نظام بالکل ہی مختلف ہوگا۔ اس معاملے میں بھی ہمارا ایمان صرف اسی حد تک ہوگا کہ کسی اور موقع کے لیے اس بات کو دلیل بنانا محض جہالت ہے۔ یہی راشدی صاحب مزید فرماتے ہیں:

"چنانچہ روح عقیقہ کی قوم کے لیے فرمائی: **یَہِیْ لَہٗکَ سَیِّدٌ** اسے گناہوں کے ذمہ دے گئے اور جہنم میں پہنچا دیتے گئے اور اللہ کے سوا پناہ دہ گار انہوں نے نہ پایا۔" اب سوال یہ ہے کہ یہاں ماضی کے سینے ہیں جن میں گزری ہوئی باتوں کا ذکر ہے، جب ڈوب کر مر گئے اور بے حس ہو گئے پھر کیوں ان کو آگ میں ڈالا گیا؟" (ایضاً صفحہ ۱)

کبھی صبرگی ہے ان پر کہ قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں اور عقیدہ اس کے خلاف رکھتے ہیں: "قرآن وحدیث کا دیا ہوا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ جسم سنی سے بنا ہے، مرنے کے بعد مٹی میں جاتا ہے، ارواح جنت یا جہنم (عالم برزخ) میں پہنچا دی جاتی ہے اور اسے ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے، روح اور اس جسم کا یہ مجموعہ قیامت تک سب انجام سزا پایا جزا سے نوازاجاتا ہے، قیامت کے دن ان گلے مڑے دنیاوی جسموں کی دوبارہ تخلیق کی جائے گی، ان میں روح لوٹا دی جائے گی اور پھر انہیں سب انجام جنت یا جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ بدیع الدین راشدی صاحب ان اچھڑیوں کے صف اول کے عالم مانے جاتے ہیں جن کے بارے میں ایک دوسرے اچھڑیٹ "عالم" یہ مبالغہ آرائی کرتے ہیں کہ

ناصر السنۃ النبویۃ، ناصر العقیدۃ السلفیۃ، فامع البدعۃ، المجاہد لاعلاء کلمۃ اللہ، الصلب فی النسبۃ، الملازم للعبادۃ، العالم الفاضل، المحدث الفقیۃ، رئیس المحققین، العلامة الشیخ السید بدیع الدین الشاہ السعدی الراشدی

(بدایۃ المستندج، ص ۱۰۰ بحوالہ حدیث اور، اہل حدیث، ص ۱۳۲)

یعنی مہسوف سنت نبوی کے محافظ و مددگار ہیں، اسلام کے عقیدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، بدعات کو ختم کرنے والے، اللہ کے گلے کو بلند کرنے والے مجاہد ہیں، انبیا پر رگ و برتر ہیں، عبادت کو لازم کیے ہوئے ہیں، عالم و فاضل ہیں۔





میان کی بات تھی ہے، یہ ڈراما سب مزید نہیں چل سکتا۔

ذرا دیر سے مفتی صاحب کا فتویٰ بھی دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو عبرت کے لیے حلقہ دار مادیا میں رکھا جس وقت زمین نے اپنے اندر یہ لاشیں اُٹائی اور فتنے کے بعد زمین نے اسے ہم اُٹھ دیا۔ (صحیح بخاری) اب اگر چنانچہ ان مذاہب پر مذاہب کے کوئی اثرات نہیں نظر نہیں آتے چنانچہ کہ قبضہ وراثت کے وقت سرنے والے پر مذاہب یا پانی کا کوئی اثر نہیں دیکھتے اور مذاہب قبر کی واضح علامت ہیں جن میں فتنے کے بعد میت کے ہتھکڑے مذاہب ہونے کا ذکر موجود ہے (اور جن کا بیان تفصیل سے غریب کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ) لیکن ان تمام علامات کا تحقق یہ وہ مذہب ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مذہب دیکھتے ہیں اس آیت میں آل فرعون میں و شام میں آگ پر عیث کے جادو میں وہی مذاہب قہر ہے اور قیامت کے دن جس اللہ اعذاب میں داخل ہوں گے اس سے جہنم کا عذاب مراد ہے جس میں روح اور جسم دونوں کے ساتھ داخل ہوں گے۔

(عقیده و اعتقاد) از این باب نیز آمده است که «ما یقولون» (۲۵: ۳)

سورہ انفال اور سورہ جھ کے حوالے سے اس سے قبل تفسیر صحیح کر دی تھی ہے کہ فرشتے زندہ انسان کی روح قبض کرتے وقت اسے مارے ہیں، مردہ جسم پر مارے گا کوئی بیان ان آیات میں نہیں ملتا، لہذا اس کو دلیل بنانا محض گمراہی اور لوگوں کو بھوکا دینا ہے۔ یہ تو ابھی گمراہ ہونے اور نہ جانے کتنوں کو گمراہ کیا ہے۔

مفتی صاحب نے اپنے فرقے کے عقیدے کو بچانے کے لیے پُر اوج غیب کا  
بیانہ تو تراش لیا لیکن قرآن کے اس بیان کو کہاں لے جائیں گے کہ

لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَهُمْ بَعْدَ ذِكْرِهِمْ إِلَى أَهْلِهِمْ هَٰذَا يَتَذَكَّرُ لِقَاءِ ذٰلِكَ عَشِيرَتُكُمُ

”ختم کیا اک ہے مہرِ پند و مشورہ و پیشانی کے چاتے چہا“

یعنی خدا اب یہاں نہیں اور بالکل جہنم میں زور ہے۔ اب موصوف کہیے تسلیم کر لیں کہ یہ جہنم کا تذکرہ ہے کیونکہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ظاہر ہے ان کے جھوٹ کا پھانسا پھوٹ جائے گا۔ لہذا مفتی صاحب نے انکا کلام جہنم کی دھم کے معنی میں بدل دیا کہ نہ ہے گا یا اس اور نہ بچے گی یا نہ ہی مچنا خیر لکھتے ہیں:

”اس آیت میں آل قریظوں کو دھام دھم کرنا کہ پچھٹا لے جا رہے ہیں وہی حذابِ قریظ ہے۔“  
 ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح انہوں نے کمالِ فطارت دکھاتے ہوئے اسے ”جس آگ“  
 کہہ دیا اور ان کی ان مفتی صاحب سے پوچھتے کہ قرآن وحدیث میں بے شمار جگہ  
 کھڑکڑ کا لفظ آیا ہے کیا معنی میں کھڑکڑ ہے؟ یہ کافر و مشرک ”جس آگ“ میں حذاب  
 دینیہ جاتے ہیں یا جہنم کی آگ پر! یہ ہے ان مسک پرستوں کا امداد کیا یہ  
 بدترین علمی خیانت نہیں؟ کیا اپنے فرقے کے عقیدے کے دفاع کے لیے قرآن  
 مجید کے الفاظ کے معنی و مقصود بدل دینا جائز ہے؟

احادیث کے ذریعے اسی جسم پر عذاب کو ثابت کرنا!

قبر پر مہنیاں لگانے والی حدیث بخاری پیش کر کے عبدالرحمن کیلانی صاحب  
ثبوتی کرتے ہیں کہ:

”تپ نے اسی قبر پر بری ڈالی گاڑی جس میں جسم مدفون تھا، فرمایا کہ شاید اس“

سے غلاب ہلکا ہو۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جسم بھی غلاب سے متاثر ہوتا ہے۔" (راج غلاب قیمر اور ناہم موقوفی، سلسلہ اند)

ان کے استاد اہل کی جولا تیاں دیکھیے۔ فرماتے ہیں:

”اگر میرا جانتے ہیں کہ ایک کلاس (ایک کالی غرت) مسجد میں بھاڑ دیا جائے گا تو وہ سرگرم اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو اس غرتے کی خبر نہ ملے گی۔ پھر آپ اُس کی تعمیر نہ کریں گے اور اس پر ناز و نیاز نہ کریں گے۔“ یہ حدیث بھی اپنے مضمون میں صاف ہے کہ (۱) قبر سے مراد یہی نہ مقرر کیا جاتا ہے کہ آپ اُس کی قبر پر کیوں تشریف لے گئے؟

(۲) یہ قبر پر نہ نماز، نہ استسقاء، نہ زکوٰۃ، نہ صدقہ سے پہنچی حالت ہوتا ہے کہ اس قبر میں جو شخص ہوتا ہے اس کا عذاب و ثواب قبر سے تعلق نہ رہتا ہے (۱)۔

نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ اگر ان قبروں میں عذاب ہو نہ تو کیا جان لو تو بالکل واضح تھا کہ انہی دنیاوی جسموں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اس کے برعکس نبی ﷺ نے تو فرمایا کہ ان قبر و اہل کو عذاب ہو رہا ہے، یعنی وہ ان قبروں میں دفن ہوئے لیکن ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ یہ عذاب کہاں ہوتا ہے؟ قرآن وحدیث سے بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔ رہبان میں معصوف کا یہ کہنا کہ چونکہ اسی قبر پر جری شافعیں گاڑی تھیں اس کا مطلب ہے کہ اسی جسم کو عذاب ہو رہا تھا تو یہ شخص اپنے گمراہ کن عقیدے کا استخراج ہے۔ مشرکین عرب بھی اپنے مردہ دفن کیا کرتے تھے، عمرو بن لُحی اور ابی شامہ عمرو بن دینار کے اسی دنیاوی قبر میں دفن کئے جانے کے باوجود نبی ﷺ نے ان دونوں کے جہنم میں عذاب دے دیے جانے کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح خود نبی ﷺ نے اپنے مرنے کی وفات پر جنت میں اس کے لیے ایک دودھ پلانے والی کا ذکر فرمایا۔ اس قبر میں دفن کیے جانے کے باوجود نبی ﷺ نے صرف جنت میں ملنے والی راحت کا ذکر فرمایا۔ اس دنیاوی جسم کے بارے میں کچھ بھی نہ کہا؟ کہتے بھی کیسے کہ آپ ﷺ تو قرآن کی تشریح کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ وہ تو یہ مسلک پرست ہیں جو آپ ﷺ کی احادیث سے، ان باتوں کا کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے قرآن کا تضاد ثابت ہو اور جو ان میں ہوں بھی نہیں۔ ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کا بیان ہے، دوسری طرف یہ شخص کہتا ہے۔ اب ایمان کس پر ہو گا؟ حدیث پر یا نام نہاد اولاد پر؟

نبی ﷺ نے کافر، دیکالی عورت کی وفات کے بعد اس کی قبر پر صلوٰۃ پڑھائی اور فرمائی: اہل جہنم کو اس عمل سے بھی دنیاوی جسم پر عذاب یا راحت کی خوشبو آئے گی حالانکہ یہ تو نہایت سزاوار اور حامی بات ہے کہ صلوٰۃ اولیت ادا کرتے وقت میت سامنے رکھتے ہیں۔ مذکورہ احادیث کے متفق سے پتہ چلتا ہے کہ اس عورت یا مرد کی وفات رات کو ہوئی تھی، ورنہ صبح ﷺ نے صلوٰۃ کو پڑھنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی ایسے ہی تدفین کر دی۔ نبی ﷺ نے معلوم ہونے پر اس کی قبر پر جا کر صلوٰۃ اولیت ادا کی۔ نبی ﷺ کے اس عمل سے ان مسلک پر سنتوں کی تسلیت ہو سکی، شاید ان کے ذہن میں ہو کہ قبر سے لاش کو باہر نکال کر صلوٰۃ اولیت ادا کرنی چاہیے تھی، اب چونکہ ایسا ناشائستہ کیا گیا بلکہ قبر میں مدفون میت پر ہی صلوٰۃ ادا کر دی گئی تو اس سے اسی دنیاوی جسم پر عذاب یا راحت کا عقیدہ کشیدہ کر لیا گیا، اس سے قبل

انہی موصوف کا یہ تو ہی بھی ہم پیش کر چکے ہیں:

”اور یہی وہ عذاب ہے جس کی طبع صوفی کے گمراہیت تھی۔ لیکن قرآن میں کی ایک ایک بات کی چوڑی دیر کرنا ہے۔ وہ کیا ہے کہ یہ وہ صحت کا دور ہے زندگی کا دور نہیں قبروں میں چلے گئے لوگ مردہ ہیں۔ ان میں شعور ہے نہ عین سکتے ہیں۔ جواب دے سکتے ہیں۔ اب یہ ہی قرآن ہے یا قرآن ان لوگوں اور بہرگوں کی روایات اور اقوال پر وہ کاشفات کو مان لیتے تو قرآن سے دستبردار ہو جاتے۔ وہ ان سے خرافات سے دستبردار ہو جاتے۔“ (اپنا صفحہ ۵۶)

اب الحمد ریت صاحبان اس بات کا فیصلہ فرمائیں کہ ان کے شفقی صاحب کا کونسا فتویٰ سچا ہے اور کونسا جھوٹا۔ اور وہ قرآن سے دستبردار ہوتے ہیں یا اپنے ان کا پرین کے باطل حقائق سے!

کیا گل سڑ جانے اور مٹی بن جانے والے جسم پر عذاب ہوتا ہے؟

قرآن وحدیث کا دیا ہوا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ جسم گل سڑ جائے اور مٹی بن جائے مٹی جو جاتا ہے۔ اب جو جسم باقی ہی نہ رہے تو اس کے شعور و ادراک کا کیا مطلب! لیکن ان فرقہ پرستوں نے احسن میں عقیدہ پھیلا دیا ہے کہ

”ہاں بھی مٹی بننے کے بعد اس جسم صوفی پر بھی عذاب و ثواب کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ہذاں کی عبرت و نصرت کے لیے اور اس عالم اشباح میں بھی تعلقات رہا کے حیات وسط کے ساتھ عذاب و ثواب ہوتا ہے جس کو ہم محسوس نہیں کر سکتے اور اس عذاب و ثواب کے لیے اس جسم کا صورت نفی میں باقی رہتا بھی ضرور محسوس ہو کر انکوں ذرات ہیں کہ ہزاروں جسم کے تغیر و تحول حاصل کر کے کچھ بھی ہو جانے پر دیات وسط میں عذاب و ثواب کا بھی اثر ہو سکتا ہے۔“

(۱۱۱) اقبال الرضائی (الاحوال البرزخی) (۱۲۸) حسین نقوی (اشباح صفحہ ۴۴)  
”برزخ میں مردہ اور روحانی زندگی اصل ہے جسم اس کے تابع ہو کر اس کی فوت و معیشت کے اثرات قبول کرتا ہے خواہ وہ جانی ہیہ پر ہو یا بکھر جائے۔“  
(عالم برزخ، از قاری محمد طیب دیوبندی صفحہ ۵)

”اب کوئی کہے کہ مردہ مٹی ہو جاتا ہے۔ جسم گل سڑ جاتا ہے پھر اس میں زندگی کے کوئی آثار نہیں ہوتے تو پھر ایک مردہ جسم کو عذاب کیسے ممکن ہے؟ یہ بات کچھ میں آئے یا نہ آئے لیکن عذاب ہوتا ہے کیونکہ الصادق (الامین) جناب محمد رسول اللہ ﷺ جن کی زبان سے زیادہ سچی زبان کا کلام نہیں کسی کی نہیں ہے جن کی زبان پر اللہ جانتا تھا تو ہی وہی جاری ہوتی ہے انہوں نے ضروری ہے کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے لہذا ہوتا ہے۔“ (پہلا ترجمہ از قاری شبلی الرحمن ابجد ریت، صفحہ ۸۲)

ان آثار اللہ تعالیٰ قبر کے موضوع پر قرآن وحدیث سے دلائل دے کر ان فرقہ پرستوں کے گمراہ کن عقیدے کی بھی قافی اتاری جائے گی۔ فی الوقت ہم صرف گل سڑ جانے والے مردہ دنیاوی جسم پر بحث کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہی عقیدہ گھڑا ہے کہ چاہے دنیاوی جسم گل سڑ کر مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جائے، عذاب تو بہر حال اسی کو ہوتا ہے۔ حدیث پر عمل کرنے کے دعویداروں کو ہم حدیث سے ہی دلیل دیتے ہیں جو ان کے اس باطل استدلال کے بارود پود کھیر دیتی ہے۔  
نبی ﷺ نے فرمایا:

... اَعَاذُ زَنْجِلٍ حَالَتٍ زَوْجِلٍ قَالَتْ بَيِّنْهُ فَقَالَ مَعْصِيَةُ صَحَابَةٍ مِنْهُمْ كَلُوبٌ مِنْ حَدِيدٍ لِيَذْخُلَهُ فَيُنْشِئُ حَتَّى يَنْتَبِغَ فَتُفَادَ ثُمَّ يَفْعَلُ مِثْلَهُ الْآخِرَ مِثْلَ ذَلِكَ وَيَلْتَمِسُ شَذْقَهُ هَذَا قِيلَ فَيُفْعَلُ مِثْلَهُ قُلْتُ مَا هَذَا قَالَ انْظُرِي فَاَنْظُرِي حَتَّى اَتِيَنَّ عَلِيَّ زَنْجِلٍ مُنْطَوِّجٍ عَلِيَّ قَدَفَةً وَزَنْجِلٍ فَاتَمَّ عَلِيَّ رَأْسَهُ بَغْفِيرٍ أَوْ صُلْحَةٍ فَيُشَدُّ بِهَا رَأْسُهُ فَاِذَا مَرَبَدَ لِيَذْخُلَهُ الْحِجْرُ فَاَنْظُرِي اِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَزِجُ حَتَّى يَمُوتَ مِثْلِي وَلِلَّهِمُ رَأْسُهُ وَعَادَرُ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ عَادَ اِلَيْهِ فَتَصْرِبُ

(بخاری)۔ کتاب الجنائز باب دمع فوار، عن سمرة بن جندب (۱۲۸)  
”میں نے سنا کیا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص اس کے پاس ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا تھوکڑ ہے۔ اس کو دھکے دے گا کہ اس کے گل سڑ جائے کر کے گل لگوں کر ان تک پہنچا دے گا ہے پھر اس کے دوسرے گل کے ساتھ بھی کرنا کرنا ہے۔ پھر گل چڑھتا ہے اور وہ (کھڑا ہوتا ہے) (نہیں ہوتا) اس کے ساتھ وہ بارہ بھی حامل کرتا ہے۔ میں نے یہ سنا کہ یہ کیا ہے۔ کیا آگے چلے۔ ہم چلے یہاں تک کہ اپنے نفس کے پاس پہنچے جو اپنی مٹی کی شکل ہو اور اس کے سر پر ایک دوسرا شخص چھ لے کر اور اٹھا اور پھر مار کر اس کا سر بچاؤ رہا تھا۔ پھر سر پر چڑھنے کے بعد ایک طرف لڑھکے پڑتا تھا اور پھر مارنے والا اس کو اٹھانے کے لیے جاتا تھا اس درمیان میں کہ وہ چھوٹا جس کے سر پر چڑھتا تھا اور ایسے ہی ہوتا تھا کہ یہاں پہلے خود اب پھر وہ پہلی کی طرح پھر سر پر داتا۔“

یہ کہ عذاب قبر بھی عذاب آخرت ہی ہے یعنی مرنے کے بعد دیا جانے والا عذاب اور وقوع قیامت کے بعد دیا جانے والا عذاب دونوں عذاب آخرت ہی کی شکلیں ہیں، چنانچہ جس طرح مذکورہ بالا حدیث میں مرنے کے بعد ایسے جسم پر عذاب ہوتا دکھایا گیا ہو کھنے، پھٹنے، جلنے کے بعد وہ بارہ جسے کی طرح ہو جاتا ہے تاکہ عذاب کا مزہ برابر چکھتا رہے، اسی طرح قرآن میں قیامت کے بعد دینے جانے والے عذاب کے لیے بھی بتایا گیا کہ یہ بھی ایسے جسم کو دیا جائے گا جو کھنے، پھٹنے، جلنے کے بعد پہلی کی طرح درست حالت میں ہو جائے تاکہ برابر عذاب چکھتا رہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْاٰيٰتِ اَتَيْنُوْهُمُ اَنْزِلْنٰهُمْ نَارًا كَالْمِصْبُوْرَةِ تَجْرِيْ فِيْهَا سَمُوْمٌ مِّنْ اَنْثَرٍ لَّيْسَ لَهُمْ فِيْهَا رَاحَةٌ وَّ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَنِ اٰيٰتِ اللّٰهِ كَانَ عَذَابُهُمْ شَدِيْدًا

(البقرہ ۵۲)  
”اور جن لوگوں نے ہماری آیات سے انکار کیا، ان کو ہم عذریب انہم میں داخل کریں گے۔ جب ان کی کھالیں گلج جائیں گی تو ہم ہماری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ پس اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔“

یہ ہے قرآن وحدیث کا دیا ہوا عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے گل سڑ جانے والے ناقص و ناقصہ ابدان کو عذاب نہیں دینا (مرنے کے بعد ان قیامت کے بعد) بلکہ اس کے لیے ایک ایسا تھوڑا اور پائیدار جسم عطا کرتا ہے کہ اگر اس عذاب کی وجہ سے جسم کا کوئی حصہ جل کر رہے شعور ہو جاتا ہے تو اس کو بدل دیا جاتا ہے: کٹ یا پھٹ جاتا ہے تو اس کو دوبارہ سے بنا دیا جاتا ہے۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟

لِيَذْخُلَهُ الْعَذَابُ تاکہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔

یعنی کھال جل کر رہے جس کو دوبارہ بنا دیا جاتا ہے کہ وہ عذاب کو



مفسر ہی کر سکتے، جسم کا کوئی حصہ عذاب کی وجہ سے کٹ چھٹ جائے تو اسے دوبارہ  
 دیا دیا جاتا ہے تاکہ وہ مکمل طور پر عذاب کی اذیت بھگت سکتے ہو یا عذاب ایسے  
 جسم کو دیا جاتا ہے جو شعور و ادراک اور احساس رکھنے والا ہو جس سے دنیاوی جسم تو  
 روئے نکل جانے کے بعد محروم ہو جاتا ہے۔ ظلم کے انتظام نہاد پہاڑوں اور  
 سمندروں سے اچھا عقیدہ تو اس قصاب کا ہے جو کھانا بچ کرتا ہے تو اس کی کھال  
 اس وقت تک نہیں اتارتا جب تک اس کا سر پناہ ختم نہیں ہو جاتا! بار بار پھرتی مار کر  
 دیکھتا ہے کہ اس میں شعور و ادراک تو نہیں ہے۔ جب اس بکرے کی کھال بالکل  
 حرکت نہیں رہتی تو سمجھ لیتا ہے کہ اس کی روح نکل گئی ہے، احساس و شعور کا خاتمہ  
 ہو گیا ہے، تو پھر اس کی کھال بھی اتارتا ہے اور اس کا گوشت بھی کاٹتا ہے۔

یہ ”علماء دین“، ”حضراتِ اعلماء“ عقیدہ دیتے ہیں کہ دنیاوی جسم خواہ کتنی ہی  
 جائے ذرا سے میں تبدیل ہو جائے، تب بھی اسے عذاب کا احساس ہوتا ہے جبکہ  
 قرآن عقیدہ دیتا ہے کہ کتنی ہی ہونے والے جسم کو تو عذاب ہی نہیں دینا۔ اسی لیے:

يَقُولُ أَتَذْكُرَ ۚ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّطْبُوعٍ ۚ

”کافر (اس دن عذاب سے بچنے کے لیے) انراش کرے گا کہ کاش میں نہ جاتا“

یعنی مٹی میں مل کر مٹی بن جانا، فنا ہو جانا، عذاب سے بچ جانا کی صورت ہے۔  
 ان مسلک پرستوں کے کہیں کس عقیدے کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے،  
 ان کی کتب میں تو ایک انبار لگا ہوا ہے باطل و من گھڑت عقائد و اعمال کا!

رجسٹر و جماعت المسلمین اور اہلحدیثوں کا ایک انوکھا عقیدہ

ایک طرف تو یہ عقیدہ دیا گیا کہ اس گلی سڑ جانے والے دنیاوی جسم پر ہی  
 عذاب ہوتا ہے تو دوسری طرف ان اہلحدیثوں کے بڑے بڑے ”علماء اور ائمہ  
 کے ہم مسلک نام نہاد جماعت المسلمین والے عقیدہ دیتے ہیں کہ وہ افراد جو  
 جلا دیے جاتے، دوب کر مر جاتے یا دردندوں کا شکار بن جاتے ہیں، یعنی وہ جن  
 کے جسم اس زمینی قبر میں دفن نہیں ہوتے اور یہ نہیں پڑے پڑے گلڑ جاتے اور مٹی  
 مٹی ہو جاتے ہیں، ان کے ساتھ بالکل انوکھے انداز کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اپنے  
 اس باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے یہ لوگ بخاری کی حدیث پیش کرتے  
 ہیں کہ پچھلی امتوں میں سے ایک شخص کے مرنے کا وقت آیا تو اس نے اپنی ادا دیکھ  
 وحیثیت کی کہ

”جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور میں نے ان اس کے بعد مجھے (یعنی میری راکھ کو)

ازادیاہ کیونکہ اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو پالے گا تو مجھے اس عذاب سے بچا جو

اس نے کسی کو نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے مرنے سے اسی طرح کیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو قسم دیا کہ اس شخص کے جس قدر ذرات تھے میں میں جمع کر۔

زمین نے جمع کر دیے اور وہ شخص صحیح و سالم کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے اس

حرکت پر ہوتے کی ہے۔ گئی چیز نے آباد کیا؟ اس نے عرض کیا اس میرے رب!

میرے خوف نے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔

الحسن اور کعبہ اللہ، باب حادثہ کو تین بعد اربعہ

اس حدیث کو بنیاد بنا کر رجسٹر و جماعت المسلمین والے فرماتے ہیں:

”دوسرا اہلحدیث جس شخص کو شیر نے کھالیا اس کی اسی قبر کہاں کی اس میں عذاب ہو۔  
 جواب یہ سوال بھی عقل کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ فارسی عقل کی رسائی ہی محدود ہے  
 اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حدود سے لپڑا اس جسم کا سوال اٹھتے ہے۔ قیامت کے روز اللہ  
 تعالیٰ اس مرد کو اس کے اصلی جسم کے ساتھ زندہ کرے گا تو کیا وہ اس شخص کا اصلی جسم  
 کے ساتھ وہی دن زندہ نہیں کر سکتا جس دن وہ دفن کیا گیا تھا؟ جس دن اسے شیر نے  
 کھالیا تھا۔“

”اس حدیث سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام ذرات کو کھنکھ کرے دوبارہ دیا اور عقل  
 ہے تو پھر اہلحدیث دوبارہ کیا کوشش کے کھاتے ہوئے کی قبر کہاں بنے گی۔ شیہ کا کھانا ہوا  
 بھی اسی جسم کے ساتھ زندہ کیا جاسکتا ہے اور پھر اس کو اس کی قبر میں دکھایا جاسکتا ہے۔“

(مکتبہ قرآن و حدیث، اردو، ج ۱، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸،

”مٹی ان کے جسم سے جو تیار تھی ہے وہ وہاں سے علم میں ہے۔“

اَفَعَبَدُ لِلْخَلْقِ الَّذِي جَعَلَ فِيْهِمْ مِنْ حُسْنِ خَلْقِهِ يُدْرِكُوْنَ ۚ

”کیا تم کوئی بار پیدا کر کے تم کو دیتے ہیں، بلکہ یہ وہ بار پیدا کیے جاتے ہیں کہ ان سے تم ان کے لئے بنائے ہو۔“

نبی ﷺ نے فرمایا:

لنفس من الانسان شئ الا عظمنا والا عظمنا واحد او فخر غلب  
الذنب ومنه لم نخلق يوم القيامة

(بخاری: کتاب الاستسار، تصنیف: سید محمد حسنین)

”انسان کے جسم کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بڑا نہ ہو جائے نہ چھوٹے ہو جائے۔ ایک مٹی کا ٹکڑا۔“

تو اہل ملاحہ فرمایا اللہ کے فرمان اور ان کے ہوتے ہوئے عقیدے کا مالک فرماتا ہے کہ یہ انسانی جسم مرنے کے بعد گل مڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے اور زمین ان کے جسموں سے جو کچھ نکال رہی ہے وہ ہمارے علم میں ہے۔ یعنی کتاب اللہ کا عقیدہ ابھی ہے کہ فی الوقت یہ جسم گل رہے ہیں لیکن ان کی قیامت کے دن وہ بارود بنایا جائے گا۔ مگر قرآن کی تفسیر ملتے والے مسلک پرست کہتے ہیں۔

”ہاں، اس شخص کو مٹی جسم کے ساتھ اس دن زندہ نہیں کر سکتا جس دن وہ دفن کیا گیا تھا جس دن آسمان نے کھلایا تھا۔“

ملاحہ فرمایا رجسٹر جماعت المسلمین والوں کا عقیدہ کس قدر قرآن وحدیث کے ”مطابق“ ہے! اللہ تبارک وتعالیٰ تو ہر کام کر سکتا ہے لیکن جب مالک فرماتے کہ ابھی یہ جسم گل رہے ہیں اور قیامت کے دن انہیں وہ بارود بنایا جائے گا تو اس کے انکار میں عقیدہ گمراہنے والا کون؟ ”مسلم“ کے معنی اطاعت کرنے والے کے ہوتے ہیں تو قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ رکھنے والی یہ رجسٹر جماعت المسلمین کس کی ”مسلم“ ہے؟ اللہ کے ”مسلم“ تو ایسے نہیں ہوتے۔ یہ صرف تو اللہ نے مسلمانوں کی نہیں بلکہ کافروں کی بیان فرمائی ہے کہ اللہ ایک بات کا مانا کرتا ہے اور وہ اس کا انکار کرتے ہوئے دوسرا عقیدہ دینا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَخُضْ لَهَا فَلْيَخُضْ لَهَا وَلْيَكِلْهُمْ الْكَافِرُونَ (الدنہ ۴۴)

”جو لوگ اللہ کے دین کے خلاف فیصلہ نہ کریں، مٹی وغیرہ۔“

انہوں نے ایک مخصوص ”استثنائی“ اند کو بنایا اور قرآن وحدیث کے دیے ہوئے عقیدے کا مکمل انکار کر دیا! ایہ تو ان کو قرآن وحدیث کا علم ہی نہیں یا پھر ان کے نزدیک ان کی کوئی وقعت نہیں۔ قرآن وحدیث نے اس بارے میں بالکل واضح عقیدہ دیا لیکن نام نہاد اہلحدیث کی طرح رجسٹر جماعت المسلمین والوں نے بھی اسے شاید اس لیے کوئی اہمیت نہیں دی کہ یہ تو ۳۳ سو سال پرانا ہے، لہذا اب کوئی latest عقیدہ بنا چاہیے جس میں کوئی کشش ہو کوئی نئی بات ہو کہ جس کی وجہ سے ان کو کچھ سمجھا جائے۔ ہوتے اگر بھی پرانا عقیدہ اب بھی جاری رہا تو لوگوں پر رفتہ رفتہ حقیقت کھل رہی ہے جس سے ان کے جھوٹے سمجھے جانے کا قوی امکان ہے! نیز یہ کہ ہاتھ انہوں نے کھنسنے کا بھی نہیں رکھی، بلکہ وہ لوگ فیصلہ فرمایا کہ ”تو پھر اہل دور ہو گیا کوثر“ کے کماے ہوئے کی قبر کہاں سے۔ تیر کا ٹھکانا ہوا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر اس کو اس کی قبر میں رکھا گیا سکتا ہے۔ یعنی اب یہ کسی قسم کے انکار کی بات ہی نہیں ہے بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کا جسم دوبارہ بنایا جاتا ہے اور اسے قبر بھی مل جاتی ہے۔ یہ خوب!

ہم نے مسعودی ایسی ہی صاحب کی یہ ”زمین تحریر“ ان کی وفات کے بعد چرخی۔ کاش ان کی زندگی میں ہی یہ نظروں سے گذر جاتی تو ہمارے ہوتے ان کے پاس جا کر اس قبرستان کا یہ معلوم کر لیتے جس میں جل کر خاک ہو جانے والے، درندوں کا نوالہ بن کر موت کا انکار ہونے والے، مرنے کے بعد جلا دیے جانے والے یا جمن کے جسموں کو پرندوں کو کھلا دیا جاتا ہے، دفن کیے جاتے ہیں۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اٹنی مقلدین کو اس کا یہ بتا گئے ہوں۔ اللہ کے فرمان کے خلاف انہوں نے یہ فوری طور پر جسموں کے وہ بارود بنائے جانے کا عقیدہ گمراہ کیا لیکن بات پھر بھی اچھوری ہی رہی کیونکہ ان مسلک پرستوں کا تو کبھی عقیدہ ہے کہ اس زمینی قبر میں ہی عذاب ہوتا اور نہیں روست ملتی ہے۔ لیکن اس مذکورہ دین کی تو قبریں ہی نہیں ہوتیں! لیکن اس کے باوجود مسعودی صاحب فرماتے ہیں

”اور پھر اس کو اس کی قبر میں رکھا گیا سکتا ہے۔“

تو ان کی قبر کہاں بنتی ہے؟ کہاں واقع ہے ایسا قبرستان؟ کون انہیں دفناتا ہے اور وہ کس کی جوتیوں کی آواز سنتے ہیں؟ یہ ہیں مفسر قرآن!

پچھلے شمارے میں ہم نے مسعودی صاحب کی لکھی ہوئی تفسیر ”تفہیم القرآن“ کا بھی حوالہ دیا تھا۔ وہاں بھی آپ نے ملاحہ فرمایا ہوگا کہ کس انداز میں قرآنی آیات کے تحت اور تفسیر میں قرآن کے ایسے ہوئے عقیدے کار کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ عقیدہ وصال ثواب اور عقیقہ فی الارض کے ”مفسر“ پر بھی مسعودی صاحب نے قرآن کے موقف کو بدل ڈالا جو کہ فی الحال ہمارا موضوع بحث نہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے اہلحدیث کی تحریر کردہ تفسیر کے کچھ حوالے پیش کرتے ہیں جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ کیا یہ عقیدے قرآن کے ایسے ہوئے عقیدے کی وضاحت کرتے ہیں یا ان میں صرف اپنے مسلک کا دفاع کیا جاتا ہے۔

اہلحدیث کی ایک تفسیر ”احسن البیان“ (دار السلام، ریاض، سعودی عرب) سے شائع ہوئی ہے۔ قرآنی آیات کا اردو ترجمہ ”خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی“ نے کیا۔ حاشیہ ”ماذللہ صلاح الدین صاحب“ نے لکھا اور نظر ثانی ”مولانا صفی الرحمن مبارکپوری صاحب“ نے فرمائی ہے۔ مفسر صاحب سورہ مومنوں کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں اپنے فرقے کے عقیدے کی وکالت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وہ جنہوں کے زبان عذاب اور آگ میں رکھا گیا ہے۔ دنیا کی زندگی اور آخرت

کی زندگی کے دو مقامات ہیں۔ اسے یہاں ہر طرح سے تعمیر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ مرنے کے بعد انسان کا حلقہ دنیا کی زندگی سے ختم ہو جاتا ہے اور آخرت کی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا کہ جب تمام انسانوں کو وہ بارود دیا جائے گا۔ یہ مٹی کی زندگی، جو تو میں پڑنے سے کے چریت میں لاچار ہے ڈالنے کی صورت میں مٹی کے ذرات میں گرنے کی ہے۔ خوش کی زندگی ہے۔ انسان کا یہ وجود جس بھی انداز میں شکل میں بھی ہوگا۔ بلاشبہ وہ مٹی نہیں بلکہ مٹی بن چکا ہوگا، پلا ہوگا، ڈاکر ہوا اس میں انار دیا



در یافتم میں بہاؤ کیا گیا ہوگا، یا کسی جانور کی نوا کر کہ بن گیا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ سب کو ایک زیادہ ملاحظہ فرما کر میدان بخش میں بیخ فرماتے گا۔ (صفحہ ۸۲۵)

فرماتے ہیں:

”دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان فرق ہے، اسے یہاں رہنا ہے“

یہ ”ارشاد“ چاہتے ہی ہمارے ذہن میں اس تفسیر کے اندرونی سرورق پر لکھا ہوا یہ ہے۔ ”صحیح احادیث کی روشنی میں ایک مختصر مگر جامع تفسیر“۔ جس کسی نے یہ جملہ پڑھا ہوگا تو اسے چاہتے ہی مرعوب ہو گیا ہوگا کہ ”مفسر نے بڑی محنت سے ایک ایک صحیح حدیث کا مطالعہ کر کے یہ تفسیر لکھی ہے۔ لیکن سورہ مومنوں کی مذکورہ آیت کی یہ تفسیر پڑھتے ہی ان کی محنت کی قلمی کھلی گئی۔ ان کا یہ بیان صحیح حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَوَفَّيَ النَّبِيَّ ﷺ فِي بَيْتِهِ وَفِي بَيْتِهِ وَبَيْنَ سَجَرَتَيْنِ وَخَيْرَتَيْنِ وَكَانَتْ إِحْدَاهُمَا تَعُودُ ذُو بَدْعَاءَ إِذَا مَرَّ فِيهَا فَدَهَبَتْ أُعْرُذُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى وَمَنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهِ حَرِيدَةٌ وَخَلْعٌ فَطَمَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَطَسَّتْ أَنْ لَدَيْهَا حَاجِدَةٌ فَأَخَذَتْهَا فَمَنْصَعَتْ رَأْسَهَا وَنَفَضَتْهَا فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَاسْتَلَّ بِهَا كَأَنَّهَا مَكَانٌ فَسَطَّاهُ ثُمَّ نَادَى لِبَيْهَا فَسَطَّاهُ يَذُو أَوْ سَطَّاهُ مِنْ يَدِهِ فَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رَفِيقِي وَرَفِيقِي فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَآوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ

(بخاری: کتاب البدای، باب مرض النبی ﷺ وفاته )

”اللہ جل جلالہ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تھی، میری باری کے نام سے طاق ادا دینے کے درمیان (سرد کے موسم) ہوئی۔ ہم لوگ بھی ﷺ کے مرض میں، مار کر تباہ کا کرتے۔ میں آپ کے لیے جان کر گئے تھے۔ آپ نے اپنے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: فی الرفیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ۔ (اٹھنے میں تیرے بھائی) عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور تیرے ان کے ہاتھ میں ایک تازہ وفاق تھی۔ نبی ﷺ نے سواک کی طرف دیکھا تو میں سمجھ گئی کہ آپ اس کی فرائض رکھتے ہیں۔ میں نے سواک کی اور اس کا سر اچھا کر کے صاف کر کے ہما کر نبی ﷺ کو دے دی۔ آپ نے بہت اچھی طرح سے اس کو دھوا دیا پھر اس کو میری طرف بڑھایا تو آپ کا ہاتھ صاف کیا یا سواک آپ کے ہاتھ سے کرتی۔ (اللہ کا فضل تھا کہ) اس نے نبی ﷺ سے، تا میں آخرت ان اور آخرت کے پہلے میرا صاحب آپ کے صاحب کے ساتھ رہا۔“

یعنی بات قرآن مجید میں بھی فرمائی گئی کہ جب فرشتے ظالموں کی روح قبض کرتے تو اسے کہتے ہیں:

وَأَنذَرْنَاكَ الْيَوْمَ بِجَهَنَّمَ خَلِيدًا فِيهَا فَبِمَا كُنْتَ تَكْفُرُ أَصْحَابُهَا

”وہاں جاؤ جہنم کے دروازوں میں جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔“

پاک لوگوں کی دوسری قبض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ أَذْخَلُوكُمُ الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (فتح ۴۴)

”تم پر سلامتی ہو اور ازل ہو جائے دشت میں ان اعمال کی وجہ سے تم رستہ تھے۔“

اس کی دوسری جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

يُخَوِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

”اللہ تعالیٰ مومنوں کے دل کو (صحیح اور) کچھ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“

سرکشوں کی دوسری قبض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أَلَيْسَ كَذِبًا وَقَدْ عَلِمْتُمُ الْآيَاتِ الْبَارِئَةِ

”آئی نہیں ذات کا مذاہب یا جانے گا۔“

ایک شخص کو اس کی قوم والوں نے ایمان کی دعوت دینے پر شہید کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ كَمَا كُنْتَ تَقُولُ يَوْمَ تَقُولُ لِمَنْ تَقُولُ رَقِيقًا وَجَعَلْنِي مِنَ الْمَكْرُومِينَ (نمل ۲۶)

”اس نے کہا کیا دشمن ہو جاؤ گے میرے گناہ کا بدلہ میری قوم کو ملے گا۔“

قرآن وحدیث سے یہی بات واضح ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد انسان کا اگلا مرحلہ آخرت میں ہوتا ہے۔ اور دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہوا اور آخرت کی زندگی شروع ہو گئی۔ اس کے درمیان کوئی وقفہ نہیں۔ عذاب قبر کوئی پیچیدہ مذاہب نہیں بلکہ یہ تو آخرت کے عذاب ہی کا ایک حصہ ہے۔ اور یہی بات اس تفسیر کے شروع میں سورۃ البقرہ کی آیت کے حوالے سے موجود ہے جس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ آخرت کی زندگی کا حصہ ہے۔

مصحف کی دوسری کارگیری ملاحظہ فرمائیے۔ سورہ مومن کی آیت نمبر ۴۵ میں اللہ تعالیٰ قل فرعون پر ہونے والے عذاب کا ذکر فرماتا ہے کہ:

الْكَافِرُ يُعَذِّبُونَ عَلَىٰ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

”جہنم کی آگ ہے جس پر کفار عذاب کیے جاتے ہیں۔“

قرآن کی اس آیت میں الکفار بیان کیا گیا ہے جس کے معنی ”جہنم کی آگ“ ہیں۔ قرآن کا یہ بیان چونکہ فرقہ اہلحدیث کے باطل عقیدے کو رد کرنا تھا چنانچہ اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا:

”آگ ہے جس کے سامنے یہ جہنم شام لاسے جاتے ہیں۔“

جس کی تفسیر انہوں نے اس طرح بیان کی:

”اس نے ہاتھ دھو کر غسل علی النار کیا، عذاب جہنم میں جہنم ہے۔ قیامت سے پہلے کا ہے اور جہنم سے پہلے روز قیامت کی زندگی ہے۔ قیامت والے دن اس کو جہنم سے نکال کر عذاب جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آل فرعون سے مراد فرعون، اس کی قوم اور اس کے پیروں ہیں۔ یہ لوگ ہمیں تو قبر میں مردہ قرار دے کر اظہار کرتے تھے اور عذاب موت میں طرح نظر لاتے تھے۔“

کیونکہ عذاب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہمیں نظر بھی آئے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح عذاب دینے پر قادر ہے۔ کیا ہم دیکھتے نہیں ہیں کہ خواب میں ایک شخص نہایت اذیت کا منظر دیکھ کر سخت کرب و غم میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن دیکھتے والوں کو ذرا محسوس نہیں ہوتا کہ یہ تو ایسا ہی شدید عذاب ہے وہ چاہے اس مشاہدے سے باوجود عذاب قیامت کا محسوس نہیں کرتا اور یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں۔ (ایضاً)

”اللہ فرمائی قرآنی آیت کی یہ تفسیر کہ ”الْكَافِرُ“ جنہم کی آگ“ کو ”آگ“ بنا دیا! جیسا کہ اس سے قبل دیکھنے والے تفسیق والہانوی کی کتاب کا حوالہ بھی دیا جا چکا ہے کہ انہوں نے ”الْكَافِرُ“ کو ”جنس آگ“ لکھا تھا۔ مفتی داماد نے تو محض ایک کتاب لکھتے ہوئے یہ خیانت کی تھی، لیکن یہ تو قرآن کی تفسیر لکھی جا رہی ہے تفسیر میں ایسی بدترین خیانت! اپنے فرقے کا عقیدہ بچانے کے لیے پہلے مترجم نے ترجمہ میں خیانت کی اور پھر مفسر صاحب نے قرآن کی آیت کا مفہوم بدل دیا اور عقیدہ دیا کہ یہ اسی زمین پر عذاب دیے جا رہے ہیں۔ اور پھر عدم عقیدہ کے لاکھ دعووں کے باوجود اپنے اکابرین کی تقلید میں وہی کیلانی صاحب والا خیالی فلسفہ دے ڈالا کہ عذاب قبر خواب کی مانند ہے۔ موصوف سے کوئی پوچھے کہ کیا مردے بھی خواب دیکھتا کرتے ہیں؟ کیا ان کا جسم صلیح و سالم ہوتا ہے؟ کیا ان میں بھی زندگی کی طرح شعور و ادراک ہوتا ہے؟ اور ایسا یہ کافر کی جگہ قرآن و حدیث سے تو ثابت کر دکھائیں۔ کاش کوئی انہیں قرآن کی یہ آیت کھول کر دکھائے کہ آل فرعون خواب نہیں دیکھ رہے بلکہ جنہم کی آگ پر ان کی جیسی کاغذی ذکر ہے۔ ابجدیوں کی ایک اور تفسیر ”تیسیر القرآن“ کا حال بھی سیکھا اس سے مختلف نہیں۔ اس تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے:

”اور کی تمام تفاسیر میں یہ پہلی تفسیر ہے جس میں تفسیر کے لیے سب سے زیادہ قرآن ہی کی دیگر آیات اور صحیح احادیث پا کر لیا گیا ہے۔“ (مقدمہ)

قرآن و روایات پا جانے والوں کے لیے ”مَوَاقِفُ عَقْدُ نَفْسٍ“ ”مردہ ہیں، جان کی دقت تک نہیں“ بیان فرماتا ہے۔ اب ذرا اس تفسیر کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں:

”ہرگز۔ روک۔ پر وہ روایت۔ اس میں ایک ایسی حدیث بھی شامل ہے۔ ہرگز میں انسان اکل دینا اور ارض حقہ روٹوں سے اوت میں ہوتا ہے اور یہ موت کا زمانہ ہے۔ اور اس زمانہ میں موت کے اثرات غالب ہوتے ہیں۔ تاہم زندگی کے بھی کچھ اثرات ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عذاب و ثواب ہوتا ہے مگر قیامت کے عذاب کی نسبت ہلکا ہوتا ہے۔“ (تیسیر القرآن اردو، صفحہ ۳۵۹)

ان کی یہ تفسیر پڑھ کر زبان پر یکدم سورہ بقرہ کی آیت رواں ہو گئی کہ  
 اَمْ كُنْتُمْ فِیْ سَكْنٍ اَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ لِقَاءَ رَبِّكُمْ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ یَعْمَلُ  
 ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا عَذَابٌ ۚ فِی الْحَبِیْطِ الَّذِیْ لَا یُؤْمَرُ اِلَّا بِالسُّبْحِ ۚ وَنَالِیْ اِلَیْكَ  
 الْحٰكِمُ ۚ وَنَالِیْ اِلَیْكَ الْعٰقِلُ ۚ اِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ ۝۸۵ (البقرہ ۸۵)

”کیونکہ (اللہ کی) کتاب کے بعض حصے کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو؟ پس تم میں سے جو ایسا کرے گا تو اس کا بدلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی ہو اور قیامت کے روز اسے شدید عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ناپاک نہیں۔“

قرآن پر ایمان کا دعویٰ اور یہ انداز کہ کچھ باتیں مانی جائیں اور کچھ کا انکار! قرآن فرمائے کہ ان میں زندگی کی رقع تک نہیں، اور قرآن کی تفسیر میں یہ بیان کریں کہ موت کے اس دور میں زندگی کے بھی کچھ اثرات ہوتے ہیں۔ کیا اسی کو قرآن پر ایمان کہتے ہیں؟ انہوں نے موت کے اس دور میں بھی ”زندگی کے کچھ اثرات“ کا بخود ذکر کیا ہے تو وہ ان کی مجبوری ہے۔ اگر قرآن کی بات مان لی جائے تو پھر کس طرح اس خلاف قرآن عقیدے کا دفاع ہوگا کہ زندگی شعور و ادراک و حواس سے ماری یہ گل سڑ جانے والے ہے جان لاشے سلام میں لیتے ہیں۔ خواب دیتے ہیں، فرشتے ان سے سوال و جواب کرتے ہیں، اور انہیں جہنم پر عذاب ہوتا ہے ان کو راحت سے تو اجازت ہے۔ اب اپنے فرقے کا عقیدہ بچانا ہے تو چاہئے کتابیں لکھی جائیں یا قرآن کی تفسیر، کچھ نہ کچھ ہیر پھیر تو بالآخر کرنا ہی پڑے گا!

قارئین! ان تفاسیر کی ایک بھلک آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ کیا یہ تفاسیر انسانیت کو وہ راہ دکھاتی ہیں جو قرآن و حدیث کی اصل ہے۔ ان مفسرین کے اس طرز عمل کو دیکھتے ہوئے ذاکر مثنوی مرزا کا یہ کہنا بے ساس نہ یاد آ جاتا ہے کہ  
 ”اور یہ تم کو بتاتا ہے کہ ان کی تفسیر اور انہیں جرح و مضائقہ کی شریعت نے دو کام کیا ہو  
 کسی سے نہ نہ پڑا تو اس کا عذاب یہ ہے کہ کاش قرآن و حدیث کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہوتا۔“ (ایمان خالص، قسط دوم، صفحہ ۳)

در اصل یہ تفاسیر مختلف مسلک اور مذاہب فکر کے ٹکڑے ہائے نظر کو تو پر زور انداز میں پیش کرتی ہیں لیکن ان میں اس اصل دعوت کا فقدان ہے جس نے دین ہزار سال قبل ایمان لانے والوں کی فکر و نظر میں انقلاب برپا کر کے ان کو منصب جہاں بانی کا اہل بنا دیا تھا۔ ان حقیقت ان مفسرین نے تو اصلاح احوال کے بجائے امت کو کتاب اللہ کی پیدائش سے محروم کر کے ان کے عقائد بگاڑنے ہی میں موثر کردار ادا کیا ہے، لہذا ایسی تفاسیر سے تو بڑھ کر کہ قرآن و حدیث کو ان کے اپنے حال پر ہی چھوڑ دیا جاتا۔

### جو تہوں کی چاپ سننے والی روایت

یہ مسلک پرست ہوئے زوردار انداز میں بخاری کی بیان کردہ ”جو تہوں کی چاپ سننے“ والی روایت پیش کر کے اس مردہ جسم کو شعور و ادراک رکھنے والا ثابت کرتے ہیں۔ اولیٰ انداز میں بیان کردہ اس روایت کو بتایا جا کر انہوں نے امت میں عقیدہ پھیلا دیا ہے کہ اسی دنیاوی مردہ جسم سے سوال جواب ہوتا اور انہیں اس عذاب یا راحت سے وہ چار کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں اس روایت پر قرآن و حدیث کے حوالے سے مکمل بحث پیش کی جائے گی۔ دینی الوتت زیر بحث ”مردہ جسم“ کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث مرتبہ کے سامنے کی مکمل نفی کرتے ہیں لیکن یہ مسلک پرست جو تہوں کی چاپ سننے کی جو جو جہات اس موقف کے خلاف پیش کرتے ہیں، وہ اس طرح ہیں:

”ان آیات مذکورہ کے سوا اور بھی آیات ہیں جن سے مردوں کا عدم سوانح ثابت ہوتا ہے اور جو حدیث قرآن و حدیث سے مردوں کا ایک خاص وقت میں نہا جاتا ہے ہوتا ہے جس وقت مردہ قبر میں پھریں گے سوال کے جواب دینے کے لیے زندہ کر دیا جاتا



ہے اور اس وقت مرد و زن یکساں رہتا۔

(فقہائے شریعہ از میاں نذیر حسین، اپنی فرقہ الہدیہ، حصہ اول، صفحہ ۶۷)  
 "اہل اس حدیث کے جواب میں اطفال و ابلغی ہوتا ہے کہ مرد و ایک جانے والوں  
 کی موتوں کی آواز کوئی شکار ہے تو اس کو بھی اول وقت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے کہ  
 جب منکر و کفر قبر میں آئے گا تو اس کے لئے آواز ہے اس وقت روح لوٹائی جاتی ہے  
 اس وقت تک بھی جاتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۶۷)

"سوال: جواب کے وقت روح کو بھی قبر کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔"

(مفتی و مذاہب قبر بازار، جازید اللہ داناوی، صفحہ ۱۷)  
 "کب منکر کے لئے آواز ہے کہ مرد کے جنوں کی چاہ منکر کا اقتدار کے علاوہ بھی  
 دوسری کتب صحاح میں یہاں بھی مذکور ہے تو ساتھ ہی منکر کے لئے آواز ہے اور سوال  
 جواب کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ گو یا منکر و کفر کے لئے آواز ہے تو منکر کی پہلی آواز کی  
 روح مٹیں یا نہیں سے تو اس کے لئے آواز ہے اس لئے سوال کا جواب  
 دے سکتے۔" (روح مذاہب قبر اور روح مٹنے کا زمانہ، مولانا مفتی محمد شفیع، ص ۱۵)  
 اس مسئلے پر اہل تشیع بھی ان کے ہم عقیدہ ہیں:

"احادیث و تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبر میں سوال و جواب اور منکر و کفر کی پہلی  
 آواز سے جو دنیا میں تھا مخلوق ہو گا اور روح تمام بدن یا جسم کے ساتھ جاتا ہے (یعنی  
 جتنے تک یا کم کرک جیسا کہ احادیث میں ہے) چنانچہ جاتی ہے تاکہ میت کو خطاب  
 سوال کے سمجھنے اور جواب دینے پر قدرت حاصل ہو جائے۔"  
 (معارف از آیت اللہ محمد باقر، ص ۱۱۲)

بحیثیت ایک مومن ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے پیچ رسول محمد ﷺ کسی صورت میں  
 بھی قرآن کے بیان کردہ عقیدے کے انکار میں کوئی بات کہہ ہی نہیں سکتے تھے۔  
 لیکن بانی فرقہ الہدیہ جیسا کہ پہلے ذکر فرماتے ہیں:

"ان آیات مذکورہ کے سوا اور بھی آیات ہیں جن سے مردوں کا عدم ساق ثابت ہوتا ہے  
 اور مجرح حدیث قرآن لہذا سے مردوں کا ایک خاص وقت میں زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔"

فور کیجیے! خود تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن سے مردے کا عدم ساق ثابت ہے۔ جب  
 قرآن سے مردے کا عدم ساق ثابت ہے تو پھر کیسے یہ عقیدہ رکھا جاسکتا ہے کہ نبی  
 ﷺ کی حدیث سے مردے کا ساق ثابت ہو جائے گا! سوال جواب، انشاء اللہ  
 یہ سارا معاملہ عالم برزخ کا ہے، اس زمینی قبر سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن و  
 حدیث کے دلائل پر تو ان کا دل مطمئن ہوتا ہی نہیں، لیکن کیا اپنے ہی فرقے کے  
 "عالم" کے اس اعتراض حقیقت کو بھی سمجھادیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"میت کے لئے قدموں کی آواز اپنے اندر یہ تحریر تاکہ نکلتے ہوئے ہے کہ  
 ہائے ان بے چارے کو کہ دنیا چھوڑ کر سب پہلے گئے۔" (تذکرہ اہل بیت، ج ۱، ص ۱۷)  
 اس ساق کا مردے کے جن شدہ جسم سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اکثر اہل بیت  
 کا خیال ہے۔ اور انکو ہمارے قبر کو کھنڈ کر کے یا پہلوں کے آگے پار ہونے  
 کا ٹوکے سناؤں گے اور مذاہب و مذاہب کے دیگر احوال کو بھی جس قدر حقیقت  
 پر مبنی کرنا چاہیں گے اس کا قائل ہونا مشکل ہے۔ وہ مرد کا تجرہ ہی تکلیف کرتا ہے  
 جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو گا۔" (قبر پرستی اور دعائیں موتی، از محمد قاسم تہجد، صفحہ ۷)  
 "یہاں تک قبر میں فرشتوں کے آئے مرد کو لوٹانے، میت کو بھانسنے، سوال و  
 جواب کرنے، قبر کو کھنڈ دیا نکل یا نرپ یا وہاب کا قلع ہے تو گذارش ہے کہ

یہاں قبر سے مراد یہ فی کی قبر نہیں دیکھیں اور یہاں ہے جسے آپ عالم ارواح یا عالم  
 مثال یا عالم برزخ کہہ سکتے ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۸۷)

"یہ ساری مصیبت اس لئے کھڑی ہوئی ہے کہ برزخی احوال کے بارے میں بیان  
 غلط و سادہ حدیث کو نبوی احوال پر مستطیع کر لیا گیا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۸۹)

اللہ تعالیٰ نے کس انداز میں خود انہی کے قلم سے قرآن وحدیث کی جتنی بات نکلا دی،  
 لیکن یہ ان کے چہرے کا دوسرا رخ ہے۔ اپنی دوسری کتاب میں یہی "وصوف  
 فتعداد روح فی جسد اور اللہ یسمع قور فعالہم کی روایات کو بنیاد  
 بناتے ہوئے اپنا دوسرا رخ دکھاتے ہیں:

"یہ دونوں حدیثیں یہاں طور پر لکھی ہیں کہ برزخی احوال کے بارے میں ہے۔"  
 (کراچی کا مقامی مذہب، صفحہ ۳۶)

نبی ﷺ کے حجر کے ہر کتبہ والی روایت کی بنیاد پر لکھتے ہیں:  
 "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبروں کے حج میں ضرور دیکھ دیتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۵۶)  
 مزید فرماتے ہیں:

"از مہر صدیقی کی تذکرہ والی روایت مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کی قبر  
 کے ساتھ مسجد کا منکر تعلق ہے۔" (ایضاً صفحہ ۵۷)  
 دو شخصوں والی حدیث کی بناء پر انہوں نے استخراج کیا ہے کہ  
 "اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی قبروں سے عذاب مٹوں فرمایا اور تعقیب کے  
 لئے نبی کی قبروں پر ہی شائشیں گاڑ دیں۔" (ایضاً)  
 ایک اور روایت لکھ کر لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ میں کو جو اس میں کچھ دیکھ رہا تھا۔" (ایضاً)  
 یہ طریقت انداز میں مزید عامہ فرمائی فرماتے ہیں:

"میں پوچھتا ہوں قبرستان میں کچھ نہیں ہوتا تو وہاں جا کر دعا اور استغفار کا کیا  
 مطلب؟" (صفحہ ۵۸)

خج بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے!

ملاحظہ فرمائی ان کی ذرا دلچسپ شخصیت! کیسے دہرے ہیں ازبان کی ایک کڑوت  
 سے کچھ کہتے ہیں اور دوسری سے کچھ ایک طرف جوتوں کی چاپ سننے والی  
 روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں قبر سے مراد نبی کی قبر نہیں، یہ کوئی اور  
 جہاں ہے۔ دوسری طرف کہتے ہیں کہ "یہ قبر میں زندگی پر دلالت کرتی ہے" ایک  
 طرف کہتے ہیں: "معلوم ہوا کہ میں کو جو اس میں کچھ دیکھ رہا تھا" دوسری طرف ان  
 کا بیان ہے کہ "یہ ساری مصیبت اس لئے کھڑی ہوئی ہے کہ برزخی احوال کے  
 بارے میں بیان شدہ احادیث کو نبوی احوال پر مستطیع کر لیا گیا ہے۔" اس موقع پر  
 قرآن کی یہ آیت ان پر پوری طرح صادق آتی ہے کہ

لَا تَنْفَعُ الْغُلُوفُ إِنْ كُنْتُمْ تُوتُونَ الْكُفْرَ الْغُلُوفَ إِلَّا تَنْفَعُ الْغُلُوفَ وَإِنْ تَنْفَعُ الْغُلُوفَ

در اصل پہلے ذکر شدہ نبی مرزوم کے قرآن وحدیث پر مبنی دلائل کو رد کرنا تھا  
 کیونکہ وہ ان کے فرقے کو باطل پرست ثابت کر رہے تھے، اس لیے لٹائی کرتے  
 ہوئے زبان مسوم سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسی زمینی قبر میں سب کچھ  
 ہوتا ہے۔ پھر جب بات ہوئی اپنے حریف خفیوں کو ہرانے کی تو خود وہی سب





ہوئے نہ تھے۔ اس لیے تو پہلے گئے اب ان کی جوتیوں کی آواز کسی؟! یقیناً یہ عالم بزرخ میں آئے واسطے فرشتوں کی جوتیوں کی آواز ہے۔ لیکن یہاں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے مسلم کی روایت کے الفاظ کو ڈیڑھ کر لکھا جاتا ہے:

”اب قلب و سب فرشتوں میں لکھا جاتا ہے جو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔“ (ابن ابی شیبہ، کتاب السنن، ۱/۱۰۰)

اس حدیث میں فرشتوں کے آئے کا ذکر ہی نہیں ہے اور صرف ان کرنے والوں کے آئے کا ذکر ہے۔ لہذا اس حدیث سے وہ باطل مفروضہ پاشی یا کسب جاتا ہے کہ انھوں نے لوگ ان الفاظ سے نفی اس باطل دلیل کو درست کرتے ہیں اور کتب حدیث کو رد کر دیتے ہیں۔ (مفتی محمد طیب قزوينی، رد المحتار، ۱/۱۰۰)

احادیث سے شفاف رکھنے والے جانتے ہیں کہ ایک روایت کتب احادیث میں کسی جگہ مکمل بیان کی جاتی ہے اور دوسری جگہ اس کا کوئی حصہ نقل کیا جاتا ہے، لیکن فیصلہ اس کے مکمل متن اور کتب حدیث کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ بخاری کی روایت میں فرشتوں کی آمد کا بیان ہے: ”بعد میں یہی الفاظ مسلم کی روایت میں بھی ملتے ہیں۔ لیکن دوسرے مقام پر مختصر انداز میں بیان کی گئی ایک روایت میں فرشتوں کی آمد کا بیان نہیں۔ ذہن کو تنگ کرنا سبب سبب کی نظر فوراً اس روایت پر پڑ گئی۔ اس پر چر کیا تھا، اپنا مطلب اظہار کیے کر خوشی سے اچھل بیٹھتے ہیں کہ اس میں تو فرشتوں کے آئے کا ذکر ہی نہیں۔ موصوف نے مسلم کی اقتضائے سے بیان کی گئی اس روایت کو بجا کر اپنا باطل عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش تو کر لی لیکن ان کو مسلم کی وہ روایت دکھائی نہیں دی جو اسی سے میں متصل ہے اور جس میں فرشتوں کے آئے کا ذکر بھی ہے۔ اگر مختصر بیان کی گئی اسی روایت پر اپنا ایمان بنا بیٹھے ہیں تو اسی روایت میں سب فرشتوں کے آئے کا ذکر ہی نہیں تو پھر کیوں یہ عقیدہ تسلیم کیا اور کیوں اس کی تلافی کی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد نیز وہی قبر میں فرشتے آکر سوال جواب کرتے ہیں؟ بہت خوب انداز ہے کہ ہر حدیث سے صرف اپنے فرقے کے دفاع میں چون چوں کر الفاظ لے لیے جائیں، باقی باتیں اس سے مٹا دھوئی جاتی جائیں، یعنی سلیمانی صاحب سب امکنہ و اکثر و اقل و احوال و باقی فراموش فرماتے ہیں:

”سب منکر و نیکہ قبر میں داخل کرنے کے لیے آتے ہیں اس وقت روح کو باقی جاتی ہے اس وقت ہی بھی لٹا ہے۔“

اور ”لم یفرق“ قدمونی قد دعویٰ، ”الروایۃ فی بنیادہ پر لکھتے ہیں۔  
”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت جو کافر و کافروں پر رکھی ہوئی ہوگی ہے۔“ (کراچی کا اسلامی مذہب، ترجمہ ترجمہ، ص ۵۶)

اب یہ حدیث ہی وضاحت فرمائی کہ یہ مرد کس وقت زمرہ ہوتا ہے۔ تاہم اس سے جانتے وقت لایا قبر میں دفناتی ہی یا جب دفن ہونے والے کوٹ کر جاتے ہیں انھوں نے امت میں عقیدہ بچھایا ہے کہ دنیاوی قبر میں روح کو لایا جاتی ہے اور بعد از موت جاتا ہے، جتنے (اور) لٹے (اور) لٹے جاتا ہے۔ اب اس کی بھی وضاحت ہو کہ اس نے ہم میں روح تو قبر میں لایا جانی جانی تو ابھی روح کو لائے قبر میں لکھتے ہیں کیسے ہوئے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت اولیٰ انداز میں

پیش کی گئی ہیں جن میں یہ امر اس قدر اظہار مقصود ہے کہ مرنے ہی انسان کا حساب بہت جلد شروع ہو جاتا ہے۔

### روح کا جسم؟

امام اہل بیت سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے کے بعد روح کو ایک نیا جسم ملایا جاتا ہے۔ مذاہب و مراحط کا درمیانی مجموعہ پر گزرتا ہے۔ مگر کلام الناس کو بیکار کرنے کے لیے ”الحدیث“ عالم“ لکھتے ہیں۔

”اس سے یہاں سے ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ روح کو کوئی نیا جسم نہیں ملتا۔ بلکہ اس کا اپنی بھی جسم ہوتا ہے۔“ (روحانی علاج، قمری، دارالحدیث، ص ۱۰۰)

کہنے کو یہ حدیث اپنے آپ کو حدیث پر چلنے والا کہتے ہیں لیکن ان کے مذکورہ بیان کا اگر حدیث سے ہی موازنہ کریں تو اس کے برعکس صورت سامنے آتی ہے۔ شہداء واحد کے لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

”لَوْ وَجَدْتُ فِيَّ حُفْرَةً خُطِرَ

۱ مسلم، کتاب الاموال، باب ما یلحق من اموال المؤمنین، ص ۱۰۰

”شہداء کی رگوں میں ہزاروں سالہ مومنوں میں جاتا۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کے جسم سبز کرنے والی رگوں کے ہیں، بلکہ فرمایا ”کیا کہ ان کی رگوں میں“؟ سبب اس کے واسطے جسموں“ میں ہیں۔ یعنی روح کو ایک نئے جسم میں ڈال دیا گیا ہے۔ دنیا سے چلے جانے کے بعد، کبر افراد کو بھی ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت بن ابی طالبؓ کی شہادت کے بعد صحابہ شہداء ان کے لیے کو لباس کرتے ہوئے کہتے:

”السلام علیکم یا ابنی ذی الجناحین

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب جعفر، ص ۱۰۰)

”اسو، ہاؤس، دے کے لیے تم پر ملاتی ہو۔“

اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی شہادت سے قبل کافروں نے ان کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ اور زندہ ہی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”رَأَيْتُ جَعْفَرَ يُطَلَّى فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ

(ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب جعفر بن ابی طالب، ص ۱۰۰)

”میں نے دیکھا کہ جعفر میں فرشتوں کے ساتھ لڑتے تھے۔“

اس سے نقل بیان کر دیا حدیث میں بھی اس کا واضح ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے فرزند کے لیے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے دو دروازے ہوں گے۔ یعنی انہیں ایسے جسم سے نوازا گیا ہے کہ وہ دو دروازے جیتا ہے۔ سرور جن جناب ﷺ والی طویل روایت میں بھی نبی ﷺ نے ابریمؑ، شہداء، مومن مردوں اور عورتوں، جو انہوں اور انھوں کو انسانی جسم میں ہی دیکھا۔ یہودی عورت، جو نبی کی سب سے جہنم میں داخل کر دی گئی، اسے ایک ایسا جسم دیا گیا کہ نبی اس کا گوشت فروغ نبوت کرکھار ہی تھی۔ اسی طرح مومن کی کا جہنم میں اپنی انہیں عارت کرتا ہے کہ اسے بھی ایک جسم دیا گیا۔ اسی طرح سرور جن جناب ﷺ والی مذکورہ روایت میں جنہوں نے شخص کے گال چرے جانا قرآن کو فروغ نبوت کر دینے والے

عالم کا مہر خطا بنانا نہ تا کلام میں اور عورتوں کے جسموں کا چھاننا، وغیرہ کے جسم کا  
 دیر یا بے خون میں غرق ہونا۔ اسی بات کا ثبوت ہے کہ مروجہ ایک تائید دیا جاتا  
 ہے۔ چونکہ مرنے کے بعد قیامت سے قبل ان کا یہ سارا جامہ عالم برزخ میں ہوتا  
 ہے اس لیے ان "جسموں" اصطلاحاً برزخی جسم کہا جاتا ہے۔ مگر اہل علم و فضل کی تو پہچان  
 ہی یہ ہے کہ یہ جو قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں اسے بدلتے ہی کوشش کریں۔

مروجہ قسم کے بارے میں کتاب اللہ اور مسلک پرستوں کے عقائد کا جائزہ  
 لینے کے بعد اب ہم "قبر" کے موضوع پر قرآن وحدیث کا بیان پیش کرتے ہیں  
 تاکہ اس بارے میں پھیلائے گئے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی ہو سکے۔

### قبر اور فرقہ پرست

یہ فرقہ پرست اسی دنیاوی قبر کو مرنے کے بعد مرنے والے مذہب یا راحت کا  
 مقام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے مذہب قبر کہا جی اس وجہ سے جاتا ہے کہ  
 یہ اسی قبر میں رہتا ہے، مردہ تو دفن ہی یہاں لیا جاتا ہے اور یہی دنیاوی قبر اس و  
 نہایت ہے قیامت تک۔

اس بات سے تو سبھی کو انکار نہیں کہ انسانی مدفن کو قبر کہتے ہیں۔ جہاں ایسا  
 انسان دفنایا جاتا ہے، وہ اس کی قبر ہی کہلاتی ہے۔ لیکن یہ عربی قبر مذہب یا راحت  
 کا مقام نہیں بلکہ یہ تو عالم برزخ کا حامل ہے جو کہ قرآن وحدیث سے واضح ہے۔  
 اس بات کی وضاحت کرنا خاصہ دینی ہے کہ ان فرقہ پرستوں کا یہ بھی ایک  
 بڑا قریب ہندازہ ہے کہ یہ "قبر" کے لغوی معانی پر اصرار کرتے ہیں تاکہ بھلے  
 بھالے لوگوں کو دھوکہ دے سکیں اور اس طرح ان کو اپنے عقیدہ پر حق اور جھٹی  
 امید دیتی ہے جس طرح برزخ کے لغوی معنی بیان کرنے والوں نے لوگوں کو بے  
 وقوف بنایا تھا لیکن جب قرآن وحدیث سے اس کے معنی بیان کیے گئے تو اصل  
 حقیقت سامنے آگئی۔ مگر وہ دینی، بطحیہ کہ جب "عربی" حدیث صوم، صلوٰۃ، حج و  
 زکوٰۃ وغیرہ کے لغوی معنی سے اپنا باطل عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو

یہی لوگ ان کی قرآن میں اصطلاحی و شرعی معنی پر اصرار کرتے ہیں۔ طرف تماشہ  
 دیکھیے کہ نہ چیز "قبر" اور "برزخ" کی بحث میں ان کی اپنی دلیل بنتی ہے وہی صوم  
 و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ کی بحث میں اسے عربیہ کے حق میں باطل ہو جاتی ہے! پہلے  
 لغت حق اور اصطلاح باطل تھی، اب یہ بدعنوان کے سامنے اصطلاح حق اور لغت  
 باطل قرار پائی! ایسے دوسرے معیار سے اللہ تعالیٰ نے یہ کربہ منع فرمایا ہے کہ  
 وَلَیْسَ لَہُمْ کَیْفَ یَعْنِیَنَّ الَّذِیْنَ اِذَا اُنْکَاحُوا عَلٰی النَّاسِ یَسْتَوْفُّوْنَ ؕ اِذَا اُنْکَاحُوا  
 اَوْکُوفُوْهُمۡ فَعَفُوْا ۚ فَاُولٰٓئِکَ اُولُوْا اَلْبَعۡثِ ۚ (تطبیق ص ۱۱)

"جہاں ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں اور لوگوں سے ناپ کر  
 نہیں توہر دین اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم ہیں۔ ایسا یہ لوگ نہیں جانتے  
 کہ اٹھائے بھی جائیں گے (یعنی ایک بار سے) (ختم) ان میں۔"

صحیح بات یہ ہے کہ چاہے قبر پر یا برزخ، صلوٰۃ ہو یا زکوٰۃ، ان کے جو معنی قرآن و  
 حدیث کے مطابق ہوں، وہی ان کے اصطلاحی اور شرعی معنی قرار دیے جائیں  
 گے اور ماہر کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ جس طرح منکرین حدیث نے ان الفاظ

کے لغوی معنی بیان کر کے مگر اسی پھیلائی ہے، اسی طرح یہ فرقہ پرست قبر کے لغوی  
 معنی بیان کر کے شدید مگر اسی پھیلا رہے ہیں اور قبر ارضی کا "آخری آرام گاہ" قرار  
 دے کر شرک کی بنیاد پر اہم کر رہے ہیں۔

صلوٰۃ کے متعدد لغوی معنی ہیں مثلاً دعا، رحمت، زیارت، تعریف، و ہر میں  
 وہ معنی نہیں برآئے وہاں گھوڑا کو گھسے جانا۔ بعض "آزاد پندوں" نے آخر الذکر  
 معنی لے کر ورزش اور آجیل و کھانے کو صلوٰۃ کا نام دے دیا ہے۔ بالخصوص مغربین  
 حدیث اس کے لغوی معنی شیخ اور سامانے ہیں اور کہتے ہیں کہ ات سے مانگتے اور  
 صرف اس کی تصدیق بیان کرنے سے ہی صلوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ پر وجہ اس کے  
 معنی "روڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والا گھوڑا" لیے ہیں اور اپنے انداز میں اس کی  
 تشریح کی ہے کہ صلوٰۃ اصل اسلامی نظام کا نام ہے۔ جس طرح دوسرے نمبر والا  
 گھوڑا پہلے نمبر والے گھوڑے کے پیچھے ہوتا ہے، اسی طرح انسان کو یا حق نظام اور  
 حکومت کے احکام کا تابع ہونا چاہیے اور جس نے ان قوانین کی تابعداری کی، اس  
 سے صلوٰۃ اور کمالی اور اس طرح حکم ربی تَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ کا مطلب ہوا کہ اس طرح  
 کا نظام قائم کرو۔ کیا اہل حدیث یہاں صلوٰۃ کے ان لغوی معانی پر اصرار کریں گے؟  
 آپ اندازہ لگائیں کہ صلوٰۃ کے اصطلاحی معنی اگر یہ ایک شخص مبارک ہے نہ مسلمین  
 پر فرض ہے اور اس کا ایک مخصوص طریقہ ہے، اسے صرف نظر کرنے والوں اس طرح لغت  
 کی بھول جھیل میں گم ہو گئے اور خود بھی گمراہ ہو گئے اور نہ جانتے کتنوں کو گمراہ  
 کیا۔ یہ ساری بحث اس لیے پیش کی گئی ہے تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ دین  
 اسلام میں کسی بھی بات کی تشریح و تفسیر دینی جائے گی جو قرآن وحدیث کے  
 دیے ہوئے مستند عقیدے کے مطابق ہو نہ کہ صرف اس کے لغوی معنی۔ ہم صلوٰۃ  
 کے وہی معنی کریں گے جو قرآن وحدیث سے ملتے ہیں تاکہ "فرض طریقہ مبارک" نہ  
 "رحمت" نہ "رحمت کی دعا"۔ بالکل اسی طرح قبر کے بھی وہی معنی لیے جائیں گے  
 جو قرآن وحدیث سے ملتے ہوں۔

حدیث میں آتا ہے

اَنَسَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی یَغُوْذِلَہٗ یَسْکِی عَلَیْہَا اَخْلَیْہَا فَعَالَ

اَلْقَبْرِ لَیْسَ یُکُوْنُ عَلَیْہَا وَاَلِہَا لَلْعَذَابِ فِی قَبْرِہَا

(بخاری، کتاب الجنۃ، باب قال النبی ﷺ یغیث المیت بعضہ بکفہ، علیہا

"نہی چڑھاتا) (فہم شدہ) یہودی موت کے پاں سے گذرے اس کے سر

والے میں پھونک دیتے تھے۔ یہی چڑھانے کا دیا کہ یہ لوگ اس پر مردے ہیں اور اسے

اس کی قبر میں خواب اجا رہا ہے۔"

سوچنے کی بات ہے کہ اگر بھی یہودی عورت اس زمینی لغوی و عربی قبر میں دفن بھی  
 نہیں ہوئی اور اس پر عذاب ہونے کا شہود نہ پایا جا رہا ہے، اور اس عذاب دیے  
 جانے کے مقام کا "قبر" بتایا جا رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہاں کہیں  
 مردے کے دفن کا ذکر ہو تو ہاں ان سے مراد یہی زمینی لغوی و عربی قبر ہے، لیکن  
 جہاں کہیں میت کو جزا و سزا دیے جاتے کا بیان ہو تو وہاں "قبر" کے اصطلاحی و شرعی  
 معنی لیے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمینی قبر ہر مرنے والے کو نہیں ملتی









اور انہیں پھانسی اور جگہ کی صلوٰۃ کرتے اور خود کو تکیہ کرتے ہیں کہ میں بھی کڑی ہو گئی یہاں تک کہ (صلوٰۃ کی طوائف سے) مجھ پر فحشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی اٹھائی۔ حسب رسول اللہ ﷺ (صلوٰۃ سے) غافل ہونے سے اللہ کی نادمہ شاعر مائی اس کے بعد فرمایا کہ جس چیز کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس کو آج اسی جگہ دیکھا گیا یہاں تک کہ جنت و جہنم کو بھی اور میری طرف اشارہ کی گئی کہ تم اپنی قبروں میں آ کر آجے جاؤ گے وہاں کے حقے کی طرح یا اس کے قریب قریب۔ تم میں سے ہر ایک کو ایسا ہے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس مرد کے متعلق کیا علم رکھتے ہو۔ مومن یا کافر (کہتے ہیں) مجھے یہ نہیں کہے گا وہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں یہ وہاں سے پاس نکلی نکلتا ہوں اور پوچھنے کے کرتا ہے، ہم نے ان کی بات مانی اور ان کے لئے (میری ہی کی) اس سے کہا جائے گا کہ وہاں اس لیے کہ ہم نے جان لیا ہے کہ وہ ان سے پہلے نہیں منافق یا شک کرتے، اے کچھ کہ مجھے نہیں معلوم، میں نے تو یہ لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہی میں نے کیا۔

حدیث کے الفاظ پر خود فرماتے کہ یہ تو نما مقام ہے جس کے متعلق بتایا گیا کہ فیروز تنی اخذ ختم "پھر تم میں سے ہر ایک کو لایا جائے گا" (یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بلند بیٹوں نے اس حدیث کا ترجمہ بھی بدل دیا اور کہا کہ "تم میں سے ہر ایک کے پاس بتائیں گے" اگرچہ یہ بڑی اسی ان کے ہم عقیدہ ہیں حکیم ازموں میں خیانت کی جرات ان سے نہ ہو سکتی۔ یہ بھی اہل بدعتوں کا ہی نام ہے، قرآن وحدیث سے اس کی تصریح یہ ملتی ہے کہ وہ مرنے والے کی روح فرشتے قبض کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً نَحْنُ مُدَبِّرُوهُ  
الْبُيُوتَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَأَنُفِثُ مِنْكُمْ مَنْ أَرِيدُ إِلَى اللَّهِ فَيَكُونُ مَعَهُ  
لَئِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَوْامِرَ اللَّهِ وَارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۶۷﴾

"اور وہ اپنے عباد پر غالب ہے اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوئی گناہی نہیں کرتے۔ پھر تم بلائے جاتے ہو اللہ کی طرف جو تمہارا متعلق مالک سے ہے کہ ان کو ہم اسی کا ہے اور وہ بہت جلد جواب دیتے ہیں۔"

وَلَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَوْامِرَ اللَّهِ وَارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۶۷﴾  
وَلَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَوْامِرَ اللَّهِ وَارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۶۷﴾  
وَلَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَوْامِرَ اللَّهِ وَارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۶۷﴾

"اگر تم تم کا نام اس حالت میں دیکھو کہ جب کہ وہ نکرات موت میں ہوتے ہیں اور اپنے شے باجھ دوسرا دوسرا کر رہے ہوتے ہیں ان کو اپنی چاقوں کو دے دیتے ہیں ان باتوں کی پاداش میں دولت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پرست، رکھ کر جتن کیا کرتے تھے اور اس کی آیات کے مقابلے میں سرکشی دکھاتے تھے اور تم حق پرست تھے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ ہم نے تمہیں کوئی بار بیا کیا تھا اور تمہارا آئے ہو اپنی بیچہ بیچہ دیکھو ہم نے تم کو دعا کیا تھا۔"

عن امی خرویرہ رضی اللہ عنہا قال اذا خرجت من الموضع فلتطأوا

ملکان یضعدانہما قال حدیثاً فذکر من طیب وریحہما و ذکر الممسک قال و یقول اهل المساء روح طیبۃ جاء ث من قبل الازھى صلی اللہ علیہ وسلم و علی جسد کفبت تغیر لہ فیطلقن بہ الی ریم عز و جل ثم یقول انطلقوا بہ الی اخر الاجل قال و ان الکافر اذا خرجت روحہ قال حدیثاً و ذکر من نشہا و ذکر لغتاً و یقول اهل المساء روح خبیثۃ جاء ث من قبل الازھى قال یقول انطلقوا بہ الی اخر الاجل (مسلم: کتاب الجنۃ، ص ۱۶۷) باب بعد من الممسک علی المیت و ۱ "جب وہ مرنے کے وقت اس کے بدن سے نکلتی ہے تو اس کے آگے آگے دو فرشتے جاتے ہیں ان کو آملان پر چڑھاتے ہیں اور ان پر یہ دعا پڑھتے ہیں کہ اس کی قبر میں اور جگہ کا کر یا اور کہا کہ آملان (فرشتے) کہتے ہیں کوئی پاک مرنے سے جو زمین سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تعز و جلت کے رحم سے جس کا لہنے والا رہا، پھر اس کو اس کے رب کے پاس بجاتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ تعز و جلت کا ذکر کیا ہے اور جب کافر کی روح نکلتی ہے تو وہ ہر پرستار سے اس پر لعنت کا ذکر کیا اور کہا کہ آملان (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ سے جو زمین سے آئی ہے پھر تم کہتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ تعز و جلت کا ذکر کیا ہے۔"

تقریباً یہ وہ مقام کہ جہاں سارے سارے انسان مرنے کے بعد لے جاتے جاتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ صلوٰۃ المسوف کی حدیث، جس کے بارے میں اہل بدعتوں نے انکشاف فرمایا ہے کہ اس میں نبی ﷺ نے پہلی دفعہ عذاب قبر کی تعینات سے کافر فرمایا، کائنات بھی اسی بات کو ثابت کرتا ہے۔

نبی ﷺ پر وہی نازل ہونے کے مختلف انداز تھے۔ کبھی فرشتے کے ذریعے پیغام آتا، کبھی دل میں اتار کی جاتی، کبھی خواب کے ذریعے اور کبھی وہ مناظر نبی کو دکھائیے جاتے جن کے متعلق کچھ بتانا مقصود ہوتا۔ چنانچہ اس حدیث میں وہی کا کہی ہوئے الفاظ کہ انداز تھا کہ عذاب قبر کے مناظر نبی ﷺ کو دکھائے گئے جس کا ثبوت قد رائفہ (جس نے اسے دیکھا) کے الفاظ ہیں۔

ما نشرہ فیما فرمائی ہیں

فَقَالَ امی قَدْ رَأَيْتُكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ كَقَبْلِهِ الْمَذْجَالِ  
فَكُنْتُ أَسْمَعُ زَمْرًا وَشَوْنَ اللَّهِ ﷻ بَعْدَ ذَلِكَ يَنْعَوُ ذَمَّنْ  
عَذَابِ النَّارِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ

(مسلم: کتاب الکسوف، باب ذک عذاب القبر فی صلاۃ الغسوف)  
(نبی ﷺ نے صلوٰۃ المسوف (افرنی) پھر فرمایا "میں نے یقیناً تم کو دیکھا کہ تم آوازے جاتے ہو قبروں میں، جہاں کے کوئی طرح "ان کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کو جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے پناہ دیتے ہوئے سنا کرتی۔"

نبی ﷺ نے کیا دیکھا

اللہ عز و جل علی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ فَخَرَجْتُ عَلَی الْبَيْتِ  
حَتَّى لَوْ تَنَاولْتُ مِنْهَا فَطْعَةً أَوْ قَالَ تَنَاولْتُ مِنْهَا فَطْعَةً  
فَفُطِّرْتُ بِیَدِی غَنَةً وَغَرَّ حَبَّ عَلَی النَّارِ فَرَأَيْتُ فِیْهَا امْرَأَةً







اور اسے اس کا حال انگریزوں کے ذہن سے بے لگاتار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا جواب ملتا تھا کہ وہ ایک نیا ملک تھا۔

(موت کے بعد ایک روز کاغذ پر شیعہ میں لکھی ہوئی خبریں ۱۹۶۹ء)

”مردم مبارک عطیہ فرمایا کہ تھے انارکلی ایک قسم کے جس میں قہر کا نام آیا گیا ہے وہاں قہر سے مراد کہ لم رزق ہے کہ قہر دوسری۔ اور یہ کہ جو روایت میں آیا ہے کہ خداوند عالم قہر مومن کو رحمت دے گا ہے اس سے رزق کا نام بدل دیا گیا ہے۔ قہر کی تارکی اور شیعہ دوسری نہیں ہے۔“





نہیں ملتی۔ اب ایک یہ صورت تھی کہ کسی طرح یہ ارضی قبر ہر انسان کو ملنا چاہیے یا جائے۔ اس کے لیے مختلف چالوں اور جس فنی مہارت کی ضرورت تھی وہ ان اہل تدبیروں میں بدبوچا اتم موجود ہے، لہذا اب قبر کی کچھ کی تعریفیں بھی بیان کی جائے لیں جو اس سے قبل بیان کی گئی قبر کی تعریفوں سے بالکل مختلف ہیں۔ پہلے خود سے جانے والی جگہ قبر تھی، اب اس کے لیے کھودنے کی شرط بھی ختم کر دی گئی۔ یہ کارنامہ بھی "حضرت طاسہ خا کی جان و اما تو کی صاحبہ" کے حصے میں آیا۔ "افسوس کا مطلب" اس ابقر میں رکھوا یا "اقبر اقبار سے جس کے معنی قبر میں رکھنے اور رکھوانے سے ہیں۔ ماضی کا سینہ واحدہ کرنا شب لا ضمیر واحدہ مذکرنا شب ہے (علاء القرآن ص ۱۸۲)۔ (تقریبہ: خطاب قبر، صفحہ ۷۳)۔

اب غالباً فقیرہ کے معنی بھی بدل گئے اور قبر میں رکھوائے جانے کی یہ شرط بھی ختم ہوگئی! الغرض قرآن کی آیات اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جس قبر کی وضاحت کی جارہی تھی، کیا وہ یہی قبر ہے جو انہوں نے گھڑی ہے؟ کس نے نکو دیں یہ قبریں اور کوئی ان میں دفن کیا گیا؟ فرشتے ان سے سوال کرنے لگے، وقت آئے؟۔ ان کے عقیدے کے مطابق تو یہ مردہ انھیں جہنمیوں کی آواز بھی سنتی ہیں تو ان میں فتن ہونے والوں نے کب اور کن کی جہنمیوں کی آواز سنی؟ ان کی رو میں کب لوٹائی جاتی ہیں؟ عذاب دینے والا فرشتہ تو گزر لیے کھڑا رہا ہوا جو کہ کب یہ مٹی میں مل کر مٹی بنیں، کب ان کی "آلویہ کب قبر" بنے اور کب میں ان کو عذاب دہاں لایا یہ سب کچھ ہو جانے کے ہاں، وہ مردے تو پھر بھی سچے نکلے جن کے جسم اس زمین میں گئے ہی نہیں ہیں آل فرعون نے نکال ان کے دنیاوی جسم تو دنیا کر کے چاہے گھر کی زینت بنادے گئے ہیں! البتہ ریٹ مسکلف پرست بقولہ اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ ان فرعونوں کی قبریں کہاں بنی ہیں؟ کیا شیخ محمد بن عبد الوہاب کے قانون الہی کا ان پر اطلاق نہیں ہوا؟ اس حکم کے خلاف جس کی کسی ایک کا بھی کوئی استثناء ہے؟

واضح ہوا کہ ان کے اس خود ساختہ عقیدے کی بنیاد محض منطقی ہی ہے، ورنہ خود ان کا اپنے لکھا ہوا اس کے برعکس ہے۔ ہم نے ابتدا ہی میں اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ قبر کے بارے میں ان اہلحدیث کے عقائد بار بار بدلتے رہتے ہیں، جس کی صرف ایک ہی وجہ ہے وہ یہ کہ اگر ایک بات قرآن سے ثابت ہوگی تو وہ کبھی بھی نہیں تبدیل ہوگی، لیکن وہ عقائد جن کی بنیاد محض مسلک پرستی یا بتواتر کی طرح لحد بہ لحد تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

ان کا یہ کہنا کہ سودہ انعام اور خود ملیں مستحکم ہے آیا ہے جس کا مطلب ہے سوچے جانے والی جگہ، اسی طرح سودہ مرسلات میں غرہ پایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو زمینوں اور مردوں کو میتوں والا بنایا ہے تو یہ سودہ ملک کی آیت کی ہی تفسیر ہے۔

”اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اسی میں تم کو فنا میں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔“

یہی نہیں۔  
 موصوف کی مزید خامہ فرمائی ملاحظہ فرمائیں۔  
 "البتہ جو لوگ جلی کر دکا ہو سکتے یا قتل ہو سکتے تو وہ بھی آخر کار اپنی زبان و اہل قہر  
 میں داخل ہو کر رہیں گے۔ یہاں کہ قرآن کریم ہے، ملاحظہ فرمائیے۔"  
 (مجموعہ جہد عقبہ صفحہ ۹۷)

کیسا کھلا دھوکہ دیا ہے کہ قرآن سے ثابت ہو چکا ہے حالانکہ قرآن میں ہرگز اس طرح کے کسی مقام پر قہر نہیں کیا گیا بلکہ یہ صرف شیطان کا بہکاوا ہے کہ ان کو ہر چیز قہر بکھالی دے رہی ہے اور وہ بھی قرآن سے "عذرا" ڈرا نہیں جیسی تو کسی سوچنے والا کو ملے گی ان لوگوں کی قہر بکھالی میں۔ **قَالَ عَالُوْا لِهٰٓؤُلٰٓئِكَ اِنَّ كُنْتُمْ صٰٓدِقِيْنَ** ایک طرف تو ان منتہی صاحب نے ایک نئی قسم کی قہر کا عقیدہ دیا اور دوسری طرف ایک دوسرے "نئی صاحب یوں فرماتے ہیں

[illegible]

(روح، طب قیام اور صبح - وقتی، از عبد الرحمن بن ابی نعیم - ص ۱۰۰)

ان کا یہ کہنا کہ یہ استثنائی معاملہ ہے، حوالہ دھوکہ ہے۔ مرنے کے بعد کی جزا  
سزا کے جتنے بھی واقعات قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے کسی میں  
بھی اس ارضی قبر میں جزا و سزا کا تصور نہیں ملتا۔ حیرت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
قرآن کریم میں سارے کے سارے استثنائی معاملات بیان فرمائے مگر وہ قاعدہ  
کل یہ کہیں بھی بیان نہ فرمایا جو آج ان اہلحدیثوں کے ایمان کی بنیاد بنا رہا ہے!

قاعدہ دیکھ لیں اس بات کو کہتے ہیں جو تمام انسانوں کے لیے یکساں ہو اور مستثنیٰ نہ  
اسے کہا جاتا ہے جو اس قانون سے بہت کٹر قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہو اور  
اگر قرآن مجید میں مرنے کے بعد کی جزا و سزا کے لیے شمار و اتفاقات بیان کیے گئے  
ہوتے اور ان میں اتنی واضحی و قہر میں جزا و سزا کا تصور دیا گیا ہوتا تو وہ ایک قاعدہ دیکھ لیں  
سمجھا جاتا، بعد فی الحال بیان کیے گئے متعدد قیاموں کے واقعات پھر استثناء قرار  
پاتے لیکن حیرت علم کے ان نام نہاد میٹاڈوں اور سمجندوں پر ہے کہ صرف یہی  
چند واقعات ہی تو قرآن میں ملتے ہیں اور انہی کو انہوں نے استثناء قرار دے ڈالا  
اس کا مطلب جو اگر قرآن میں مرنے کے بعد کی جزا و سزا کا قانون بیان ہی نہیں





حقارت اور تعنی "یقیناً پہنچاؤں" کرتے ہیں۔ چنانچہ اتر آں محمدیہ کی اتنی صریح وضاحت کے بعد کوئی بھی ملک کی خواہش نہیں رہتی۔ چنانچہ حدیث بعد کذا یؤیدون کا شکی کہ یہ فرق پرست اپنی آنکھوں سے فرقہ اور مسلک پرستی کی غلطی اتار دیں تاکہ راہ راست پا سکیں۔ سب کچھ دیکھ لینے اور پڑھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی اعتقاد بنا رہے اور یہی کہتا رہے کہ

"یقیناً ساری تعذبات، سوائے اللہ کے کسی اور حق کا لڑی ہوا شمار نہیں کیا جاتا"

تو اس میں عذاب دینے والے قریشے کا کیا تصور۔ یہ لوگ اپنے دلی کو مطمئن رہیں کہ جوئی تسلیموں پر کیے ہوئے ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی اور قبر کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا، حالانکہ قرآن و حدیث کا بیان واضح ہے۔ یہ نبی ﷺ کی تعلیمات ہی تھیں کہ صحابہ کرام ﷺ اپنے مرنے والوں کو دفن کرتے، عیادتی ارضی قبر میں تھے لیکن اس عذاب و راحت کا تمام نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ فرماتے:

عن انس بن مالک قال لما نفل النبي ﷺ جفن يغشاها فقلت فاطمة رضي الله عنها واكثر باماء فقال ليدس علي ايديك كزوت بغد هذا اليوم فلما هات فالت يا ابا عبد الله اجاب ربنا دعاه يا ابا عبد الله فجلس في جنة الفردوس ما واد يا ابا عبد الله جنة نيل ثغاه فلما ذفن فالت فاطمة رضي الله عنها يا رسول الله اطلنا نفوسكم ان تخلقوا علي رسول الله ﷺ الموات

(ابو حارث، کتاب النعاز، باب مدخل القبر، ج ۱، ص ۱۸۰)  
 "انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مرض کی شدت کی وجہ سے بیوش ہو گئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھبراہٹ میں یہ کہنے لگی کہ اے رسول اللہ ﷺ! تم نے فرمایا تھا کہ بعد تم سے ہوگی۔ چرہ دہش ہوئی۔ فاطمہ کی وفات ہوئی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اباجان! آپ اپنے رب کے ہاں سے پہلے مجھے ساتھ لے جائیں آپ اپنے مرنے والوں میں اپنے مقام پر پہلے گئے، ہم پھر مل کر آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں۔ اور وہب تعلق ہوئی تو انہوں نے کہا اے انس! تم لوگوں نے کیسے گوارا کرایا کہ نبی ﷺ کو ان میں چھپا دیا۔"

اس قدر وضاحت موجود ہے اس روایت میں کہ ابھی نبی ﷺ کی وفات ہوئی ہے، آپ ﷺ کی میت انہی ساتھیوں کے ساتھ ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا گمان کرتی ہیں کہ ابھی جبریل علیہ السلام کو نبی ﷺ کی وفات کا علم نہ ہوا ہوگا اور عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے ہاں سے پر اللہ تعالیٰ سے پاس پہلے گئے، جنت الفردوس میں اپنے مقام پر پہلے گئے۔ ثانی صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی ﷺ کو وفات کے بعد ملنے والی جزا کا مقام یہ دینی ہی ارضی قبر نہیں بلکہ جنت الفردوس (عالم برزخ) ہے، لہذا وہ لوگ ٹھٹھکی پر ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ وفات کے بعد اپنی مدینے والی قبر میں ہی قیام پذیر ہیں اور وہاں پر پہنچا جائے، لا اور خود سننے ہیں، سلام سننے ہیں، جواب دیتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ نبی ﷺ نے وفات سے قبل فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا،

انہی اؤلی اہلہ بشعہ

"کہ میں نے تجھ کو اس میں سے سب سے پہلے تم مجھے ملو گی۔"

(ابو حارث، کتاب النعاز، باب مدخل القبر، ج ۱، ص ۱۸۰)

ایسا اذعان سے فرمایا:

اسر لحکک لحافا بین اظہر لحکک یذا

اصول: کتاب فضائل صحابہ و صحابہ، فضائل، ص ۱۸۰

"تم میں سب سے پہلے مجھے ملو گی۔"

انہی کو صدقہ و تحائف دینے والے والے والے جہنم کے عذاب سے روکتے ہیں۔

بتائے کہ کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی اس مدینے والی قبر میں دفن کی گئی ہیں یا وہ جنت دارم برزخ میں ہیں؟ اس کی بات یہ مسلک پرست جواب دینے کی اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا عقیدہ تھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے نبی ﷺ کے اس فرمان کو روایت کیا ہے، وہ کیا علوم نہیں تھے کہ نبی ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے فرمایا ہے کہ گھر والوں میں سب سے پہلے وہ ان سے نہیں کی؟ اسی طرح عذاب جہنم کے متعلق مذکور فرمان کا بھی الیہ کو علم تھا۔ اگر (خبر باللہ من اللہ) ان کا عقیدہ دینے ہوتا کہ اس دنیا ہی ارضی قبر میں ہی میت کا قیام ہمیشہ رہتا ہے اور یہیں اسے سب کچھ ملتا ہے تو کیا وہ ان کی تدفین نبی ﷺ سے دور کر کے فرمان رسالت کی طاعت و ریزی کرنے کی ہمارے کرتے؟ قرآن و حدیث کا علم ان مسلک پرستوں کو پتہ نہ نہیں گا، انہیں لوگوں کو گمراہ کرتے کے لیے ہائیک لکانی کہ

"خبر فرمائیے کہ اللہ نے رسول ﷺ سے صحابہ سے ارشاد نہیں فرمایا، تم لوگوں کو ارضی قبر میں رہنا اور جہنم کے عذاب سے روکتے ہیں۔"

جانور عذاب قبر سننے ہیں

یہ فرقہ پرست ایسے ہوشی عورتوں کے آئے اور صلوات اللہ علیہ کی روایت میں سے ایک روایت جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

ان اهل القبور يعذبون في غيورهم فقال: صدقتهم يعذبون عذابا تسمعه البهائم كلها

(ابو حارث، کتاب النعاز، باب مدخل القبر، ج ۱، ص ۱۸۰)

"قبر والے اہل قبور میں عذاب دینے جاتے ہیں، ایسا عذاب جسے جانور سننے ہیں"

پیش کر کے یہ عزت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عذاب قبر ایسا دنیاوی دینی قبر میں ہوتا ہے۔ بخاری میں روایت میں یہ الفاظ پڑھ کر تو یہ گویا پاگل ہی ہو جاتے ہیں کہ ان کا جہنم عقیدہ اب ثابت ہوئی جو کیا حقیقت ہے کہ ایسے ہوشی عورتوں کی آمد اور صلوات اللہ علیہ کی روایات سے آشہہ ہے، انہیں جہنم کے عذاب سے آتی ہیں۔ تمہیں طریق سے آتی، دینی روایات میں یہ الفاظ نہیں ملتے۔ ایسا سربستی جہنم کے طریق سے آئے، دینی روایات میں مختلف تبدیلیوں کے ساتھ یہ الفاظ ملتے ہیں۔ اس واقعہ کی تمام تر روایات جمع کر لی جائیں تو بھی کسی ایک سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ نبی ﷺ کا اشارہ دینی دینی قبر کی طرف ہے۔ اگر عذابا تسمعه البهائم کلہا کی بنیاد پر کوئی عقیدہ دینا یا جانے کا تو اس کا تعلق اسی دنیاوی دینی قبر سے ہوگا



یہ کہ میں تم سے جہاں بھی چلاؤں گا یہ عذاب ہوتے ہوئے نہیں دیکھوں گا۔  
 اور مشرکین کی ایک روایت میں ہے جو ان کی زمین پر پانی ہوئی مشرکین کی  
 قبروں سے بھی یہ الفاظ منسوب ہیں۔ البتہ یہ اس واقعے سے مندرجہ قریب  
 بات نہیں کہتے ہیں

ان حیدر الامۃ تسلی فی قبرہا فلولا ان لا تدا فوا لدعوت

انہ ان یستحکم من عذاب القبر الذی اسمع منه

یہ حدیث اپنی قبروں میں آسانی دیتی ہے اگر کھدے نہ ہوتے تو انہ (اپنے مردوں کو)  
 اپنے قبروں سے گئے تو میں شریک اللہ بنے گا کہ تم کو بھی عذاب قبر سے محفوظ رکھے  
 میں بتاؤں گا۔

یہ روایت بھی کر کے منقوی و امانی کہتے ہیں

ابن ابی الدنایہ و مسلم نے عقیدہ عذاب قبر کے متعلق یہ روایات بیان فرمائی کہ یہ  
 ایک نئی حقیقت ہے اس کے متعلق جو روایات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عذاب  
 ہے جنہ ان کے ساتھ ہمارے قریبی قریبی ہے۔ (عقیدہ عذاب قبر صفحہ ۳۰)

اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ میت کو کسی اور قبر میں عذاب دیا  
 جاتا ہے اور یہی حقیقت ہے کہ جس طرح آپ ﷺ عذاب قبر کو کہتے ہیں اسی طرح  
 آپ ﷺ کی میت بھی عذاب قبر کو کہتے ہیں جہاں عذاب ہے کہ لوگ عذاب میں  
 آتے ہیں اور انہ چھوڑ دیں گے لہذا آپ ﷺ نے یہ مان لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ  
 عذاب قبر میں انہ بھی آتے ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے آپ اللہ نے اس کو عذاب

فرمایا۔ (ابن ابی الدنایہ ص ۳۰)

مردوں میں حکم تو صرف قرآن و حدیث ہے۔ کوئی بھی مسئلہ جو اس کے لیے  
 قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا جائے گا کہ یہی حکم رہی ہے (صفحہ ۵۰)۔ ایک  
 حدیث میں آیا ہے کہ وہ طریقہ باطل و ضعیف ہے مگر دوسری طرف یہ مسئلہ لوگ بھی جانتے  
 ہیں یہ حدیث پیش کر کے (نور اللہ) کتاب اللہ سے دیکھتے ہوئے عقیدے کو  
 رد کرنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث درست کرنا چاہتے ہیں ان کے اس بیان کی  
 سند بھی انہ بھی جانتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحہ ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم النبی ﷺ علیہ السلام و کان یحدث

ان یصلی حیث اذ کنت الطلوع و یصلی فی مراءض الغنم و الذی

مر ساء المسجد فاز مل الی حلاء بنی النخار لقال یا بی

نخار لامتونی بحانطکم ہذا قالوا لا واللہ لا نظلمت شئاً

فی اللہ فقال انہ لیس بکائن فیہ ما اقوالکم فیروز المفسر مکن

و فیہ حیرت و فیہ نحل فیہ من الشئ فی المفسر مکن فیہ

عذاب الحب و حبوب و مالک فی قطع فی النخل فیہ المفسر

فیہ المفسر فیہ الحجاز

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

نور اللہ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم انہ کی قبر میں نہیں لیں گے مگر اللہ تعالیٰ  
 سے انہیں عذاب دے گا کہ انہ انہ میں یہ بھی لیں گے جو انہ میں  
 مشرکین کی قبروں میں ہیں، جو عذاب دے گا انہ میں گھر کے درخت سے۔ پھر انہ  
 نے عذاب دے گا کہ مشرکین کی قبروں میں گھر کے درخت سے۔ پھر انہ  
 کاٹا گیا اور انہ مسجد کے قریب لے گیا اور پھر انہ سے انہ کی  
 بدشادی کی۔

غرض کہ اس کی قبر پر واقع ان قبروں کے متعلق روایات بیان کی جاتی ہے کہ یہی عذاب  
 کی کھڑی یا پھر عذاب کا تو ان قبروں کے بارے میں عذاب کی ہے۔ عذاب دے گا  
 انہ نے فرمایا کہ "جو عذاب دے گا انہ میں ہے۔" اب اس زمین پر واقع قبروں کے  
 ساتھ ہی عذاب کے اس مثل نے اس، عذاب کی ارضی قبر کی مثل مناسبت فرمائی کہ یہ  
 قبریں عذاب و راحت کا مقام نہیں، بلکہ ان کی حیثیت محض ایک کڑی ہے  
 جہاں لاش کو چھپانے کے لیے دفن کیا جاتا ہے۔ یہی عذاب کہ عذاب قبر کے متعلق  
 ہائے کے حامل کا کوئی تعلق اس ارضی قبر سے نہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہی عذاب  
 فرمائیں کہ میں نے عمر بن لہی کو انہ میں چلے دیکھا، میں نے ابو قحافہ عمر بن دینار  
 کو انہ میں لہی آتے دیکھے دیکھا، میں نے زہری عورت کو دیکھا جو انہ کو سنانے  
 کے سبب انہ میں داخل کر دی گئی تھی اور پھر یہ سب دیکھ لینے کے بعد

عذاب قبر سے پتہ چلے گا اور اس کے باوجود انہ زہری قبر میں عذاب دے گا  
 کہ عذاب دے گا انہ میں سب باتیں جو انہ سے منسوب کی جا رہی ہیں، محض ان کا اپنا  
 اعتراض ہے۔ وہ انہ نے جو عذاب دے گا انہ کی زمین پر دیا ہوئی عذاب میں گرفتار  
 مشرکین کی قبروں میں گھر کے درخت سے انہ مسجد قمر کے کے حقیقت کو باطل و ضعیف کر دے گا۔  
 عذاب انہ قبروں میں نہیں ہو گا پھر انہ انہ کی قبروں میں گھر کے درخت سے انہ مسجد قمر کے کے  
 عذاب قبر سے یہ گھر کے درخت سے انہ مسجد قمر کے کے حقیقت کو باطل و ضعیف کر دے گا۔  
 طرح سمجھ لیا کہ اگرچہ انہوں نے اپنے کانوں سے عذاب قبر کو نہیں سنا لیکن یہی  
 عذاب کے فرمان پر وہ اپنے کانوں نے سنے سے زیادہ یقین کرتے تھے۔ مگر اس  
 یقین آ جانے کے باوجود (جو انہ لینے کے بعد آجائے) انہ یقین کے گھر کے درخت سے انہ مسجد قمر کے کے  
 کسی ایک صحابی سے بھی مروی ہے کہ انہ گھر کے درخت سے انہ مسجد قمر کے کے  
 انہ سے انہ عذاب پر کوئی فرق نہ پڑتا یعنی مروی ہے کہ انہ یقین کرتے تھے۔ مگر اس  
 حسب انہ عذاب و راحت بہر حال میں کر رہا۔

ایک واقعہ کا یہاں ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ حسب ایک احمدی حدیث "عالم"

کہا کرتے یہ حدیث بیان کی گئی ہے انہوں نے فرمایا

"یہی حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

یہ حدیث صحیحہ ہے۔ اب اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا انہ کو

اس قبر میں اپنے مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دیں۔ نبی ﷺ کا یہ فرمان دراصل مذہب قبری کی افواہی بیان کرتا ہے۔ ورنہ قرآن کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جن کی قبریں نہیں بنیں وہ بھی مذہب قبر سے نہیں بچتے۔ انہیں بھی اسی عالم میں عذاب دیا جاتا ہے جہاں ان زمینی قبروں میں دفن کیے جانے والوں کو عذاب ہے۔

خامی جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ساری مخلوق اس مذہب کو پہنچے ہے اور اس سے وہ اس زمینی قبر کو عذاب کرتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے مدینہ سے باہر نکلتے تو ایک آدمی نے وہی تو فرمایا کہ یہودی اپنی قبروں میں عذاب اپنے جاتے ہیں اور اہل ایمان کے عذاب اللہ کے عذاب اللہ سے ہے۔ یہاں تو قبر کو عذاب نہیں ہے صرف آدمی کا جانا ہے۔

اس خرق عادت فعل کو زمینی قبر سے منسوب کرنا مذہب کا وہی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ جس طرح انسانیت کے مطابق نبی ﷺ کو ایک دفعہ ہم میں بھیجے جانے والے پھر کی آواز سنائی گئی۔ آسمان کا ایک خاص مرد اور کلمہ لے جانے کی آواز سنائی گئی، اسی طرح عالم برزخ میں یہودی کو یہ لے جانے والے مذہب کی آواز بھی اسی زمین پر سنائی گئی۔ جس طرح ہمیں اور آسمان زمین پر واقع نہیں، اسی طرح یہودی کو جن قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا وہ زمینی قبریں نہیں بلکہ وہ مذہب عالم برزخ میں دیا جا رہا تھا جس کی آواز جبرائی طور پر نبی ﷺ کو سنائی گئی۔ اور یہ بالکل اسی طرح ہوا جیسا کہ عالم برزخ کے دیگر عبادات نبی ﷺ کو زمین پر سن رہے ہوئے تھا دینے کے تھے۔ اسی طرح نبی ﷺ کا یہ فرمانہ کہ جانور عذاب قبر کو سنتے ہیں تو یہ فرمان بھی زمینی قبروں سے متعلق ہے کہ انہیں بلکہ اس سے مراد وہی جگہ لی جانے کی جہاں پر اصلاً ایسا واقع ہوتا ہے یعنی عالم برزخ۔ ورنہ ایسے کتنے ہی جانور ان زمینی قبروں کے آس پاس گھومتے پھرتے ہیں مگر کہی بھی نہیں بدکنا ہو کہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عذاب ان دنیاوی قبروں میں نہیں دیا جاتا ورنہ اسے سن کر وہ ضرور بدکتے۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ساری مخلوق اس کی بیعت بیان کرتی ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اس لیے کہ یہ قرآن میں بیان کی گئی بات ہے اب جب یہ بتایا جائے کہ ساری مخلوق حق ہے تو ہم اسی حد تک ایمان رکھتے ہیں جس قدر بیان کیا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور قبرستانوں میں آوازاں گھوم پھر رہے ہوتے ہیں اور کوئی جانور بدک نہیں جاتا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ نبی ﷺ کے قبر کا بدکنا محض ایک ہجو تھا۔

یہاں فراموش نہ کرنا کہ عالم برزخ کا ہم سب بڑے ہی چراغ پا ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”نبی ﷺ مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے کہ آپ کا حجر بدکنا۔ (مسلم)  
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبروں کے پاس میں ضرور کچھ عذاب مگر مشرکین سب سب اسے پھر دہرائے گئے (ابن ماجہ سنن ۱۸)

میں نہیں سمجھتا کہ بدکنا محض ہجو ہے بلکہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ یہ ہجو ہے تو کیا اگلی حدیث بھی جزو ہے۔ اور کیا بدکنا عذاب اللہ کا ہے یا انہی قبروں میں دیا جاتا ہے تو وہ

اگر چاہو کہ حدیث سے سمجھنا چاہو۔ اسے آسان سے سب اس کی آواز سنتے ہیں۔ اگر انہیں سن نہیں پڑے تو یہ بھی ”لا راجع“ یعنی وہ سننے والے نہیں ہیں۔ قانون عام ہے کہ جو کوئی بات کہی گئی ہے اسے سنا جاتا ہے۔ یہاں سے منظر کھینچتے ہیں۔ انجیل کے اس بات کا جواب دینا کہ کیا سارے حج یا گھر سے قبروں کے پاس جا کر بدکتے ہیں؟ نبی ﷺ کا پھر ہمیشہ نبی ﷺ کے پاس جا کر بدکنا تھا یا پھر یہ واقعہ ہماری زندگی میں صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا؟ ختم میں نہ جانے کتنے نبی پھر آئے جاتے ہیں۔ لیکن صرف ایک مرتبہ اس کی آواز نبی ﷺ اور صحابہ کرام کو سنائی گئی۔ آسمان کا دروازہ نہ جانے کتنے دفعہ کھلا ہو گا لیکن صرف ایک مرتبہ اس کی آواز سنائی گئی۔ پھر وہ اس نبی ﷺ کے پاس سے گزر رہا ہو گا لیکن صرف ایک مرتبہ بدکنا اور نبی ﷺ نے یہودیوں کی قبروں میں عذاب دینے سے منع کیا۔ یہاں بات قانون عام سے بالاتر تھی۔ انبیاء علیہ السلام کی کا نزول ہوتا ہے۔ وہی ہجو ہی ہوا کرتی ہے۔ عاتق اور ابن عباس فرماتے ہیں:

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ سأل رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوُحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُنْخِئَانِي يَأْتِينِي مَعْنَى صَلَاسَةِ الْخَزَرِ وَهُوَ اشْدُّ عَلَيَّ فَيُفْصِمُ عَنِّي وَفَدَّ وَغِيثٌ عَنْهُ مَقَالٌ وَأُنْخِئَانِي يَنْسَقِلُ لِي الْمَلَكُ وَخَلَاةٌ فَيَكْتُمُنِي فَاَعْنِي مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوُحْيُ لِي الْيَوْمَ الشَّدِيدُ الْيَوْمَ فَيُفْصِمُ عَنْهُ وَأَنْ جِئْتُهُ لِيُفْصِلَ عَرَفَا

ابن عساکر کتاب الوحي، باب كيف كان ينزل الوحي  
”ما تو میری فرماتی ہیں کہ عارث بن ہشام رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر وہی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بھی اسے نہیں سمجھتا۔ یہودیوں کی صورت میں آتی ہے اور وہی نبی ﷺ پر بہت بڑے شوق گزرتے ہے۔ یہی کہتے تھے کہ وہی جاتی ہے۔ پھر سب فرشتے کا کہا ہو کہ یہ وہی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ جاتی ہے۔ وہی کہ عذاب انسانی شکل میں ہے۔ اسے اس کے ساتھ لے کر آتا ہے۔ میں اس کا کیا کہہ سکتا ہوں۔ ما تو تو پوچھا کہ میں نے اسے کبھی اس کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے وہی کا سارا وقوف وہ جانتا تو آپ کی عیسیٰ نے یہی دیکھا تھا۔“

اسی طرح بخاری کتاب السلوۃ میں زیادہ منجرت ہے کہ کمال کا قول اسے ہیں کہ انزل الله علي رسول الله ﷺ و فخذة علي فخذة علي حتى غطت ان نزلت فخذة

ابن عساکر کتاب السلوۃ، باب ما يذكر في النجدة  
”اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر وہی نازل کی تو اس وقت تک کہ آپ ﷺ کی رانہ میں ان پر تھی۔ وہی نبی ﷺ کی کمر میں لگی تھی۔ انہوں نے نہ پائے۔ انسان تو انسان، جانوروں تک پر نزول وہی کا اثر دیتا تھا

عن اسماء بنت يزيد قالت اني لاحدة بزمم العصابة نافذة رسول الله اذا نزلت عليه الساندة كلها فكادت من ثقلها





اس روایت میں بھی عبد اللہ بن حنفیہ ہے جس سے متعلق اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ مجموعہ روایت ناقص اس لیے ہے کیونکہ قرآن و احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ قرآن میں اس کے متعلق جتنا ہے کہ وہ تو نبی خدا کے پاس بھیجتا ہے۔ نیز اس نے اللہ تعالیٰ سے پاس کیا کہ وہ ایسی ہی روایت کرنا ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ ہر ایک کو ایذا ہے کہ اس کو اس کے قرآن اور صحیح احادیث کے مقابلے میں کیا یہ کج رویاں، متضاد روایات قبول کی جاتی ہیں؟

میں نے انہیں بتا دیا کہ جتنا آج کے لوگوں کا ہے کہ انہیں عذاب قبر سنایا، ملک نہیں کیا کہ انہیں ڈر ہے، مارے اپنے سر سے، دھناتے چھوڑ، میں دہرے "عذاب قبر" یعنی آنکھوں سے دیکھ کر، کانوں سے سن کر، اخبارات میں پڑھ کر بھی اپنے سر سے دھناتے نہیں چھوڑتے ان لوگوں کو، صحابہ کرامؓ کو آنکھوں، پیچھے اور دائیں سے تیرا دہرہ نہیں چھوڑے گا، تیرے بھتیجنے تھا میرا کہ پہلے بتایا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے انہیں خوف عذاب قبر نہ ہوا، نہ دیکھایا، لیکن جس دور کا انسان تو بڑے مضبوط "ایمان" و "جرات" و ہمت کا مالک ہے کہ لوگ دیکھتے رہیں اخبارات چھاپتے رہیں لیکن اس کے جواب کوئی اثر نہیں ہوتا!



[illegible]

فلا تظن عاتشة رضى الله عنها اليها شينا من المعروف الا  
فان لها اليهودية؛ وقال الله عذاب النفر، فانك قد حل  
وسئل الله عز وجل على فقلت: يا رسول الله هل للنفر عذاب  
قل يوم القيامة؟ قال لا. وعنه ذاك؟ فانك هذه اليهودية  
لا على الله عز وجل كذب، لا عذاب ذنن يوم القيامة







دیکھا گیا کرتا۔

اس حدیث کے واسطے سے پہنچی کہاجہ کتاب کہ شہر ہلال اور بیضا و منہ و انہی  
زین پر زندہ تھے تو اس کا مطلب ہے کہ خواب میں کوئی عارضی یا تشبیہی جسم بنا کر  
کھائے گئے اس طرح سرور جن جناب علیہ السلام والی حدیث میں کتاب کے جسم تشبیہی  
و ماضی تھے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ کتاب کیا ہے کہ قیامت کے بعد جہنم  
کے عذاب ہوگا اور جو ان کے عذاب سے بچے گا۔

### وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خواب میں وہ منظر دکھائے جس میں یہ لوگ  
ایسی وفات کے بعد جنت میں داخل کر دیے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی  
ﷺ کو چھانی میں اللہ کے لیے سجدہ کی سزا کرنے والوں کو دکھا دیا جبکہ ان میں  
وہ لوگ بھی تھے کہ جو اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ یہ سب بشارات ہیں  
جو بخاری کی کتاب التہجد کی روایات سے ثابت ہیں اور جن پر ایمان لازم ہے کہ  
آئندہ دنیا ہی ہونے والا ہے جبکہ وفات شدہ لوگوں کے وہ واقعات دکھائے گئے  
وہ تو حقائق ہیں، لہذا کیا کہ قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا۔ یہ نبی ﷺ کا قول ہے  
حافظ ابوالکلام نے کتاب النجوم کا نہیں اس حدیث کو بنیاد بنا کر یہ لوگ سرور جن جناب  
ﷺ والی حدیث کے بارے میں کسی کو کہیں گے کہ یہ حدیث میں لکھا ہے کہ ان میں  
دیکھائے جانے والے افراد فوت شدہ ہیں جیسا کہ فرشتوں نے کہا:

"وہم جن جنات تھیں یا ان کو تھا اور اس بات کو لوگ نے اذیت تھی یہ  
نہ کہ اس طرف اس کا پورا پورا تھا۔" یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا  
ضمیمہ یا تھانیا اور ان قرآن سے داخل ہوتا ہوا ان میں اس کے مطابق عمل نہ  
کیا۔" وہ بتا رہے تھے۔ وہ منظر تھا اسی طرح بتایا گیا کہ وہ ایمان لائے تھے یہ  
شہداء کے تھے۔

بتائے یہ افراد جن کو اس وقت عذاب دیا جا رہا تھا، کیا اس دنیا میں زندہ تھے یا دنیا  
سے جانے کے بعد یہ عذاب ہو رہا تھا؟ اسی طرح جہاں کے لوگوں میں ابراہیم  
الکلیلہؑ، موسیٰؑ، اور شہداء تھے۔ کیا ابراہیمؑ اور شہداء بھی اس وقت دنیا میں  
زندہ تھے؟ دراصل یہ مقام تو ہے ہی جنت سے وصال ہو جانے والوں کا۔ جب  
نبی ﷺ نے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ:

"مجھے تجھ وہ کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں"

تو فرشتے جواب دیتے ہیں

"ابھی آپ کی عمر کا ٹکڑا ابھی باقی ہے اس کو آپ نے پر اٹھایا یا ہے جب آپ اس  
کو پورا کریں گے تو آپ ہی گھر میں آجائیں گے۔"

معلوم ہوا کہ یہ مقام بھی فرض نہیں بلکہ حقیقی ہے اور ملنے والی جزا اور بھی فرضی نہیں  
دیکھائی جا رہی بلکہ حقیقی ہے جیسا کہ فرشتوں نے کہا:

يُفْعَلُ بِهِ الْيَوْمَ الْقِيَامَةُ

"یاس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔"

مزید یہ کہ نبی ﷺ نے صرف خواب میں ہی عذاب قیامت ہونے کو نہیں دیکھا  
بلکہ صلوات اللہ علیہ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے اس قسم کے عذاب کے مناظر

دیکھے۔ اسی طرح انکھار حدیث میں بھی فوت شدہ افراد کے لیے جزا اور عذاب بیان  
ہوا ہے۔ اس پر بھی یہ کہنا کہ یہ سب جو دکھایا گیا ہے وہ قیامت کے بعد کے عذاب  
ہیں کہ جنہوں نے کو ایسے عذاب ہوگا اور دنیا گاہوں کو اس طرح و محض فریب کاری  
ہے۔ فرشتے نبی ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ "یہ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔"  
اور یہی بات نبی ﷺ نے بیان فرمائی کہ یہ عذاب اس کو قیامت تک ہوتا رہے گا۔  
مگر یہ لوگ ہیں کہ انہوں نے تو نبی ﷺ کے اتنی باتوں کے کرتے ہیں لیکن رسول اللہ  
ﷺ کی بات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عذاب قیامت کے دن سے شروع  
ہوگا۔ لہذا حدیث سے بتائے اسے انہی کہا جائے یا کفر؟ پھر ان کا یہ بھی کہہ کہ  
"جیسا کہ چاہتا ہے باطن، یہاں نہیں ہوتا بلکہ ملتا جلتا ہوتا ہے۔"

یہ ان کو کس نے بتایا؟ یا نبی ﷺ نے ایسا فرمایا ہے؟ اور "ملتا جلتا ہوگا" اسے ان کی  
کیا مراد ہے؟ کیا تم ﷺ کو محض نہیں ملے گا پھر اور ملے گا؟ کیا ہلال و منہ و انہی  
قدسوں پر نہیں چلیں گے؟ کیا انہوں نے شخص کا منہ نہیں ناک چیری جائے گی؟

۳۔ کمال لکھائی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"یہ بات بھی واضح ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کو جہاں عذاب و منظر دکھائے  
گئے۔ وہ بیت المقدس ہی کی سرزمین تھی نہ کہ کوئی اور مقام کی حدیث میں مقام  
ارض مقدسہ کا ذکر آیا ہے اور شہداء جن نے ارض مقدسہ سے مراد بیت المقدس ہی ہے  
(حاجہ نذری، جمع ابھار) (تخلیص القدر صفحہ ۲۰۰)

### وضاحت:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جب اللہ سے ڈرنے والے جنت میں  
داخل کئے جائیں گے تو کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَصَّرَنَا وَفَعَّلَنَا وَکَوَّرَنَا الْاَرْضَ نَعْبُدُہٗ اَمِنَ الْجَنَّةِ  
حَدِیْثُ شَکَّکَ الزمر ۱۰۴

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے اپنے وعدے کو پورا کر دیا اور ہمیں زمین کا  
اورستہ دیا، ہم جنت شہداء میں جگہ پا چکے ہیں۔"

قرآن کی آیت نے وضاحت کر دی کہ جنت کی زمین کو بھی "ارض" کہا گیا ہے۔  
قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان سب فرقوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ مدینہ والی قبر  
میں زندہ ہیں جبکہ اس حدیث میں نبی ﷺ کو اپنا مقام دکھایا گیا اور فرشتوں نے  
یہی کہا کہ آپ ﷺ اپنی دنیاوی زندگی پوری کر کے اپنے اس مقام میں آجائیں  
گے۔ عالم برزخ کے بجائے یہ مسلک پرست اگر ارض مقدس سے مراد بیت  
المقدس سمجھتے ہیں تو پھر نبی ﷺ کو مدینہ والی قبر کی بجائے بیت المقدس میں زندہ  
کیوں نہیں مانتے؟ ملاحظہ فرمایا ان کے عقائد کا تضاد!

اسی طرح ان مسلک پرستوں کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص مرنے کے بعد  
جزا اور عذاب کا وراثتی ہی دنیاوی قبر میں لگوا دیتا ہے جو کہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی  
ہیں جبکہ اس حدیث کی رو سے یہ وہ جگہ ہے جہاں موت سے آنکھ نہ ہونے والا ہر  
شخص جانتا ہے اور اس کو قیامت تک کا یہ دور گزارنا ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ اس  
جگہ کو عالم برزخ کے بجائے بیت المقدس قرار دیتے ہیں تو پھر ان کا عقیدہ ہونا  
چاہیے کہ ہر گناہگار شخص مرنے کے بعد اس ارضی قبر کی بجائے بیت المقدس میں



عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر یہ عذاب قہر کہاں رہا؟ عذاب بیت المقدس! نہیں کیا!  
قرآن وحدیث میں انبیاء و شہداء جنتوں میں موجود بیان کیے گئے ہیں اور  
اس حدیث میں انبیاء و شہداء بھی دکھائے گئے ہیں تو کیا ان کا عقیدہ ہے کہ جنت  
بیت المقدس میں ہے؟ جب کتاب اللہ کے بجائے منطق کو ایمان کی اساس  
دیا جائے تو پھر انسان اسی طرح گمراہ و گمراہ کر دیا جاتا ہے۔

۵۔ کیا جانتے کہ ان آدم وغیرہ سے لے کر اس وقت تک صرف ایک ہی جہنم ہوا  
ہو اس کو عذاب ایجاب ہوا اور اسی طرح ایک ہی عالم قرآن اور ایک ہی جہنم ہو؟

### وضاحت:

یہ لوگ اس قیامت کے بعد ہونے والا عذاب قرار دیتے ہیں تو کیا ازل  
سے لے کر ایک صرف ایک ہی جہنم امر ہے گا۔ ایک ہی قرآن کا سبب عمل عالم اور  
ایک ہی جہنم ہو؟

اس حدیث میں تو عذاب کا نمونہ دکھا کر اس بات کی وضاحت گئی ہے کہ  
مرنے کے بعد انسان کہاں جاتا ہے، اور یہ کہ موت سے ہٹ کر ہوتے ہی اس کی  
آخرت شروع ہو جاتی ہے جو کچھ دنیا میں کر کے آیا ہے اب اس کے مطابق اس کو  
جزا و سزا ملنی شروع ہو جاتی ہے اور یہ کہ عالم برزخ کا یہ دور قیامت تک چلے گا۔  
ایک ہی رات میں ساری دنیا کے تمام افراد کے عذاب بھیں دکھائے گئے، پھر فری  
اتبار کے ٹکڑے چتر نمونے دکھائے گئے ہیں۔

۱۔ مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہداء کے لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
ان کی دہائی کو سزا دینے والے جہنم میں داخل دیا ہے جبکہ اس حدیث میں تو  
شہداء انسانی روپ میں دکھائے گئے ہیں۔

### وضاحت:

صرف غزوہ احد کے شہداء کے لیے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی  
دہائی کو سزا دینے والے جہنم میں داخل دیا، دنیا کے تمام شہداء کے لیے ایسا  
نہیں کہا گیا۔ جیسا کہ غزوہ موت کے شہداء میں صرف جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے  
لیے ازل سے دہائی کا ذکر ہے۔

۲۔ کہتے ہیں کہ یہی جہنم حدیث ہے کہ جنت میں سب لوگ جہنم والوں کے نصیب  
اس حدیث سے قریب ہوئے۔ جہنم اور یزید کا ذکر کیا گیا ہے۔

### وضاحت:

۱۔ اصل یہ سب جہالت کی باتیں ہیں جن کے ذریعے یہ لوگوں کو صراط مستقیم  
سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اس حدیث میں جو بیان کیا گیا ہے وہ سارا برزخی دور ہے  
باب قیامت کے بعد لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے تو حسب وعدہ  
سب جوانی کی حالت میں ہوں گے۔ نبی ﷺ نے اپنے قرزند کے لیے فرمایا کہ  
”جنت میں ان کے لیے ایک دروازہ چلائے دیا جائے“

۲۔ جہنم کا یہ بیان تو کسی برزخی دور کے لیے ہے ورنہ کیا جنت میں بھی وہ ایک  
جہنم جی جی ہوں گے؟ یہ مسلک پرست اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیتے۔  
۳۔ پھر یہ بھی کہہ جاتا ہے کہ اس حدیث میں قرآن لے کر ایک عالم کا عذاب دکھایا گیا

ہے جبکہ اس وقت تک تو قرآن نازل ہو رہا تھا جس وقت وہاں کہ یہ قیامت کے بعد  
کے عذاب ہیں۔

۴۔ کمال حتمی صاحب فرماتے ہیں:

”کلمہ ہے کہ یہ شخص نبی ﷺ کا اہل حق ہے کیونکہ قرآن کا عالم تھا اور ہے عملی کی حد سے  
اس کو عذاب کا سختی قرار دیا گیا۔ یہ شخص نبی ﷺ کے اور کچھ تو یہی نہیں سکتا۔ صاحب  
کرام ”توحید اللہ اس دم سے میں شامل نہیں بنے جانتے۔ یہاں ایسے ”ماہر قرآن“  
بعد ہی کو نہیں گئے لیکن نبی ﷺ کو پہلے ہی سے ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا  
دکھا دیا گیا۔“ (عقود القم: صفحہ ۲۹)

### وضاحت:

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابیں قرآن ہی تھیں، انہیں بھی قرآن ہی کہا گیا  
ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”لَمَّا أَتَيْنَا عَلَى الْغُرِّ وَقُلْنَا لِمَ أَتَيْنَا عَلَى الْغُرِّ وَقُلْنَا لِمَ أَتَيْنَا عَلَى الْغُرِّ  
”یہی طرح کی تعبیر پہنچتی ہے ان فرقہ پرانوں کی طرف جسکی حقیت  
نے قرآن کو کلو سے بگاڑا۔“

بخاری میں روایت ملتی ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق فرماتے:  
”لَمْ يَأْتِ الْكِتَابَ جُزْءٌ فَانْجَزَاهُ فَأَمْتُوا بِغَضَبِهِ وَكَفَرُوا بِغَضَبِهِ  
— الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى

(بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ البقرہ: باب ۱۰۰: ۱۰۰)  
یعنی: ”کتاب منافقہ الانصار: باب اہل البیت“

”وہاں کتاب یہود و نصاریٰ ہی ہیں جنہوں نے اس (قرآن) کو کلو سے  
بگاڑا۔ لہذا انہوں نے بعض حصوں پر ایمان لیا اور بعض کا کفر کیا۔“

حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان آتا ہے کہ

”خُفِّفْ عَلَى دَاوُدَ الْفَقْرَ أَنْ يَكُنْ يَأْمُرُ بِدَائِيهِ لِيَسْرَعَ فَكُنْ  
بِقُرْبِ أَقْبَلِ أَنْ يَطْرُقَ بَعْضُ الْفُقَرَاءِ

(بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ اسراء: باب ۱۰: ۱۰)  
”اور اللہ تعالیٰ پر قرآن کی قرأت اتنی آسان ہو گئی تھی کہ آپ محمد ﷺ کے ہاتھ کا حکم  
دیتے، وہ اس سے قبل قرآن پڑھ کر فارغ نہ ہوا کرتے۔“

معلوم ہوا کہ جس کے متعلق فرشتوں نے بتایا کہ وہ قرآن کا عالم تھا تو وہ مکلف  
کتاب آسمانی میں سے کسی کا عالم تھا۔

۱۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انبیاء و شہداء کے لیے کتاب اللہ بیان کرتی ہے کہ وہ  
جنت میں داخل کر دیے جاتے ہیں لیکن اس حدیث میں تو عام مومن بھی جنت میں  
دکھائے گئے ہیں اور فاق جہنم میں اس طرح یہ حدیث کتاب اللہ کے بیان کا انکار  
کرتی ہے۔

### وضاحت:

۱۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ کتاب اللہ کی تشریح کی ہے! شیعہ و غیر موال و  
جواب جنت میں جاتا ہے اور صالحین موال و جواب کے بعد کوئی ان سے پوچھے  
کہ انبیاء اور صالحین کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟

### وضاحت:

جس طرح اردو میں ماضی، حال اور مستقبل کے ملحدہ ملحدہ صیغے ہوتے ہیں۔ اس طرح عربی میں نہیں ہوتا بلکہ صرف فعل ماضی اور فعل مضارع کے صیغے ہوتے ہیں۔ مضارع کے صیغہ میں حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے معنی پائے جاتے ہیں، لیکن بیاق و سباق سے صحیح زمانے کا تعین کر لیا جاتا ہے۔ البتہ حرف زمانہ کے ذریعے ان کی بھی تخصیص کر دی جاتی ہے جیسے "اس" "اگر" "سوف" "گئے" سے فعل مضارع زمانہ مستقبل کے لیے خاص ہو جاتا ہے، مثلاً سيقفل (اورے گا)۔ اسی طرح "لن" "انکے لے کر فعل مضارع اور زمانہ حال کے لیے خاص کر دیا جاتا ہے، مثلاً لنيفعل (ہو جائے گا)۔

زیر نکتہ حدیث کے الفاظ ہیں: لَيُنْفِخُنَّ لِيُنْفِخُوا اِلَيْهَا فَيُعَذِّبُ فِي قَبْرِهَا "یہ رو رہے ہیں اور اس کو اپنی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔" حدیث میں لَيُنْفِخُنَّ اور لَيُعَذِّبُ دونوں فعل مضارع کے صیغے ہیں ہوا لام تک کر زمانہ حال سے خاص ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی مستقبل سے خاص نہیں کیا جاسکتا کہ خلاف قواعد ہے۔ عربی گرامر کی اتنی معمولی بات تو مدینہ یحییٰ عرسکی کے "مفردات" کو ضرور آتی ہوگی۔

انجی۔ مسک پرستوں کے شامی ادارے دارالاسلام کی مطبوعہ بخاری میں لَيُنْفِخُنَّ کو لَفْعِ اَم کے لَیُنْفِخُنَّ لکھا گیا ہے اور لَعَذْبُ کو اِنی طرح لکھا ہے۔ لَيُنْفِخُنَّ (رو رہے ہیں) بھی مضارع کا صیغہ ہے لیکن اس کا ترجمہ یہ لوگ "اور رہے ہوں گے" نہیں کرتے۔ ایک ہی جملے میں "الفاظ مضارع کے صیغے میں ہیں لیکن کسی "وہ" سے ایک کا ترجمہ حال میں کر رہے ہیں اور وہ "وہ" کا مستقبل میں۔ اگر اس حدیث کے ان الفاظ کا ترجمہ زمانہ مستقبل میں لیا جائے تو وہ اس طرح ہوگا: "یہ لوگ اس پر رہیں گے اور اس پر عذاب ہوگا اس کی قبر میں"۔

ان دونوں معنوں کا ترجمہ یا تو حال میں ہوگا یا پھر مستقبل میں۔ ایک کا حال میں اور دوسرے کا مستقبل میں کرنا بغض اپنے باطل عقیدے کے حفاظتی ہی کوشش ہے۔ اس حدیث کا درست ترجمہ یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے اور یہی ترجمہ کتب احادیث کا ترجمہ کرنے والوں کے تراجم میں لکھا ہوا ہے اور ہم نے صرف ایک ادارے کا حوالہ دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث ان کے جھوٹے عقائد کے خلاف جاتی ہے تو یہ سنبھال گئے ہیں کہ اپنے باطل عقیدے کا دفاع کیسے کریں؟

اسی حدیث کے بارے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ انسانی میں بھی یہ حدیث آئی ہے اور وہاں نبی ﷺ کے قبر سے گزرنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم یا انسانی میں یہاں بھی آئی ہے ان میں نبی ﷺ کے قبر پر سے گھرنے کا ذکر نہیں بھی نہیں۔ انسانی کی جس حدیث کا یہ لوگ حوالہ دیتے ہیں وہ یہ روایت نہیں بلکہ ایک دوسری روایت ہے۔ مگر باطل عقیدے کے دفاع میں یہ دروغ گوئی ان کے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے۔

آپ نے اس حدیث قرآن وحدیث اور ان فرق پرستوں کے عقائد کا ایک موازنہ پیش کیا گیا۔ کتاب اللہ کی ان کے نزدیک کیا حیثیت ہے، باطل واضح ہے۔

در اصل عذاب یا رامت قبر کے معنی کا تعلق آخرت سے ہے، جو کچھ ایک انسان کو قیامت کے بعد ملتا ہے یہ اسی کا جزیں ثمرہ ہے۔ ماقبل بیان کردہ قرآنی آیات سے واضح ہے کہ مرتے ہی انسان کی آخرت شروع ہو جاتی ہے اور وہ رحمت یا جہنم (یا علم ہذا) میں داخل ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ غریب لہجے لگتے ہیں لیکن اصطلاح عام ہے کہ یہ تمام لفظی برائیوں (۱) اور مراد یہ ہیں کہ یہ قصور ہی نہیں کیے ہوں۔

### وضاحت:

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِالْآيَةِ وَسُوفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كَبِيرًا تَلْبَسُونَ فِيهَا أَزْوَاجًا مُّتَشَابِهَةً وَهُمْ فِيهَا ضَالِّونَ لَمَّا كَانَتْ هُمْ يَحْشُرُونَ فِيهَا أَعْيُنٌ مُّذْمُومَةٌ مُّسْتَوِيَةٌ مُّطَوَّيَةٌ لِلْغُلَظَّانِ (النساء، ۵۶)  
"انہیں لوگوں کے جلائی آیات و عجز کیا جائے گی، ہم ہر ایک میں ڈالیں گے اور جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کو دوسری مثالوں سے بدل دیں گے کہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں"۔

نبی ﷺ کی حدیث کے بارے میں شلواک پھیلائے والے یہ لوگ اب جواب دیں کہ نبی ﷺ جاتے والی ان کھالوں سے کون سے گندے پتے ہوں گے کہ ان کو جلا دیا جائے گا؟ عزیزان! یہ پتے کیا ہوں گے کہ جہاد سے زخم کھائے ہمسوں پر کھائے تھے؟ حمزہ بن عبدالمطلب، انس بن اسیر، عمر بن ابیوسف اور عبد اللہ بن عمر بن قرام۔ رحمہم اللہ کے کون سے جسم کھائے ہوئے تھے؟ انہی مسک پرستوں کے انداموں میں جلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں ان ہمسوں کو توڑ دیا جنہوں نے جہاد میں "دوسری نہیں لیا تھا؟ قرآن وحدیث کے مقابلے میں عقل کے ٹکڑے سے مزائے کی بجائے مَقْفُودَاتُ اَطْفَانِ کا انداز اختیار کر لیں۔ اس طرح کی قیل و قال کرنا منکروں اور فاسقوں کا طریقہ ہے۔ دوسروں کا شیوہ نہیں۔

### یہودی عورت والی حدیث

بخاری، دیگر کتب احادیث میں یہ حدیث بھی بیان کی گئی ہے کہ:  
اَتَمَّا لَمْ غُلِيْ بُهْرٌ دَلِيَّةٌ يُّسْكِنُ غُلِيْهَا اَهْلِيْهَا فَقَالَ اَيُّهُمْ لَيُنْفِخُنَّ غُلِيْهَا وَ اِلَيْهَا لَتُعَذِّبُ لِي قَبْرِهَا  
انجیل کتاب الحنا، باب ہول الضی بعد البنت سمعنا مکارا علیہ۔  
"نہا ایک اہل گھر ایہودی عورت کے پاس سے گھر سے اس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان پر رو رہے ہیں اور اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

یہ حدیث اس مقام پر نقل وضاحت کرتی ہے کہ یہاں ایک فوت شدہ انسان کو زور اور مادی جاتی ہے۔ اس صحیح حدیث سے جان چھڑانے کے لیے انہوں نے یہ انداز اختیار کیا ہے کہ لَعَذْبُ کو زمانہ مستقبل سے خاص کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ترجمہ اس طرح کیا جائے گا کہ:

"اس کو عذاب دیا جائے گا ان کی قبر میں"۔  
یعنی جب وہ اپنی دنیاوی زندگی قبر میں نہیں رہا جائے گی۔





مذہب و فتنہ چنگ



میں کہیں اشارہ بھی نہیں کیا تھا اور نہ ہی آپ کا علم اس آیت کا کچھ  
 بہت ہے بلکہ اس آیت کے اندر تو اللہ تعالیٰ اپنی اس دائمی سنت کا ذکر کر رہا ہے کہ  
 وہ روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو امور غیب کی خبر نہیں دیتا بلکہ اس  
 مقصد کے لیے وہ اپنے رسول کو منتخب کر دیتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ غور نہیں کرے کہ  
 آیت کا مفہوم ہر چند یہ نہیں ہے کہ نبی ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے لیکن مستند ہوتا  
 ہے اور یہ منافق بھی درست نہیں ہے کیونکہ مستند صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
 اپنے تمام برگزیدہ اور برگزیدہ طریق اپنے آخری رسول ﷺ کو بھی وحی کے ذریعے  
 بخشا ایسے امور غیب سے مطلع کیا کہ عامۃ الناس کی رسائی ان تک ممکن نہ تھی۔  
 تین مطلق یہ دعویٰ کہ نبی ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے کسی لحاظ سے بھی  
 درست نہیں کیونکہ اس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ نبی ﷺ از خود غیب کی باتیں جانتے  
 تھے اور یہ بھی کہ امور غیب میں سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز آپ کے حیطہ علم سے باہر  
 تھی اظہار ہے کہ یہ ایک بہت ہی غلط تاثر ہے کیونکہ اس سے شرک کے براہ کھلتی ہے  
 اور اس آیت کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہو سکتا۔ نیز آیات رسول ﷺ نے واقعات اور  
 اس آیت کے شان نزول کے حوالے سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ  
 آپ غیب کی باتیں جانتے تھے کیونکہ یہ آیت غزوہ احد کے باب میں نازل ہوئی  
 جب کہیں منافقین مہدی بن ابی احمہ کے مجاز تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے  
 ساتھیوں کے ہمراہ راستے سے واپس لوٹ گیا تھا ورنہ قریش کے مقابلے میں لشکر  
 عام کی تعداد ایسے بھی کم تھی، اظہار کی اس گھڑی میں جب یہ لوگ بھی ساتھ چھوڑ  
 چلے وہ یہ تو تعداد اور بھی گھٹ گئی جس کی وجہ سے اہل ایمان کو بڑا دھچکا لگا۔

چنانچہ اس تصور حال پر توجہ کر کے جو سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّاتِ أَنْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ غُلُوبًا وَمَنْ يُتْلَى عَلَيْهِمْ مِنْ غُلُوبٍ فَإِنَّهُمْ عَلَيْهِمْ قُلُوبٌ  
 اور ایسا نہیں کہ رسولوں کو ای حال میں جس میں کہ تم ہر چیز کو دے یہاں تک کہ  
 لوگ کو پاک سے لگ دے۔ "ال عمران: ۷۵"  
 اس کے بعد اسی آیت میں یہ الفاظ آئے:

وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّاتِ أَنْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ غُلُوبًا وَمَنْ يُتْلَى عَلَيْهِمْ مِنْ غُلُوبٍ فَإِنَّهُمْ عَلَيْهِمْ قُلُوبٌ  
 میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ تم لوگوں کی باتیں جانتے لیکن وہ (اس مقصد کے لیے) اپنے  
 دلوں میں سے جس کو چاہتے تھے جانتے لیتے تھے۔

میں نے کہا یہ جہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی طور یہ گوارہ نہیں ہے کہ کچھ لوگ دین کا  
 پورا پورا اہل ایمان کے ساتھ غلط مبالغہ درجہ مسلمانوں سے فائدہ بھی اٹھاتے  
 ہیں اور اسلام کے خلاف سازشیں بھی کرتے رہیں۔ اس قیاس کے لوگوں کو ہر  
 حال میں اللہ تعالیٰ اپنے مومنوں سے چھٹاٹ کر الگ کر دیتا ہے لیکن اس کا یہ طریقہ  
 کا نہیں ہے کہ آسمان سے ایسا ندا کے غیب کے ذریعے ہر آدمی کا نام لے کر  
 کہے کہ غلام مومن ہے، اہل منافق۔ بلکہ وہ ایمان کے دھرم داروں کو ابتداء میں  
 اہل حق سے اس طرح مومن بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں اور منافق بھی کھل

کر سامنے آ جاتے ہیں۔ اور نبی کچھ غزوہ احد میں ہوا۔

غور کیجئے کہ غزوہ احد میں ۳ ہجری کا واقعہ ہے اور اس میں ہر چند کہ منافقین  
 خود بخود اپنے مومنوں سے الگ بھی ہو گئے اس کے باوجود نبی ﷺ کو اپنے مومن  
 سیرت کی بدولت ایک طرح سے تنگ ان لوگوں کے بارے میں حسرت قلب میں رہا اور  
 آپ کو ان کے پوشیدہ عزائم کی خبر تک نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ سن ۹ ہجری کا سورج  
 طلوع ہو گیا اور یہ ٹوک مہدی بن ابی احمہ میں ایک مسجد جو کہ بعد میں "مسجد خمار" کے  
 نام سے مشہور ہوئی تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مشرکوں نے انہوں نے نبی  
 ﷺ کو اپنی تہذیب دینی سے اس کے باقاعدہ افتخار اور اس میں مسند قرار کرنے  
 کے لیے رضا مند بھی کر لیا۔ چونکہ اس وقت آپ غزوہ تبوک کے لیے مازم سفر  
 تھے اس لیے آپ نے واپسی پر اس مسجد میں مسند قرار کرنے کا وعدہ کر لیا لیکن

والہی بن اللہ تعالیٰ کی جانب سے: وَرَقَةُ التَّوْبَةِ بِئِیْ قُلُوبِ الْغَیْبِ آیات نازل ہوئیں

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْغُیْبِ وَهُوَ الَّذِي لَا يَلْقَى شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ عَالِمٌ بِهِ  
 "اور میں لوگوں نے ظہر پہچانے اور غور کرنے اور ایمان داروں میں قیامت کے  
 لیے مسجد بنائی ہے اور اس شخص کے لیے کھاتہ کی جگہ بنائی ہے جو اس سے پہلے اللہ  
 اور اس کے رسول ﷺ سے بلند کر چکا ہے۔ (اے نبی!) یہ لوگ آپ کے سامنے  
 قہمیں کر رہے ہیں کہ ان کا وہ تو حق بھلائی ہے اور اللہ گواہ ہے کہ یہ ایک  
 جھوٹ ہے۔ اب نبی آپ اس مسجد میں کھڑے ہوں۔ البتہ ہر مسجد میں بنایا  
 اذن دین سے تعلق پرور تھی وہاں لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس  
 میں ایسے آدمی ہیں کہ پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پاک  
 صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ پھر جہاد کیا شخص ہوتے ہیں کہ جس نے اپنی  
 عمارت (مسجد) کی بناء اللہ کے خوف اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص کہ  
 جس نے اپنی عمارت (مسجد) کی بناء کسی اور نے اہل کفر کے کنارے پر رکھی  
 ہو یا وہ شخص کہ نے کسی اور نے اپنی عمارت (مسجد) کی بناء کسی اور نے اہل کفر کے کنارے پر رکھی  
 نہیں۔ اہل ایمان کی عمارت جو ایمانوں نے بنی ہے، ایسا ہر ان کے دلوں میں شک کی  
 بات (کا کائنات) کو کھینچ کر رہے کی یہاں تک کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں۔ اور  
 اللہ تعالیٰ بڑے مہم اور بڑی حکمت والا ہے۔"

ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے منافقین کے عزائم سے بے خبر رہتے  
 ہوئے ان سے وعدہ فرمایا کہ سفر تبوک سے واپسی پر ان کی مسجد میں ہم صلوات دار  
 کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے، جو کہ عالم الغیب ہے، یہ آیات نازل فرما کر منافقین  
 کی سازش کو بے نقاب کر دیا۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہونے پر آپ ﷺ نے چند  
 صحابہ کرام کو بھیج کر وہ مسجد سہار کر دئی۔ فیصلہ کیجئے کہ اس روایت سے کیا یہ ثابت  
 ہوتا ہے کہ نبی ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے یا یہ کہ وحی نازل ہونے کے بعد ہی  
 آپ کو منافقین کے بدعوم و قاصد کا علم ہوا؟

## دوسری آیت

عَلَّمَ الْغَيْبَ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ  
 "وہ غیب کا جانتے والا ہے اور وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اسے اس ظہر کے  
 لیے وہ پسند کرے۔" (الحج: ۷۶)

بڑی عجیب بات ہے کہ جس آیت کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی صفت خاص سے ہو رہا ہے کہ وہ عالم الغیب ہے، اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے اور جس سیاق و سباق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اس پر غور کرنے سے تو یہ غیب مزید بڑھ جاتا ہے اور یہ سوال یاد رہے کہ اس سے ٹکرا ہے کہ کیوں ان لوگوں کو قرآن کی آسمان اور عالم غیب زبان سمجھ میں نہیں آتی؟ اس آیت سے پہلے اللہ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِن كُذِّبَ أَكْزَبَ قَوْلُهُمْ فَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِئِنْ كُنْتُمْ لِلْعَذَابِ الْغَلِيظِ كَاذِبِينَ (۳۵)

”اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ تو ریب ہے یا جو کہ آپ نے اس کی مدت اراد کر دی ہے۔“

قُلْ إِن كُذِّبَ (میں نہیں جانتا، مجھے معلوم نہیں ہے) کے واضح الفاظ ہرگز اس تاویل کی اجازت نہیں دیتے کہ نبی ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو واضح الفاظ میں حکم دے رہا ہے کہ آپ انکھار حق کے طور پر برملا کہہ دیں کہ اسے کافر و کافے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عذاب تمہارے لیے مقرر کر دیا ہے وہ عذاب کب اور کس مرحلے پر نازل ہوگا؟ تمہاری ہلاکت اور بچائی کا وقت قریب آنکا ہے یا میرا آپ ایک مدت تک تمہیں مہلت دے گا؟ تمہاری سرکشی اور نافرمانی کی سزا تمہیں دینے میں ہے گی یا عذاب حساب کے بعد؟ ان باتوں کا تعلق اسرار غیب سے ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی، اس لیے مجھے تمہاری ہلاکت کے معین وقت کا خلق علم نہیں ہے۔

رسول میرا حکام اللہ کے عذاب سے تمہیں ڈراتا ہے۔ میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ اب اللہ کے عذاب کا کوڑا کب تم پر برے گا، اس کا معین وقت اللہ ہی جانتا ہے کیونکہ عالم الغیب اسی کی ذات ہے جتنا ہے۔

چنانچہ پہلے تو اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے رسول ﷺ کی زبان سے اس امر کی وضاحت کروائی کہ رسول عالم الغیب میں ہوتا، اس کے بعد تصریح آیات کے ذریعے اپنی اسی سنت کا تکرار فرمایا جو سورۃ آل عمران کی ایک آیت کے ضمن میں پچھلی سطور میں بیان کی جا چکی ہے، یعنی

لِيْلَهُ الْغَيْبُ فَلَا يَخْضِعُ لَهُ أَحَدٌ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

”غیب کا جانتے والا ہے، اور اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اے اس خلیفہ کے لیے وہ ہند کرے“ (العن ۲۰: ۲۷)

قرآن کے یہ الفاظ جس سلسلہ کلام میں آئے ہیں، اس میں یہ مفہوم داخل کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ نبی ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے اور اگلے الفاظ بھی اس مفہوم کی تائید نہیں کرتے۔ جیسا کہ ارشاد ہے

وَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ كَانُوا يَسْمَعُونَ قَوْلَكَ لَسَخَّرْنَا

رُسُلَنَا إِلَيْكُمْ (العن ۲۰: ۷۷)

”پھر وہ اس (رسول) کے آگے پیچھے غیبیان (فرشتے) مقرر کر دیتے تاکہ وہ جان لے کہ اس نے اپنے رب کا پیغام (اللہ کے بندوں تک) پہنچا دیا ہے۔“

ان الفاظ سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ اپنے برگزیدہ رسولوں کو وحی کے

ذریعے غیب کی خبریں دیتا ہے تو پھر ان کو آزاد نہیں چھوڑ دیا جاتا بلکہ اس کی جانب سے ہر وقت ان کی غفلت گفرائی کی چابی ہے تاکہ اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ ہو۔ دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اہل عالم غیب کو تمام امور غیب سے مطلع نہیں فرماتا بلکہ وحی کے ذریعے صرف وہی باتیں ان کو بتاتا ہے جو فرشتوں کی نبوت کی بجا آدمی کے لیے ہرگز بر اور تبلیغ دین کے فیصلے سے اللہ ضروری ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے حوالے سے مذکورہ صدر استنباطات اور اس کی تفسیر اللہ کی طرف سے ہے بغیر مطلق یہ کہنا کہ نبی ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے، صراحتاً اور بار بار انداز ہے۔

### تیسری آیت

وَمَا لَهُمْ عَلَى الْغَيْبِ بِمَعْرِفَةٍ (العن ۲۰: ۷۷)

”اور وہ (نبی ﷺ) غیب جاننے میں محفل نہیں ہے۔“

بریلوی صاحب فکر کے مولوی مذکور نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے بارے میں قرآن ہے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں یا نہیں کرتا، مجھ دیا ہے غیب ہی تو جانتا ہے اور حق نہیں کرتا۔“

جو کوئی بھی کیسوں کی کتابچہ اس آیت پر غور کرتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کیا کچھ دیا اور یہ کہ کون کون سی باتیں ”غیب“ کے زمرے میں آتی ہیں، تو قدرتی طور پر اس کا ذہن سب سے پہلے انہی باتوں کی جانب متوجہ ہوگا جو دین تمہیں کی اساس ہیں، اور وہ سوچے گا:

اولاً اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ موجود ہے۔

ثانیاً اس نے فرشتوں کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق ہیں۔

ثالثاً اس نے اہل عالم غیب کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کے ہر دور میں جن وانس کی ہدایت کے لیے انجیل بھیجی ہے۔

رابعاً اس نے جنت کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

مومن بندوں کے لیے جنت کی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

خامساً اس نے جہنم کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار و

مشرکین کے لیے جہنم کی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

یہ سب چیزیں غیب کے زمرے میں آتی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو بھی اس

نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود ان سب پر اس کا پختہ ایمان

ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اہل ایمان کی صفت ہی یہ ہے کہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ یعنی وہ

غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نیز ہر صاحب ایمان یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے رسول ﷺ ہی کو وحی کے ذریعے ان باتوں سے

آگاہ کیا اور رسول ﷺ کو حکم دیا:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغُوا مَا أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ مِنَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ

”اے رسول (ﷺ)! پہنچا دیجیے جو آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل ہوا۔“

اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔“



مذہب ہے اور ہر صاحب ایمان معصوم قلب سے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ نبوت کی ابتداء سے لے کر وفات تک، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو نبیہ ذل فرمایا، آپ ﷺ نے پاک و کاست پر اپرا لوگوں تک پہنچا دیا اور کسی مرتبہ پر نفل سے کام نہیں لیا کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کا دین میں ایک پیغام تھا۔ چنانچہ نبی ﷺ کے مقصد بعثت کو مد نظر رکھ کر اللہ کے ارشاد **وَمَا كُنَّا عَلَى الْغَيْبِ بِصِدِّيقِينَ** پر جو کوئی بھی غور کرے گا تو اس کے ذہن میں لفظ "غیب" کا اسی مفہوم ابھر ہوگا جو اوپر کی سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ غم اس آیت کی جو تشریح بریلوی مکتب فکر کے افراد کرتے ہیں اور اس لفظ کا مفہوم باہر کرنا چاہتے ہیں، اس سے تو الاحمال یہ شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی آپ ﷺ پر نازل فرمایا اس کا مقصد (معاذ اللہ!) نہ تو مسالہ اسلام (اسلام کیا ہے؟) اور نہ مسالہ ایمان (ایمان کیا ہے؟) جیسے بنیادی سوالوں کی توضیح تھا اور نہ ہی آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد اللہ کے دین کی تشریح تھا بلکہ ان کے موقف کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صرف اس مقصد کے لیے بھیجا تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے گاہے گاہے ان کو کائنات کے اندر و دوز سے آگاہ کرتے رہیں اور ضرورت پڑنے پر ان کو بعض ایسی نصیحتات فرمائیں کہ ان سے دین میں تک ہر آدمی کی رسائی ممکن نہیں (تعلیم باہد!)۔ اگر اللہ کا یہ تصور بھی کتنا عجیب ہے! لیکن ہمارا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ ان لوگوں نے رسالت کا یہ تصور قرآن سے نہیں لیا اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ قرآن کو تو یہ بات پہلے سے افہام کر دے عقیدے کے اثبات کے لیے خواہ مخواہ درمیان میں لے آئے ہیں اور انہوں نے اس عقیدے کی شہادت درج ذیل احادیث کی خواہ مخواہ

### پہلی حدیث

عن طارق ابن شهاب قال سمعت عمر يقول قام فينا النبي ﷺ فقال ما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ورسوله من نسبه بحارۃ کتاب بدء الخلق باب فی تولد تعالیٰ هو الخلق یبذل الخلق (۱) واقع میں شہاب سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی ﷺ ایک مقام پر ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور حقوق کی پیدائش سے لے کر آج تک کا حال بیان فرمایا جب بعثت والے اپنے حکاموں میں اور دوزخ والے اپنے گناہوں میں داخل ہو گئے کسی کو یہ باتیں یاد تھیں اور کوئی بھول گیا۔"

اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے اس کا سبب اباب یہ ہے کہ نبی ﷺ اہل جہنم کو جمع کرانے کے لیے ان کے سامنے کھڑے ہوئے، اپنے اپنے گناہوں کے بارے میں آپ ﷺ نے کائنات کی تخلیق کے متعلق کچھ بیان فرمایا اور ان میں اہل جہنم کا ذکر کیا۔ لیکن تم غلط فہمی ملاحظہ کیجیے کہ ان حدیث میں اس حدیث کی طرف سے جس میں جبریل علیہ السلام کا بھی ذکر ہے یہ روایت پورا چھوڑ کر

سے غلط استدلال کر کے بریلوی مکتب فکر کے افراد نے بے شمار غلط عقائد کے ساتھ یہ عقیدہ بھی داخل مسلک کر لیا کہ نبی ﷺ کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا۔ اور اس عقیدے میں بریلوی منہر نہیں ہیں، بلکہ دیوبندیوں کا بھی۔ جو کہ موجد ہونے کے دعویدار ہیں، ایسی عقیدہ ہے جیسا کہ ان کے مسلک کی بنیادی کتاب کی درج ذیل عبارت سے عیاں ہے:

ولقد اعطی علم الاولین والاخرین

"بلکہ آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا"

(مصلحہ ۱۰، المیزان علی السنن مؤلفہ بریلوی حقیقی احمد مسہار نیویری، مطبعہ بریل ۱۳۵۵ھ، ادارہ اصلاحات، ۱۹۰۰، انارکلی لاہور)

ظاہر ہے کہ کتب رسول ﷺ کے زعم میں لکھے ہوئے یہ الفاظ درحقیقت رسول ﷺ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں اور اللہ کی کتاب بھی ان کو پوری شد و مد کے ساتھ رو کرتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ الْمُسْلِمِينَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَوَلَّوْاْ لَنُصِصَنَّهَا فَتَرَوْنَ كَثِيرًا مِّنْهَا

"اور بلکہ ہم جانتے ہیں تم میں سے آگے چلے جانے والوں کو اور وہک ہم جانتے ہیں پیچھے رہ جانے والوں کو۔"

اس آیت میں لفظ **الْمُسْلِمِينَ** قریب قریب "اولین" کا ہم معنی ہے اور لفظ **الْمُسْلِمِينَ** "آخرین" کا ہم معنی۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان کے دعوے کے مطابق واقعی نبی ﷺ کو "اولین و آخرین" کا علم عطا کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دوسری طرف تاکید (لَقَدْ) کا استعمال کر کے کیوں ارشاد فرمایا کہ

"ہے بلکہ ہم جانتے ہیں تم میں سے آگے چلے جانے والوں کو اور پیچھے رہ جانے والوں کو"

اور اس قسم سے کیوں اپنے رسول ﷺ کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا؟ چہ چہ جب اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رسول ﷺ کو اس حکم سے مستثنیٰ نہیں کیا اور تاکید بالائے تاکید کا انداز اختیار کر کے بھرپور طریقے سے اس امر کی وضاحت کر دی کہ "اولین اور آخرین" کا علم صرف ہمارے پاس ہے تو مروجہ "ہے رسول" کی آیت میں اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی صفت خاص میں شریک کرنا کتنا بڑا ظلم ہے! ان سبب کا یہ عقیدہ قرآن ہی کے مخالف نہیں بلکہ صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔ اس ضمن میں فی الحال صرف دو احادیث قرآن کی جارہی ہیں جنہیں بخاری ہی نے روایت کیا ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لیروا علی ناس من اصحابی المحو ض حتی عرفتهم اعطوہم اذونی فاقول اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدک

(بخاری، کتاب الرقاق باب فی انحاء من فی النہد ۱)

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ محو (کوڑا) پر آئیں گے میں ان کو پہچانوں گا لیکن وہ مجھ سے دور بٹارے جائیں گے میں ان کو یہ کہوں کہ تم میرے ساتھی نہیں کیونکہ جانتے

گا آپ نہیں جانتے آپ کے بعد جو کچھ کام انہوں نے کیے۔"

ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں یہ بھی اضافہ ہے کہ:

لما قول انهم مولى قبحال الك لا تقوى ما حدثوا بعدك

فما قول سحفا سحفا لمن غتر بعدى (ایضاً)

(یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگوں کو روئے نہ جائیں گے ان میں کوئی گمراہ

میرے ساتھی میں تم کو گمراہ کرنے کا کوئی آپ نہیں جانتے آپ کے بعد جو لوگ ملے گئے گم

انہوں نے کیا بھرمیں گے گا اور جو دور ہو وہ دور ہو نہ سے بعد چل گیا۔

بریلویوں اور نجدیوں کے عقیدے کی رو سے اگر واقعی نبی ﷺ کو "اولین و

آخرین" کا علم عطا کیا گیا تھا تو متعدد احادیث میں آنے والے نبی ﷺ کے یہ

الفاظ کس کھاتے میں جائیں گے۔

### انك لا قدرى ما احدثوا بعدك

"آپ ﷺ نہیں جانتے آپ کے بعد جو سے کام انہوں نے کیا۔"

ظاہر ہے کہ اس سوال کا کسی کے پاس کوئی "قول و قول" قبول جواب نہیں ہے۔

بخاری کی زیر تبصرہ حدیث علم ﷺ پر تیاں کر کے نبی ﷺ کے متعلق علم

کا عقیدہ وضع کرنے والے گمراہ یہ تو سوچتے کہ کیا ایک انکست میں "اولین و

آخرین" کے متعلق مکمل معلومات فراہم کرنا ممکن ہے یا نہیں! فرض کیجیے کہ

نبی ﷺ نے ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے صحابہ کرام کو مکمل

معلومات فراہم کر دیں تو صحابہ سے نبی ﷺ سے اس موقع پر سن کر جو کچھ یاد

رکھنا دیکھنا یا سمجھنا یا یاد رکھنا اور اسی طرح صحابہ سے جو کچھ انہیں نے سن کر

یاد رکھا وہ واقعی یا نہیں تک پہنچا یا ہو گا اور اسی طرح صحابہ سے جو کچھ انہیں نے سن کر

اس موقع پر آپ ﷺ کی زبان سے آیا ہوئے والا ایک ایک لفظ محدثین تک پہنچنا

چاہیے تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ موقع پر "اولین و آخرین" کے متعلق آپ

ﷺ نے جو اعداد احادیث بیان فرمائیں، وہ کدھر گئیں؟ یہ بات تو یہ طلب ہے

کہ محدثین نے منع حدیث کے سلسلے میں سخت جان کاشی دکھائی! ایک ایک لفظ کے

لے طویل طویل سفر کیے۔ مگر محدثین کی سادہ سادہ سیال کی تک دو اور وجوہ کے

باوجود حدیث کی حدود سے چند کتابیں ہی مرتب ہو سکیں جبکہ "اولین و آخرین"

کے متعلق نبی ﷺ کی عملی احادیث مذکورہ تحریر میں لانے کے لیے اربوں کھربوں

کتابیں بھی لاکھائی تھیں! کیا نبی ﷺ کی زبان سے نکلے ایک ایک لفظ کو یاد رکھنے

جو البتہ ایک انتہائی ناقابل اور ناقابل قبول جواب ان کے "حکیم الامت حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی صاحب" نے اپنی کتاب "نثر الطیب" میں دینے کی کوشش کی ہے۔

فرماتے ہیں کہ اس روایت پر "عرض افعال امت کی روایت کے تقاضا کا شہ اس لیے

نہیں ہو سکتا کہ اس روایت میں نہ تو یہ نہیں ہے کہ یہ افعال قلب کو بھی شامل ہے نہ یہ نفس

ہے کہ تمام افعال ظاہری کو شامل ہے۔ لیکن یہ کہ عقائد اور افعال کے مقاصد کے داخلی

عقائد نہ کیے جاتے ہوں اور بعد فرض عرض عام کیے نہ یہ نہیں ہے کہ بعد عرض کے وہ سب

پر وہی کر کے بارہ جے ہوں۔" (صفحہ ۱۱۵۹) ہے کہ ان "حکیم الامت" صاحب کی

نظر سے یہ بات گزر گئی کہ "وَاللّٰہُ یُبَیِّنُ لَہٗ مَا یُؤْتِیْہِ مِنْ حَظٍّ" (موم ۱۶۳) تمام اشیاء احوال

اللہ ہی پر پیش ہوتے ہیں۔" یہ "کَلَامٌ" کیا نفس قطعی اور ہر طرح کے احوال پر عید نہیں؟

والوں سے ایک ہی نشست میں فراہم کردہ ہزاروں صدیوں پر محیط انتہائی اہم  
مطلوبات آج واحد میں ہی فراہم کر دیں؟ ان لوگوں کے پاس یقیناً اس کا بھی  
کوئی "قول جواب" نہیں ہوگا۔

یہ سے توبہ کی بات ہے کہ ایک جانب تو یہ وقت گزرتے ہیں کہ

"بہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنے بعض محبوب کا علم دیا۔"

اور دوسری جانب بخاری کی زیر بحث حدیث سے غلط استدلال کر کے یہ بھی ثابت

کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو "اولین و آخرین" کا علم عطا کیا گیا!

کچھ میں نہیں آتا کہ ان کی کون سی بات کو کچھ باتیں اور کون سی بات کو جھوٹ

سمجھیں؟ کیونکہ ایک وقت یہ دونوں عقائد جو کچھ سمجھیں، دیکھتے!

### دوسری حدیث

حدیثی ابویزید یعنی عمرو بن الخطیب قال صلی بنا رسول

اللہ ﷺ الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر

فزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر

ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس

فاخبرنا بما کان و بسا هو کائن فاعلمنا احفظنا

اسلم کتب السنن و اشراط الساعۃ باب نصیر النبیاء ینبئون الی قیام الساعة

"ابو یزید حدیث کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے میں فجر کی صلوٰۃ

پڑھائی اور منبر پر چڑھ گئے اور ہم سے خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آیا۔

آپ ﷺ منبر سے اترے اور صلوٰۃ والی الجہیزہ پر چڑھ گئے اور ہم سے خطاب

فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت آیا۔ آپ ﷺ منبر سے اترے اور صلوٰۃ والی

الجہیزہ پر چڑھ گئے اور ہم سے خطاب فرمایا یہاں تک کہ غروب ہو گیا۔ پس

آپ ﷺ نے ہمیں انہی ان باتوں کی وہ دو تھیں اور جو دینے والی ہیں۔ ہم

میں سب سے زیادہ علم والا ہے جس نے سب سے زیادہ ان باتوں کو یاد رکھا۔"

یہ ہے روایت جس سے بریلوی کتب فکر نے غلط استدلال کر کے یہ عقیدہ وضع

کیا کہ "نبی ﷺ کو ہا کان وما یکون (یعنی جو کچھ ہو گا اور جو کچھ ہو گا) نے علم دیا ہے،

کا علم عطا کیا گیا۔" اب اس تضاد کو کیا کہیے کہ ایک طرف تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ

"حقیر الطبیخ" اور دیگر امور کو کوہ تعالیٰ نے اپنے بعض محبوب کا علم دیا۔"

اور دوسری طرف اس روایت کو بٹھا دیتا کر نبی ﷺ کے لیے ایک ایسے علم کا ثابت

کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر وہ نے زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور

سات سمندر ان کا پانی سیاہی میں تبدیل ہو جائے تو بھی اسے خطہ تحریر میں لانا

ممکن نہیں!

جہاں تک مسلم کی روایت میں بیان کردہ اس واقعہ کا تعلق ہے کہ نبی ﷺ

نے فجر سے مغرب تک مسلسل خطاب فرمایا اور سوائے صلوٰۃ المکتوبہ کے اس

دوران کوئی وقفہ نہیں کیا تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ نبی ﷺ کے عام

معمول کے خلاف ہے۔ سارا سارا ان تقریر کرنا آپ کا عام دستور نہیں تھا بلکہ آپ

بیش و حد فصاحت میں اختصار سے کام لیتے تھے جیسا کہ مسلم ہی کی روایت میں وہ



يَعْلَمُ مَا كَيْفَ يَنْزِلُ فِيهِمْ وَمَا كَلَّمَ بِهِمْ (البقرة: ۲۵۵) جمع ۱۰۰

"اللہ تعالیٰ اچانک ہے وہ ان کے آگے ہے اور وہ ان کے پیچھے ہے۔"

اس آیت کے الفاظ مَکِیْنِ اَیْنِ فِیْهِمْ میں مستقبل کا اور وَمَا كَلَّمَ بِهِمْ میں ماضی کا مفہوم پایا جاتا ہے اور مَکِیْنِ و مَکِیْنِوں کے الفاظ کا مطلب بھی یہی ہے۔ چنانچہ جملہ مکمل کرنے کی غرض سے اگر ان الفاظ کے آغاز میں فعل مضارع یَعْلَمُ داخل کر دیا جائے، یعنی یَعْلَمُ مَا کَانَ و مَا کُنْیَا کہا جائے تو یہ جملہ قرآن کی آیت یَعْلَمُ مَا کَیْنِ اَیْنِ فِیْهِمْ وَمَا کَلَّمَ بِهِمْ کا ہم معنی ہو گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جس طرح خالق کوں وہ کائنات انسان کے ماضی، حال و مستقبل اور اس کے آگے پیچھے کے تمام حالات سے مکمل طور پر باخبر ہے، اللہ کے رسول ﷺ بھی اسی طرح باخبر ہیں اور چونکہ یہ غیر محمد و محمد ان لوگوں کے اقل ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو مطلع فرمایا ہے، اس لیے یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ جس رسول ﷺ کے توسط سے اللہ نے قرآن میں جہاں اس قسم کے احکام صادر فرمائے ہیں کہ فَلَا تَجْعَلُوا لِلْأَنْفُسِ أَنْفَکَ آدَآ (اللہ نے اپنے بند مقرر کر دیا) وَلَا تَجْعَلُوا لِلْأَنْفُسِ شَرِکَ (اور اس کے ساتھ کسی بی شریک نہ بنا دیا) اسی رسول ﷺ کو اس نے اپنا شریک اور ہمسر بھی بنالیا اور اس طرح سے (مولا اللہ) خود ہی ان آیات کی تکذیب و تعطیل کر دہی اس عقیدے کا حاصل نہیں ہے۔ فیصلہ کیجئے کہ یہ عقیدہ بہتر ہے یا وہ دوسری شریکیت جس کی رو سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے حقوق و امتیازات میں کوئی بھی شریک نہیں ہے؟

### تیسری حدیث

عن النبی بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنا مع عمر رضی اللہ عنہ بین مکة والمدينة فقال ان رسول ﷺ کان یرونا مصراع اعلی بئر بلاص یقول هذا مصرع فلان عدا انشاء الله قال فضال عمر فوالذی بعثه بالحق ما اخطوا والحدود التي حد رسول ﷺ قال فاجعلوا فی بئر بعضهم علی بعض

(مسلم: کتاب الحجۃ و حفة عیسیٰ و اہلبا)

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے۔ (عمر رضی اللہ عنہ نے بہرہ والوں کا قصد شروع کیا) کہنے لگے اللہ کے رسول ﷺ ہم کو اہل کے ان قیل و قال کے اندر کافروں کے نام بتاتے تھے آپ فرماتے تھے کہ اللہ نے چاہا تو اہل کافروں کا فریب دیاں کرے گا (اور انہیں یہاں اور پھر مدینہ نے بنایا کہ تم اس کی جس نے آپ ﷺ کو اہل کے ساتھ بھیجا ہو جو یہی آپ کے بیان کی خبر دے ان کو توں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی (یعنی وہ سچ کر رہا ہے) اور وہ ایک قوم میں جیسے ہے کہنے۔"

مسلم کی روایت بالا حدیث میں صرف اتنا واقعہ مذکور ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک پیشین گوئی فرمائی اور وہ اللہ کے حکم سے سچ ثابت ہوئی لیکن یہ بیانیوں کی جو شہادتی مل چکی ہے کہ اس واقعہ کو بھی انہوں نے نبی ﷺ کی "غیب الہی" کی

تائید سے بیان کیا کہ خداوند ﷻ نے (کوئی نبی) محمد میں انہارے جتنے مکر بہت سے تھے وہ مدینہ پر ہوا (یعنی تقریبی) اس سبب وہ غیر سے اس سے تو ہم سے کہا کہ وہ نہ تھا نا آپ نے خطبہ تو بہت میں اور خداوند چاہا لیکن آپ نے بہت سے خطبہ کے کام لیا: آپ اس خطبہ کو زوال دیا کرتے تو بہتر ہوتا۔ خداوند ﷻ نے انہار دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی یہی کتابی ہے کہ مسطورہ کو لکھا کرے اور خطبہ ﷻ اور پھر ماہرہ دم مسطورہ کو لکھا کرے اور خطبہ کو محقق اور بعض بیان یاد دہانہ۔

مسلم: کتاب الحجۃ  
حدیث ۱۰۰۰  
حدیث ۱۰۰۰ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مسطورہ میں آپ کی مسطورہ بھی اوسط رہے گی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی

یہ بات پایہ شہادت کو پہنچ گئی کہ وہ خطبہ خطاب میں اختصار اور جامعیت کا انعام صحت منو کدہ ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے یہ واقعہ کہ نبی ﷺ نے خطاب فرماتے رہے، آجھ سے بالاتر ہے۔ اگر اس کو ایک خاص اور یہ معنی واقعہ کا نام دے کر قبول کر بھی لیا جائے تب بھی یہ بات کسی ذی شعور انسان کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ نبی ﷺ نے صرف ایک دن کے مسطورہ کے خطاب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو ماضی اور مستقبل میں رونما ہونے والی بات سے آگاہ فرمادیا اور کوئی ایک چیز بھی ذکر کیے بغیر نہیں چھوڑی ایسے میں جسے ناقابل قبول ہے کہ اس کا کائنات کی ابتدا سے اختتام ہزاروں صدیوں پر محیط ہے حسب زمانے کی تفکیکات ایک دن میں بیان کرنا ممکن نہ ہو سکتا ہے اور پھر کہ فجر اور غروب آفتاب کے درمیان وقت ہی کتنا ہوتا ہے؟ اس کے عین ایام میں بھی زیادہ سے زیادہ تیرہ چودہ گھنٹے۔ اور اگر ان میں سے کائنات و انسان و مسطورہ میں صرف ہونے والا وقت بھی نکال دیا جائے تو فیصلہ یہ نکلتے ہی پاتی بیٹھ جیسا۔ چنانچہ کون صاحب عقل اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ اللہ نے اپنے قابل وقت میں کچھ کھائے ہیں بغیر ازل سے ابد تک رونما ہونے والے تمام حالات و واقعات کی پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہوں۔ یہ بات بھی حسب سادہ اس طرح ظہر ظہر کر فرمایا ہو گا کہ سننے والے آپ کی اس حدیث سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ ایسی طرح سمجھتے چلے گئے ہوں گے۔ واقعے سے یہ ذی شعور انسان یہی نتیجہ نکالے گا کہ نبی ﷺ نے کچھ خاص ماضی سے متعلق بیان فرمائی ہوں گی اور کچھ مستقبل کے متعلق۔ زیر تبصرہ حدیث کے الفاظ صاحب ہا ہما کائن و ہما ہو کائن (یعنی آپ ﷺ کائنات میں اس قدر تھے کہ جو کچھ انہوں نے ہونے والی چیزیں) کا اس کے علاوہ کوئی اور مدعا نہیں ہو سکتا۔ ان تمام کے فہم و دانش کی راہ دیکھئے کہ انہوں نے حدیث کے الفاظ سے ایک مفہوم برآمد کیا اور پھر اس مفہوم کی بنیاد پر عقیدے کا ایک ایسا محل تعمیر کیا کہ اللہ کے کائنات کی صفات اور زمین کی بنیادی تعلیمات کے لیے کھلا خطبہ

لیکن بتایا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بارے میں ان کے مولوی نے گورنمنٹ لٹریچر یا کہ "ہمارے چارے آقا علیہ السلام جانتے تھے کہ کل کیا ہوگا اور کون کیسا مرے گا" جبکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا بِرَبِّكَ أَفْهَمَ ۚ مَن يَتَذَكَّرْ فَإِنَّا مُفْهِمُونَ (قصص: ۳۳)  
 "اور ہرگز تیرے رب سے ہم زیادہ فہم نہ تھے۔ مَن تَعَلِّمُ يَتَذَكَّرْ فَإِنَّا مُفْهِمُونَ" سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا اطلاق صاحب قرآن پر نہیں ہوتا اور آیت قرآن پاک کے ان الفاظ میں استغنا کا کوئی ثبوت بھی نہیں اور ہر قسم کے لیے یہ علم کیسا ہے؟ اچھی طرح اس سوال کی روشنی سے سمجھنے کے لیے بظاہر کتب ثبوتیہ و احادیث اللہ تعالیٰ کے چارے ہیں اس لیے کہ:

"آپ ﷺ باذن اللہ جانتے تھے کہ کل کیا ہوگا"

حالات رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آپ ﷺ کے متعلق یوں دعویٰ کرے کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ کل کیا ہوگا۔ بخاری روایت کرتے ہیں کہ ربیع بنت مضر وہ لڑکی تھی جس کے مرنے پر نبی ﷺ تشریف لے گئے۔ چھوٹی بیویاں، صوف بھرا کمرہ، شہداء، بدر کی تشریف لہرائی تھیں۔ ایک نے یہ مصرع بھی پڑھ دیا: "وَلَيْسَ لَكَ بِغُلَامٍ مَّالِي غَدٍ" ہم میں سے ایک نبی جو جانتا ہے کل کی بات "آج ہی کل کیا ہوگا؟" اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: یہ میت کو اور پہلے جو کہہ رہی تھی وہی کہہ۔ "بخاری کتاب المغازی، باب شہداء اللہ (۲) کے تحت باب ۱) اب یہ بھی قابل غور ہے کہ کیا نبی ﷺ سے محبت کا یہی تقاضہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی صورتِ خلافِ روزی و بار آپ کا ہر حکم پامال کیا جائے؟

جس طرح سو فیہ کی جدائی کرامات کو سبب جو از فراہم کرنے کے لیے "ہدائن اللہ" کے الفاظ کو ہر تصدیق کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں نبی ﷺ کے متعلق قریب ذاتی کے سرحد عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ان الفاظ کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ \* یہ لوگ دراصل کہنا تو یہ چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو تو یہ پہلے ہی معلوم تھا کہ بدر میں کون کافر لڑیں مرے گا، البتہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق پیش گوئی "اللہ تعالیٰ کے اذن" سے فرمائی، اگر یا کہ بعد از انصاف کا شرکیہ عقیدہ جو کہ ان مسالک کا جزو ایک مانا ہے، یہاں بھی کافر ثابت لیکن اس کا اظہار درحقیقت الفاظ میں کیا جا رہا ہے ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی علم شان اور اس کا وقار ہی ان لوگوں کے پیش نظر ہوتا تو اس واقعے کے متعلق ہم اور وہ حتیٰ الفاظ میں بیان دینے کے بجائے سیدھے سادے الفاظ میں اسی بھی کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وہی کے ذریعے آپ ﷺ کو اس کی دشمنی خیرا سے دی لیکن جب نبی

\* لفظ یہ ہے کہ جس کے شرکین بھی اپنے خود ساختہ اہلوان کو اہل حق قرار دیتے ہیں وہی "مَن يَتَذَكَّرْ فَإِنَّا مُفْهِمُونَ" کا پہلا لفظ ہے جو نے جو نے کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں یہ تمام خوبی عطا کیا ہے، عین ان کے علم کی حد نبی میں ان کے لیے وہی الفاظ و روایت کے لیے لکھے ہیں۔  
 لا تُرِيكَ لَكَ الْاُشْرِيكَ هُوَ لَكَ تَفْهَمُكَ وَمَا لَكَ  
 "(اللہ! اگر کوئی شرک نہیں سونے اس کے حق نے اپنے ساتھ جو شرک کیا ہے)"  
 اعظم کتاب الحج، باب الطلبيہ و صفتہا و خبائہ

ہی میں تھا، جو تو زبان پر سیدھی اور جی بات لیکن آسانی ہے اہم حال قرآن وحدیث کی روشنی میں اب یہ فرق واضح کرنا ہے کہ آیا نبی ان کے دعوے کے مطابق "باذن اللہ" جانتے تھے کہ کل کیا ہوگا یا آپ ﷺ کے علم اور ان کا تمام تر دار و دار آسمانی و دینی پر مشتمل سورۃ الفہم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ لَا يَذْكُرُونَ لَوْ سَبَّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ فِي لَبَاسٍ غُرُبَةٍ أَوْ نَجَسٍ وَلَا يَلْتَمِسُونَ جِلْدًا مَّعْرُوفًا (احزاب: ۱۷)  
 "اور نہ ہو جیسے ان کے کہتے ہیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمانی لباس عطا کیا ہے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمانی جلد عطا کی ہے۔ لیکن اس کے بعد چند روایات تک جبریل علیہ السلام نے ان کے کہنے سے منع فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مشا اللہ کہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ ہر معاملے میں "اللہ تعالیٰ نے" کا لفظ فرماتے۔ بخاری نے باب باندھنا باب باب ما کان حبیبی ﷺ یسأل بسم اللہ یقول علیہ الوحی فیقول لا ادری اولسم یسحب حتی یقول علیہ الوحی ولم یقل برای ولا یقباس بقوله تعالیٰ یسأل لعلہ اللہ وقال ابن مسعود علیہ السلام سئل النبی ﷺ عن الروح فسکت حتی نزلت الایۃ (بخاری کتاب الادب، ص ۱۸)

بصواب نبی ﷺ نے کوئی مسئلہ اپنی رات اور قیاس سے نہیں بتایا بلکہ جب آپ سے کوئی امر بات پوچھی جاتی جس کے بارے میں کوئی دلی قائل نہ ہوئی ہو تو آپ صاف فرماتے: لا ادری (میں نہیں جانتا) یا تو قائل ہونے تک خاموش رہتے، دیکھو اب نہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا ہے: "وَمَا لَکُمْ لَا تَقُولُونَ حَتّٰی نَخْبِرَکُمْ بَشَیْئًا مِّنْهُ" "یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے بارے میں علم ہے۔"

اور عید الفطر میں مسند احمد نے کہا نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا کیا ہے اور آپ صاف فرماتے: لا ادری (میں نہیں جانتا) یا تو قائل ہونے تک خاموش رہتے، دیکھو اب نہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا ہے: "وَمَا لَکُمْ لَا تَقُولُونَ حَتّٰی نَخْبِرَکُمْ بَشَیْئًا مِّنْهُ" "یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے بارے میں علم ہے۔"

اب باب میں بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے: "جاہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ میں بخاری ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ میری عبادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے ہوش نہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور وضو کرنا پڑا تو میں نے ہوش آگیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے مال کا کیا قیصل کر رہا ہوں؟ آپ ﷺ نے جو جواب دیا، یہاں تک کہ میرا دل کی آیت نازل ہوئی۔"





47A





10



مسعودی کی بیوی ہے۔ تب آپ ﷺ نے جواب دیا۔ اس کو اپنے خاندان اور خیم بچوں  
لو بعد ق (۱۰۷) دوسرے میں وہ بڑا ثواب ہے۔ ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقہ  
کا۔ (بخاری، کتاب النکاح، کتاب النکاح، ۱۰۷)

غور فرمائیے کہ نبی ﷺ اور دوسرے پر کھڑی عورتوں کے درمیان ہزاروں میل کی  
مساافت نہیں بلکہ بیچ میں صرف مٹی کی ایک دیوار یا کپڑے کا پردہ سارکی ہے۔ اس  
کے باوجود آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھ رہے ہیں کہ کوئی عورتیں ہیں؟ بلال  
رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ وہ بارہ احتیاط فرماتے ہیں کہ کوئی نہ سب سے؟ سب  
واضح طور پر بتایا گیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے تب آپ ﷺ نے ان  
کے سوال کا جواب دیا۔ اگر کائنات کی ہر چیز آپ ﷺ پر روشنی ہوتی تو آپ ﷺ  
کو بار بار پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بلال رضی اللہ عنہ کے بولنے سے پہلے ہی فرما  
دیتے کہ مجھ پر سب کچھ روشنی ہے۔ میں پس دیوار اور پس پردہ دیکھ رہا ہوں۔  
عبد اللہ بن مسعود کی بیوی ایک عورت کے ساتھ آئی ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ وہ  
کیا سوال پوچھنا چاہتی ہے۔ چاہتا ہے یہ جواب دے دو۔ اگر حقیقت ایسا ہی ہوتا  
تو بلال رضی اللہ عنہ کو بھی معلوم ہو جاتا اور ان عورتوں کے علم میں بھی یہ بات آ جاتی کہ نبی  
ﷺ پر کائنات کی ہر چیز عیاں ہے اور انہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن انہوں  
کہ نبی ﷺ نے اصحاب بولنے کے باوجود وہ لوگ اس بات سے بے خبر ہی رہے!

(۳) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ سوار آپ ﷺ کو روکے  
مقام پر ملے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "من المقوم؟" "کون لوگ ہیں؟" انہوں نے  
جواب دیا: "المسلمون" "ہم مسلمان ہیں۔" وہ لوگ پوچھنے لگے: "من انت؟"  
"آپ کون ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "رسول اللہ" "میں اللہ کا رسول  
ہوں۔" ان میں سے ایک عورت نے اپنے سچے کو ہاتھ سے بلانے کیا اور آپ ﷺ سے  
پوچھنے لگی: "کیا اس بچے کا بیج تم سے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں بیج ہے اور تجھے  
اس کا ثواب ہے۔" (مسلم، کتاب الحج، باب حجة حج الصبی، ۱۰۷)

(۴) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں نبی ﷺ کے  
ساتھ تھے۔ وہاں سے لوٹے تو میں ایک نشست رفتار اونٹ پر سوار تھا۔ میں نے  
دیکھا پیچھے سے ایک سوار نے آن کر کھڑی سے میرے اونٹ کو ٹھونسا دیا۔ وہ اونٹ نے  
اونٹ کی طرح چلنے لگا۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ نبی ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے  
پوچھا: "ما یغفلک؟" "تجھے کاش ہے کی جلدی ہے؟" میں عرض کیا: "نبی ﷺ کی شادی ملی  
ہے۔" آپ ﷺ نے پوچھا: "اب تکز اف غیبا؟" "انوار سے یا شب سے؟" میں نے  
کہا: "شب سے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "انوار سے کیوں نہ کی؟ وہ دھندلے فطیق تو  
اس سے۔" (بخاری، کتاب النکاح، باب النکاح، ۱۰۷)

غور فرمائیے کہ جابر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے صحابی ہیں۔ مدینہ میں ہی قیام پذیر ہیں۔  
وہیں انہوں نے شادی کی لیکن نبی ﷺ کو اس شادی کی باخبر نہ ہوئی۔ نہ جس  
عورت سے جابر رضی اللہ عنہ سے شادی کی، اس کا تعلق بھی ای زمانہ وہاں سے تھا اور  
اسی شہر میں رہتی تھی لیکن نبی ﷺ کو اس کا حال معلوم نہیں کہ وہ انوار سے یا شب سے۔  
جابر رضی اللہ عنہ نے شکشاف کیا تب آپ ﷺ کو حقیقت حال کا علم ہوا۔

(۵) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے  
رسول ﷺ کے پاس آئے۔ ان پر زردی کا نشان تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی عیب  
پوچھی۔ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے ایک انصاری عورت سے  
شادی کی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "مہر کیا دیا؟" انہوں نے بتایا کہ نصفی برابر سونا۔  
آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ میری دعوت کر دے اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔"

(بخاری، کتاب النکاح، باب النکاح، ۱۰۷)

عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شادی خاندان باری کا واقعہ بھی اسی دور صحیر کا ہے جب  
اللہ کے آخری رسول ﷺ اس دنیا میں موجود تھے اور مہاجرین و انصار کے درمیان  
مدینہ میں رہتے تھے۔ ہوا اس وقت چھوٹا سا شہر تھا۔ لیکن آپ ﷺ کو اس شادی کی کانون  
کا خبر نہ ہوئی عورت ہی یہ معلوم ہو۔ کہ عورت کو مہر مل کر کیا چیز ہو گئی؟ یہ ساری  
تفصیلات عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بتانے پر ہی آپ ﷺ کے علم میں آئیں۔  
یہ اس واقعے میں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ نبی ﷺ کے سوال پر عبد الرحمن بن  
عوف رضی اللہ عنہ کو، راہی تعب نہ ہوا کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں  
ہیں۔ اگر ان کا یہ ایمان نہ ہوتا اور ان مسلک پرستوں جیسا عقیدہ رکھتے تو وہ یقیناً  
نبی ﷺ سے عرض کرتے کہ اب اللہ کے رسول ﷺ آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے،  
زمین و آسمان کی ہر چیز آپ ﷺ پر روشن ہے، پھر ہم سے کیوں پوچھتے ہیں؟

(۶) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینہ میں "منہ" کے بعد ایک رات نبی ﷺ  
کی آنکھ کھل گئی اور نیند اچھٹ ہو گئی۔ (ابن ماجہ، ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ۱۰۷)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "ہاں میرے اصحاب میں سے کوئی نیک بخت آج کی  
رات میری مخالفت کرے گا۔" عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس میں ہم کو (نہ) کے  
قریب اختیار اس کی آواز سنائی دی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: "من هذا؟" "یہ  
کون ہے؟" "آواز تیری، سعد بن ابی وقاص ہوئی۔" آپ ﷺ نے پھر پوچھا:

مسا جاعاً و جاك " کیوں آئے ہو؟ " تو انہوں نے عرض کیا: مجھے اللہ کے رسول کے بارے میں کچھ اور سامعین ہوا، لہذا میں آپ کی حفاظت کرنے آیا ہوں۔  
 انکے بعد فرمائی ہیں کہ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خزانے کی آواز سنی۔

(مسلم: کتاب الفضائل، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)  
 کون ہے؟ کیوں آئے ہو؟ اس قسم کے سوالات سے کیا کہیں بہت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ پر ہر چیز روٹن تھی؟

(۷) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رفعِ حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ بیت اللہ سے نکلے تو پوچھا: منیٰ و منیع ہذا؟ یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ لوگوں نے بتایا خود میں نے ہی کیا۔ ابن عباس نے رکھا ہے، لہذا آپ ﷺ نے ان الفاظ میں دعا دی:

اللّٰهُمَّ فَيِّقْهُ فَيَّ الدِّينِ "اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ بھلا فرما۔"

(مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما)  
 پانی کا برتن تو نظر آگیا کیونکہ آنکھوں کے سامنے ہی پڑا تھا، لیکن کس نے رکھا، یہ معلوم نہ ہو۔ بلکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا دم سے کرتا رہا گیا تب آپ ﷺ کو معلوم ہوا۔ نبی ﷺ کے لیے کاکات کی ہر شے عیاں سمجھنے کے وغیرہ اس مسئلہ پرست و راہ اس حدیث پر غور فرمائیں۔

(۸) سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خیمہ کے لیے نکلے۔ اللہ نے خیمہ کو فتح کر دیا۔ ہم دن خیمہ فتح ہوا، اس کی شام کو لوگوں نے بہت آگ جلائی۔ اللہ کے رسول ﷺ پوچھنے لگے: ہذا ہذا النیران! غلی غلی ائی شئی یا تو قد و ن "یہ آگ کیسی ہے اور کیا چیز پکائی جا رہی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا: گوشت پکا رہی ہے۔ آپ ﷺ پھر سوال کیا: غلی غلی لسخیم "کس چیز کا گوشت پکا جا رہا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا: ہستی (خیمہ) کے گدھوں کا (یہ گدھے مالِ ثیمت کے طور پر ہاتھ آئے تھے)۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ گوشت بہاؤ اور ہاتھ پاؤں توڑ ڈالو (کیونکہ گدھے کا گوشت حرام ہے)۔ ایک شخص نے عرض کیا: (اگر) ہم گوشت بہا دیں اور ہاتھ پاؤں ڈھولیں (تو بہتر ہوگا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی کرو۔

(مسلم: کتاب الصیاد والنبائح، باب تحریم اکث لحم الحیور الا تسلیہ)  
 بدعتیں لگی حدیثوں کی اکبت ہیں زمین و آسمان کی ہر چیز نبی ﷺ کے علم میں تھی۔ اللہ کے بندو از بین و آسمان تو بہت وسیع و عریض چیزیں ہیں، چھوٹی سی ایک ہاتھی کے اندر کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی نبی ﷺ کو ہر پختہ کرنا پڑا کیونکہ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔ نبی ﷺ کی یہ صفت نہیں ہے۔

(۹) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں شراب کی ایک مشک تھ میں لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا

تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کر دیا ہے؟ وہ کہنے لگا: نہیں۔ اس نے ایک اور آدمی کے کان میں کوئی بات کی تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ساؤ زنا "تو نے اس سے کیا سرگوشی کی؟" دوسرا شخص بولا: میں نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ شراب کو بیچ ڈال۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس اللہ نے شراب کا پینا حرام کیا ہے، اس نے اس کی خرید و فروخت بھی حرام کر دی ہے۔ یہ سن کر پہلے شخص نے مشک کا منہ کھول دیا۔ پس جو کچھ اس میں تھا سب بہہ گیا۔

(مسلم: کتاب المساقات، والبراء عند ما بیع التحیر)  
 خود فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور وہ اس موقع پر "اولین و آخرین" پر مشتمل اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق نہیں، بلکہ صرف وہ آدمی تھے۔ اور ان میں اور آپ ﷺ کے درمیان زمین و آسمان کا بند بھی نہیں تھا بلکہ وہ نبی ﷺ کے قریب ہی بیٹھے تھے لیکن اسے قریب ہونے کے باوجود آپ ﷺ کو قطعاً معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے آپ ﷺ میں کیا سرگوشی کیا ہے۔ اسی لیے تو آپ ﷺ کو استشعار کا پورا غیر اس واسطے کا تعلق تو نبی ﷺ کی زندگی سے ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد عقیدے کا حال یہ ہو گیا ہے کہ ضعیف اور موضوع روایات کی بنیاد پر ان تمام مسائل نے امت کے اندر یہ بات مشہور کر دی کہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس درود و سلام پڑھا جائے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ سبحان اللہ! اب زندگی میں آپ ﷺ سامنے بیٹھے دو آدمیوں کی سرگوشی تک نہ سن سکتے تو وفات کے بعد آنکھوں کو روڑوں انسانوں کا پڑھا جائے، والا درود و سلام یک وقت کیونکر سنتے گئے اور آسمان پر آپ ﷺ کی روح مبارک بھی قبر میں نہیں ہے، بلکہ جنت کے سب سے اعلیٰ و ارفع مقام (العلیہ) میں ہے۔

(۱۰) یہ تو دو آدمیوں کی آپ ﷺ کی سرگوشی کا معاملہ تھا۔ حدیث میں تو آتا ہے کہ جب نبی ﷺ کے سامنے آواز بلند نہ کرنے سے متعلق سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے جب کچھ عرض کرتے تو اسے آہستہ سے بات کرتے جیسے کوئی کان میں بات کرتا ہے، یہاں تک کہ نبی ﷺ کو ان کی بات سنائی نہ دیتی تو آپ ﷺ دوبارہ پوچھتے کہ کیا کہا؟

(بخاری: کتاب الاغتصاص، باب ما یلک من الضعیف)  
 نبی ﷺ کو ان کی قبر میں زندہ سمجھ کر وہاں سلام کرنے اور اس سلام کے سننے اور جواب دینے کے وغیرہ اگر اس حدیث پر غور فرمائیں۔

(۱۱) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگ کھجور کے درختوں میں کھجور لگاتے یعنی بیج نہ کاری کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم لوگ یہ کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: ہم بیوٹہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ کام نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ لوگوں نے بیج نہ کرنا چھوڑ دیا جس سے کھجور کی پیداوار گھٹ گئی۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے اس قصص کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من دینکم فلیخذوا به



وَإِذَا أَمَرْتُمْ فَاغْلُظْ بِقِسْفٍ مِنْ رَأْسِنَا فَاغْلُظْ بَشُورًا

"میں تو ایک بڑے بھونکے۔ جب دین کی کوئی بات ظاہر ہو تو اس پر عمل کرو اور جب اپنی رائے سے کوئی بات کہو تو آخر میں ایک بڑے بھونکے۔"

(ع۔ م۔ کتاب الفضائل، باب وجوب استقلال مبالغہ شرعاً)

(۱۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو کھجور کے درختوں کو بیچ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ نہ کرو تو شاید بستر ہو۔ لوگوں نے چھوڑ دیا۔ کھجور خراب ہو گئی۔ (پھر کسی وقت) آپ ﷺ اوسھر سے گزرے۔ پوچھا تمہارے درختوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا: آپ ﷺ ہی نے ایسا فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ

"تم اپنے دنیا کے کاموں کو بہتر جانتے ہو۔" (ایضاً)

(۱۳) بخاری و مسلم کی ایک طریف حدیث میں ایک نہایت ہی سخی آموز واقعہ بیان ہوا ہے جو واقعہ اقلک کے نام سے مشہور ہے لیکن اس میں اس تہمت کا ذکر ہے جو منافقین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عائد کی تھی۔ دو لوگ ایک ماہ تک اس کا چرچا کرتے رہے۔ بالآخر سورۃ النور کی دس آیات ہزل ہو گئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی ظاہر کر دی۔ خود عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے یہ حدیث مروی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا قاعدہ یہ تھا کہ آپ ﷺ جب سفر میں جاتے تو اپنی ازادان پر قمرہ ڈالتے۔ قمرہ میں جس بی بی کا نام رکھتا اس کو سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے۔ ایک لڑائی (غزوہ) میں مصطفیٰ (ﷺ) میں آپ ﷺ جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے قمرہ ڈالا تو میرا نام لگا۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ میں ہودے میں سوار رہتی۔ جب اترتی تو ہودے میں بیت اسی رہی جاتی۔ پھر جب آپ ﷺ لڑائی سے فارغ ہوئے اور سفر سے لوٹے تو ہم لوگ مدینہ کے قریب آ پہنچے۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ لشکر کو کوچ کا حکم دیا گیا۔ میں انھی اور لشکر سے باہر نکل گئی۔ جب رفع حاجت کے بعد واپس آئی تو خیال آیا کہ میرے گلے کا باروٹ کو گر گیا تھا۔ میں اس کو ڈھونڈنے لگی اور ڈھونڈنے میں دیر ہو گئی۔ اتنے میں وہ لوگ آج پہنچے جو میرا سودا اٹھایا کرتے تھے۔ وہ سمجھے کہ میں ہودے کے اندر بیٹھی ہوں (کیونکہ اس وقت آپ کا وزن بہت کم تھا)۔ چنانچہ انہوں نے جو وہ اٹھایا اور میرے اوٹ پر لا دیا۔ اور اوٹ لے کر بھاگ گئے۔ جب سارا لشکر چل دیا تو اس وقت میرا بار ملا۔ میں جو لشکر کے ٹھکانے پر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں آدمی کا نام نہیں۔ میں نے سوچا جب لشکر کے لوگ جھوک پائیں گے تو میری تلاش میں نہیں آئیں گے۔ چنانچہ میں اسی جگہ بیٹھ کر اٹھنے لگی۔ میری آنکھ لگ گئی۔ لشکر کے پیچھے ایک شخص (مومن بن مہطل علیہ السلام) مقرر تھا۔ وہ پچھلی رات کو چلا آ رہا تھا۔ صبح اس جگہ پہنچا جہاں میں پڑی ہوئی تھی اس نے مجھ کو دیکھ کر کہا: اِنَّا نَلْقَوُا اَنَّاسَ یُحْمَلُونَ پُرْحَاظَ مِیْرَی اَنَّا نَحْمِلُھُمْ۔ اس کے سوا اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس نے اپنی اونٹنی

بٹھائی اور میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ بیچارہ بیٹھ چلا رہا۔ یہاں تک کہ ہم لشکر میں اس وقت پہنچے جب میں دو پہر کی گرمی کی شدت میں لوگ ترسے ہوئے تھے۔ اب لوگوں نے طوفان اٹھایا۔ اس طوفان کا بانی عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ ہم مدینہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور ایک ماہ تک بیمار رہی۔ لوگ طوفان اٹھانے والوں کی باتوں کا چرچا کرتے رہے۔ لیکن مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ ایک ماہ اس وقت ہوا کیونکہ نبی ﷺ کی پہلے بھی میری باتیں مجھ پر نہیں رہی تھیں۔ میں بیماری سے محنت یاب ہو گئی۔ لیکن ابھی نا تو اس ہی تھی کہ ایک رات میں سٹھ پیچھنے کی مال کے مانتھ رفع حاجت کے لیے باہر گئی تو اس نے طوفان اٹھانے والوں کی باتیں مجھ سے بیان کیں۔ میں پہلے ہی سے بیمار تھی اس بہتان کی خبر پا کر اور زیادہ بیمار ہو گئی۔ اپنے حجرے میں اوت کر آئی اور نبی ﷺ سے اجازت لے کر اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی۔ ماں سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی لیکن میں ساری رات روتی ہی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ ٹیڑھ قوتی تھی۔ اس طرح دو دن رہے تھے صبح ہو گئی۔ صبح کو اللہ کے رسول ﷺ نے علی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلا دیا۔ آپ ﷺ ان سے میرے چھوڑ دینے کا مشورہ لیتا چاہتے تھے کیونکہ وہی نازل ہونے میں دیر ہو گئی تھی۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے تو یہی کہا کہ میں ایسی ناپاک باتوں سے پاک ہوں۔ البتہ مجھے چھوڑنے آپ کا رخ دیکھ کر آپ کی تسلی کے لیے یہ کہا: اے اللہ کے رسول! کیا غور توں کی کچھ کمی ہے؟ عائشہ کے سوا بہت سی عورتیں موجود ہیں۔ ذرا آپ کو بھاری (زبردستی) سے پوچھیں، وہ سچ سچ بتا دے گی۔ لوٹتی سے بچ چھا گیا تو اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے تو کوئی بات عائشہ کی ایسی نہیں دیکھی جس پر میں عیب لگا سکوں۔ یہ سن کر اسی دن آپ ﷺ خلیفہ کے لیے کھڑے ہوئے اور عبد اللہ بن ابی کے مقابل مدد چاہی۔ فرمایا مسلمانو! کون میری حمایت کرتا ہے اور کون میری مدد کرتا ہے؟ اس شخص کے مقابل جس نے میرے گھر والوں پر قہمت لگائی ہے؟ اللہ کی قسم میں تو اپنے گھر والوں کو نیک ہی گمان کرتا ہوں اور جس شخص سے قہمت لگائی گئی اس کو بھی اچھا ہی سمجھتا ہوں۔ اس پر سعد بن ہبلاہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس اور خورج کے لوگ آپس میں لڑ پڑیں۔ آپ ﷺ نے یہی دیکھا اور ان کو سمجھاتے رہے اور باہم دست و گریبان ہونے سے روکتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور نبی ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔ اس دن سارا دن میرا یہی حال رہا کہ نہ آنسو تھمتے تھے نہ ٹیڑھ آتی تھی۔ میرے ماں باپ سمجھے تھے کہ وہ بیمار ہے اور کچھ چھٹ جاتے گا۔ اسی حالت میں اللہ کے رسول ﷺ بیمار۔ پاس تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر تشریف پڑھا پڑ فرمایا: اما بعد! عائشہ مجھ کو میری نسبت ایسی خبر پہنچی ہے۔ اگر تو پاک ہے تو میری اللہ تعالیٰ میری پاک دامنی بیان کر دے گا اور اگر واقعی مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگ کیونکہ جب کوئی بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش

رہتا ہے۔ جب آپ ﷺ اپنی مشغولیت ختم کر چکے تو ایک میرے آنسو ختم ہو گئے۔ میں نے اپنے والد (ابو بکر) سے کہا کہ آپ اللہ کے رسول کو نہ آپ دیجیے۔ وہ بولے اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا: آپ اللہ کے رسول کو جواب دو۔ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتی کہ کیا جواب دوں۔ آخر میں خود ہی جواب کے لیے مستعد ہوئی۔ میں ایک کسین لڑکی تھی، قرآن بھی کچھ یاد دیا نہ تھا، (اس کے باوجود) میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ یہ بات آپ لوگوں نے سنی ہے اور آپ کے دل میں جم گئی ہے اور آپ اسے کچھ سمجھتے تھے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، جب بھی آپ مجھے چاہیں جائیں گے۔ اور میں ایک گناہ کا اقرار کر لوں، جو میں نے نہیں کیا ہے، آپ مجھے چاہیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنی تہاڑی مثال ایسی ہی سمجھتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے والد کی تھی۔ انہوں نے یہی کیا تھا: **فَصَبَّ وَجْهِي عَلَى الْوَالِدِ فَخَرَّ عَلَى رُكُوعٍ مُّقْتَضِيَةٍ** یعنی میری تہاڑی پھرتی رہی اور تہاڑی پاؤں پر اللہ میری مدد کرنے والا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ کہہ کر میں نے اپنے بچہ کو نے پر کروٹ پال لی۔ بچہ کو یہ یقین تھا پیدائش میں بے قصور ہوں اللہ تعالیٰ ضرور میری پاکی ظاہر کرے گا۔ اللہ کی قسم! پھر ایسا ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ جس جگہ بیٹھے تھے وہاں سے سر کے اوپر نہ گھبریں وہ لوگ۔ انھوں میں سے کوئی باہر گیا اور آپ ﷺ پر دینی آنا شروع ہوئی۔ رسول کے مطابق آپ ﷺ پر نشی ہوئے تھے اور پسینہ موتیوں کی طرح آپ ﷺ کے بدن سے نچنے لگا حالانکہ وہ سردی کا دن تھا۔ جب وہی کی حالت موقوف ہو گئی، دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ پھر پہلی بات آپ ﷺ نے یہی فرمائی: عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کر دیا۔ میری والدہ نے یہ سن کر بھٹک کر کہا: اے اللہ! آپ ﷺ کا شکر یہ ادا کر۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو کبھی نہ انھوں کی، میں تو اپنے رب کا شکر یہ ادا کروں گی جس نے میری پاکدہنی ظاہر کی تم لوگوں نے تو یہ بات سن لی، نہ اس کو غلط کہا نہ رد کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ اس آیت نازل فرمائی:

لَيْسَ الْبِرُّ بِمَا كُنْتُمْ يَفْعَلُونَ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(بخاری: کتاب التفسیر ص ۱۰۵، باب فی الذنوب والاعمال / مسلم: کتاب النبی)

یہ مسلک پرست دھوکا کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کی ہر چیز نبی ﷺ کے علم میں تھی، غور کرنے کا مقام ہے کہ اس حوالے علم غیب میں اگر رتی بڑی بھی صداقت ہوتی تو انکے کا واقعہ کبھی روزانہ نہ دہراتی نبی ﷺ اس دوران مقام پر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنہا چھوڑ کر رات کے اندر جسے میں کوچ کرتے اور نہ منافقین کو جو تے لگانے کا موقع ملتا۔ واقعہ انکے روزنامہ ہونا ہی اس بے بنیاد دعوے کی تردید کے لیے کافی دلیل ہے۔

ادھر ان لوگوں کا اتنا بڑا دھوکا کہ آسمان و زمین کی حدود کے اندر سنا نہیں سکتا اور ادھر اللہ کے رسول ﷺ کا یہ حال کہ اس غیر متوقع صورت حال سے انتہائی مضطرب اور پریشان ہیں۔ آپ ﷺ کا اضطراب اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں اور اس سلسلے میں اسامہ بن زید اور علی رضی اللہ عنہما سے صلوات مشورہ کر رہے ہیں۔ وہ پاکدامن عورت جس کے کردار کے حوالے سے آپ ﷺ کے دل میں کبھی شک کا گندہ نہیں ہوا، اب اس کے متعلق لکھ دی (برورۃ اللہ) سے بڑھ چکے کر رہے ہیں۔ چنانچہ نبی ﷺ کے شب و روز اسی پریشانی اور اضطراب میں گزر رہے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے ہیں اور ان سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

"اے عائشہ! اگر واقعی تجھ سے کوئی گناہ نہ ہو جو اپنے توالہ سے موافق ہو، گناہ اور توبہ کر لو، گناہ جب بندو اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کر لینا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دیتا ہے۔"

کیا یہ الفاظ اس بات کی کوئی بھی گنجائش چھوڑتے ہیں کہ نبی ﷺ کو آسمان و زمین کی ہر بات کا علم تھا؟ پھر یہ بھی دیکھیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا امت کے سب سے بڑے ولی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہیں اور یہ ساری گفتگو ان کے رو برو ہو رہی ہے۔ لیکن ان کو کبھی اس سلسلے میں کوئی الہام نہ ہوا کہ اس کی روشنی میں وہ نبی ﷺ کے رو برو اپنی بیٹی کی تائید و حمایت کرتے۔ منافقین کے انھارے ہوئے طوفان کے سبب اللہ کے رسول ﷺ ہی آزر دہ نہیں بلکہ سبھی اہل ایمان افسردہ ہیں اور صرف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا بخیرہ ویران نہیں ہوا بلکہ مدینہ کی ساری فضا سوگوار ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی جیتی جی رہی اپنے بہت ہی مہربان شہر کی محبت سے

"بے شک میں لوگوں نے یہ طوفان باندھا ہے، تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کو تم اپنے حق میں برادر سمجھو، ہر گناہ کے لیے بہت اچھا (غائب ہوا) ہے۔ اور میں نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بڑا ہوا اٹھا دیا ہے، اس کو بڑا عذاب ہو گا۔ جب تم نے وہ بات سنی تھی تو ایمان والے مردوں اور عورتوں نے اپنے نبی میں اچھا تمنا کیوں نہ کیا اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ سچے صلوات (انھوں نے کیا) ہے۔ یہ (افسردہ روز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لیے چار گواہ کیوں نہ لائے۔ تو جب یہ گواہ نہ لائے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے شہرے ہو گئے اور دیکھو! آخرت میں تم پر اللہ کا لعنہ اور اس کی رستہ نہ دیتی تو اس (افسردہ روز) کا تم میں تلک کسے تھو؟ اس کی سہ سے تم پر بڑا سخت عذاب نازل ہوتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے من سے ایسی باتیں نکالتے تھے جن کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اس کو اپنے من کی بات سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔ اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شکایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لا لیں۔ (اے اللہ!) تو پاک ہے اور یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیب کرتا ہے کہ کچھ بھی ایمان نہ کرنا اگر واقعی ایمان والے ہو۔ اور اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر واضح کرتا ہے اور اللہ چاہے وہ اللہ عنکس والا ہے۔ جو لوگ اس بات کو بھند کرتے ہیں کہ سبے حیائی (یعنی اس بہتان کی شہرہ) پہلے، آل کو دینا اور آخرت میں درویشی، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا، وگرنہ یہ) اور یہ کہ اللہ بہت مہربان اور رحیم ہے۔" (تفسیر القرآن: ۱۱-۱۲)



محرّم ہو کر اپنے والدین کے گھر آتی تھی۔ وہ پانچواں عورت تھی کہ جو اپنی شیریں کامیابی کی سبب سے اللہ کے رحمتی ہاتھ کو خوش کرواتی تھی، آج خود اس کا وہ دور گزر رہا حال ہے۔ آنسوؤں کی برسات تھمتی ہی نہیں۔ شدتِ قہر سے کچھ پھٹنا جا رہا ہے۔ لیکن اس دھککا دھاکسی کے پاس نہیں۔ اللہ کی تقدیر کے آگے کچھ بھی بے بس اور عاجز نظر آئے ہیں اور اسی لیے کسی اور بے حقوق کے عالم میں ایک مہینے سے زیادہ وقت گزر جاتا ہے۔ بالآخر اللہ کی رحمت جوئی میں آتی ہے۔ جبریل امین میں سے لکرا بازی

ہوتے ہیں اور سورۃ النور کے رکوع ثانی کی وہ آیات ملتا ہے۔ اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کو یقین آتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بے قصور ہیں۔ انا کہ کے اس لذیت تک واقعہ سے نبی ﷺ کے گھرانے پر غم و اندوہ کا جو پہاڑ ٹوٹا اور جس کرب و مصیبتِ حق کے عالم میں آپ ﷺ اور آپ کے اہل بیت نے پورا ایک مہینہ بسر کیا، اس کا تصور ہی ہر صاحبِ ایمان کے لیے حد و برج فرما دے لیکن اس

واقعہ میں اسلام کے نام لیاؤں گے کہ اسے جو سامانِ غیرت منحصر ہے وہ اس کی اہمیت سے بھی اظہارِ مخلصی نہیں ہے۔ دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول ﷺ کو غیر معمولی حالات سے دوچار کر کے دنیا والوں پر غیبت کر دینا کہ رسول ﷺ نے تو عورتوں کو توبہ اور نہ ہی عالم الغیب، بلکہ ان صفات، اختیارات کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ اور اس نوع سے ہے شمار، تعلقات جو دوسرے کی زندگی میں بھی پہنچنے کو نہیں آتے تو ان کے پیچھے اسی خالقِ لوح و قلم کی مشیت کا ردِ فرما تھی جس نے آپ

اللہ تعالیٰ کو منصب رسالت پر فائز فرما کر تمام انسانوں کی طرف سے دعوت فرمائی تو جس لوگوں کی جانب آپ ﷺ کو باقی اور رسول بنا کر بھیجا گیا، انہی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ کی اور آپ کے گھر کی پرستی اور جگہ پرستی ہرگز مطلوب نہیں تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ ان اختلافات کی روشنی میں دنیا والوں کو خالق و مخلوق اور عہدہ و حدود کے درمیان، و فرق صاف صاف نظر آجائے جس سے صرف انہم کے کے یہود، نصاریٰ، عیسائی، گمراہی کی اتباع نہ ہو بلکہ ان کے گھر کی پرستی اور جگہ پرستی سے بھی باز آجائے۔

منفقوں کے چہرے بھی صاف نظر آجائیں۔ منی کے دھوکے اور فریب کا بھار چھوٹ جائے۔ یہ

کے آج کر رہے ہیں تو ان سے بھی ان کا دنیا کی تھاکر اہل میں آئندہ والے  
 کہیں خپ رسول میں ملکر کے رسول ﷺ کو یہ کاروبار دے دیں رطبیچہ اہم  
 اللہ احسن المجزۃ

41

## ایک جاہلانہ بحث

اٹل مسک کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ نبی ﷺ کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے جن میں آدم علیہ السلام اور انجیل الہامیہ، ملک الموت اور شیطان بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ ایک مولوی صاحب کے حوالے سے آزاد تحریر میں نقل کیا جا چکا ہے۔ اور اسی عقیدے کی جھلک تھوڑے سے فقہی تفسیر کے ساتھ مسک: ابوہد کی ترجمان کتاب "المہند علی السیفہ" (یعنی مظاہرہ اور ارد) مؤلف مولوی عظیم احمد مہار پوری، ضمیمہ اور اضافات ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲ اور کے صفحات ۵۵ تا ۵۷ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اور بہت سے مہمل و غموں کی طرح یہ دعویٰ بھی ان دونوں دھڑوں نے نفس نبی ﷺ کے ساتھ اظہار محبت کی خاطر کیا ہے۔ درہ اس کی اصل کوئی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے اور ہر صاحب شعور اس وقت کہ تسلیم بھی کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب کی ہر چیز ایک خاص مقصد کے تحت تخلیق فرمائی ہے۔ لہذا اس حکیم و داناب نے جو چیز جس مقصد کی خاطر پیدا کی ہے اسے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری علم، شعور اور صلاحیت بھی عطا کی ہے۔ اللہ کے بندوں کو صراطِ مستقیم سے بہکانا اور انہیں جہنم کا درجن بنانا شیطان کا مشن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے درجہ جزا تک مہلت بھی دی ہے اور کچھ علم بھی۔ اس کا نکاح میں لینے والی بے شمار مخلوقات میں سے کون کس جگہ ہے اور کس طرح اس کی جان قفس کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری علم بھی دے دیا ہے اور اس کام کی طاقت بھی۔ اسی بنا پر انعام کو اللہ تعالیٰ نے جن انہی کا بادی اور رب بن کر بھیجا تو جبرنی کو موت کی ذمہ داریوں سے مبرا ہونے کے لیے اپنے اپنے ماحول اور مہم کی تفصیلات کے مطابق مناسب علوم عطا فرمائے۔ واقعہ حضرت اور موسیٰ علیہ السلام اس کا بہن ثبوت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مہم کے تقاضوں کے مطابق مناسب علم و تہذیب سے بہرہ ور کیا۔ گویا کہ ہر ذی حیات کو اس کے مقصد تخلیق کی مناسبت سے سوز و دل علم عطا کیا گیا، نہ کم نہ زیادہ۔ لہذا یہ دعویٰ کہ نبی ﷺ کو ساری خلقت سے زیادہ علم عطا کیا گیا ایک غیر ضروری بحث ہے اور نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

لَا تَفْضُلُوا بَيْنَ الْبَنَاءِ اللَّهُ

"اللہ کے بنوں میں ایک کو دوسرے پر اہمیت نہ دے۔"

(بخاری، کتاب الانصاف، باب قول اللہ تعالیٰ لَا تَفْضُلُوا بَيْنَ الْبَنَاءِ)

## عطائی اور ذاتی علم کی بحث

بریلوی مکتب فکر نے نبی ﷺ کے لیے "اولین و آخرین" کے علم کا جواز پیدا کرنے کے لیے ایک عرصے سے عطائی اور ذاتی علم کی بحث چھیڑ رکھی ہے۔ یعنی ان کا موقف یہ ہے کہ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ نبی ﷺ پر زمین اور آسمان

ثُمَّ انْطَلَقَ بِنِي حَتَّى اتَهَى بِنِي اَبِي الْمَسْلُومَةِ  
الْمَسْجُودِ وَعَشِيَهَا الْوُجْهَ لَا اُخْرَى مَا هِيَ  
"بجز زمین اور آسمان کے چلے یہاں تک کہ مجھ سے دور نہ پہنچے۔  
پہنچا، اور اس (معدنہ) کو بھی طرح کے رنگوں نے احاطہ کر لیا تھا۔ میں نہیں  
جانتا، دیکھا ہے۔"

لا اُخْرَى مَا هِيَ (میں نہیں جانتا، دیکھا ہے) کے الفاظ سے نبی ﷺ نے خود ہی اس  
جملے کا فیصلہ کر دیا۔ مزید تفسیر کی گنجائش ہی نہیں۔ البتہ نبی ﷺ کے اس فیصلے  
پر ہر عقیدے کے طور پر قرآن پاک کی آیات ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَا اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي حَزَازِيْنُ اللّٰهِ لَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُولُ نَكُوْرًا  
لِّیْ مَا لَمْ یَنْزِلْ عَلَیَّ الْوَحْیَ اَنْ قُلْ هُنَّ یَسْتَوِیْنَ الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرَ  
اَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (الانعام: ۵۰)

"(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں جانتا کہ میرے پاس غیب کے  
تذات ہیں اور نہ میں آپ کا جاننے والا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ جانتا ہوں کہ میں  
کوئی فرشتہ (اور نبی) ہوں۔ (بلکہ میں تم اس (علم) کی اجازت کرنے والا  
ہوں جو نبی کی طرف ہی آتا ہے اور نہ میں جانتا ہوں کہ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور  
آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ تم لوگ کون کون کسے کرتے؟"

قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ  
اَبَیْنَ یَعْلَمُوْنَ۔ بَلْ اَفْزَلُکَ عَلَیْھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ سَبِیْلٌ فِیْ شَرِیْفٍ  
فِیْھَا لَکُمْ عَمَلٌ فَوْنِھَا لَعْنُوْنَ (النمل: ۶۵، ۶۶)

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ زمین اور آسمانوں میں جو لوگ ہیں، وہ اللہ کے سوا  
غیب کے جاننے والے نہیں اور نہ ہی یہ تک جانتے ہیں کہ انہیں کب (زندہ کر کے)  
اٹھایا جائے گا۔ بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم تم سے زیادہ، بلکہ وہ اس سے  
فک میں ہیں، لہذا اس سے اللہ سے دور رہیں۔"

اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ بِصُوْرِھِمْ عَلِیْمًا  
(الحجرات: ۱۸)

"جنگ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کام تم کرتے ہو  
اللہ جانتا ہے۔"

ترجمہ کی ایک منکر و اہست کے جواب میں قرآن کی بے شمار تمام آیات میں سے  
صرف یہ تین آیات نقل کی ہیں اور بخاری و مسلم کی چند دیگر روایات پیش کی ہیں  
اور ساتھ ہی ان آیات و احادیث پر آسان و عام فہم تبصرہ بھی کر دیا گیا جن سے غلط  
استدلال کر کے بے سرو پا تاویلات کے ذریعے یہ مسلک درست نبی ﷺ کو عالم  
الغیب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ یہاں نبی ﷺ کی  
زندگی کے کچھ واقعات ہی پیش کیے گئے ہیں اور نہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ ایسے  
واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ اب آخر میں دو اہم باتوں کی وضاحت کرنی ہے۔



کر کے ان کے پیچھے دوڑے۔ چلے جا رہے ہیں، حتیٰ کہ ان کی معاشرتی و اخلاقی غریبوں کو اختیار کرنے میں یہ ایک طرح کا فقر یا محسوس کرتے ہیں۔ بقدر سنت کو اختیار کرنے میں اہانت محسوس کرتے ہیں۔۔۔ ان کے اس بنیادی عقائد سے ان کی بے رغبتی اور بے اعتنائی کی یہ وجہ ہے کہ اپنی زندگیوں سے اس کے نشان گہری کھرتی کرنا لگتا پڑتا ہے۔ اگر کوئی مہم سائنس دان باقی رہ جائے تو انہیں شرمندگی اور ندامت کی فکر کھائے جاتی ہے اور یہ ان کی بارگاہوں میں صفائیاں پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کا دینی کہن، تمدن و معاشرت، معاش و معیشت، ان کا لباس، اوڑھنا پھونکا، چہرہ و ہر وہ ان کے رواج و رسم، مادہ، شادی، بیاہ و غرضی و غرضی کی تقریبات، ہر چیز پر اللہ کے دشمنوں کا رنگ پڑی طرح سے چھایا گیا ہے۔ جبکہ ایمان والوں کو تو اللہ کے رنگ میں رنگنا تھا کہ اس سے بہتر کوئی رنگ نہیں

و خیر الہدیٰ ہدیٰ محمد ﷺ  
اور بہترین طریقہ توحید ﷺ کا طریقہ ہے۔

انہیں آخرت کی فکر کرنی تھی کہ وہی اصل نکلانہ ہے۔ مگر اس سے تو حکم غفلت اختیار کر لی گئی اور دنیا کی رغبتوں، بہترینوں میں ایسے فرق ہوئے کہ اب انھوں کے علاوہ، کافروں کے سرے بول، زبان کے آگے، منہ کے اشارے، کام و ہمیں کی لذت، ہمت سے فیشن، طہر، طرح کے لباس، نفس پرستی و تن آسانی، تعلیمات کے پیچھے بھاگنا، جو کہ انہی یہ، انصاری کا طریقہ تھا جنہیں قرآن میں مغضوب و ضالین بتایا گیا اور جن کے راستے سے بچنے کی ایک سو من دن میں تیس تیس مرتبہ دعا کرتا ہے، آج گویا ان کا مقصد بن گیا ہے۔ اس طرح اہل بار و زبان، دلوں اور جیروں کے چنگل میں پھنس کر، ان کی مبادت گاہوں سے کی جانے والی تبلیغ سے اس قدر گونے ہوئے کہ وہ شریک، سنت و بدعت کی تین کھوبی اور مستحق ایمانی کے ساتھ اپنا دل اور عزت بھی برہادی، انی طرح سے ان سیاسی و معاشرتی رجحانوں کے امفییب میں آکر اور ذرائع ایثار سے لے کر ایسے کی چابی والی زہریلی شہر جس کو کل اقتدار کی پوری پوری سرپرستی بھی حاصل ہے، حرام و حلال، جائز و ناجائز کی شناخت ان سے جاتی رہی اور انہیں دنیا کا حرام اور نفس کا بندہ بنا دیا۔۔۔ ہر دو صورت میں تباہی تھی ہے، جہاد یا بدعت یہ تو ہم اپنے انجام کو پہنچا کر رہے گی (احیاء بالہ) اس بے انتہائی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اس راستے کی طرف مراجعت اختیار کی جائے جس کی شکل مذکورہ آیت و حدیث میں کی گئی ہے، یعنی اپنی زندگیوں اللہ کے رنگ میں رنگ لیں، اپنے ایمان کا تذکرہ کریں، عقائد کو یہ آلائش سے پاک کر لیں، سنت کے راستے کو اپنائیں، اپنی زندگی کا کام اس طریقے پر کرنے کی کوشش کریں جس طرح سے اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ نے کیا، اپنی سیرت و کردار کی دوسو حدت کے خطوط پر تعمیر کریں کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے، یہی فلاح کا راستہ ہے، سچ، سچ، سچ ہے جس حدت کے راستے

کی ہر چیز روشن تھی اور ماضی، حال اور مستقبل کی ہر بات آپ ﷺ کے علم میں تھی لیکن یہ لامحدود علم آپ ﷺ کا ذاتی نہیں بلکہ عطائی تھی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا تھا۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ کا واضح ارشاد ہے:

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِلْمٌ مِّثْلُ عِلْمِ اللَّهِ وَلَا أَتْلُوهُ الْعَلَمِ وَلَا أَتْلُوهُ لَكُمْ  
لَئِنْ كُنْتُمْ أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا تَقُولُونَ لَئِنْ

”اے نبی ﷺ! آپ فرما، مجھے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرا پاس شیب کے خزانے ہیں اور میں تمہیں ان کا جانے والا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ (نورانی مخلوق) ہوں (بلکہ میں انسان ہوں) (ہم) کی اجازت کرنے والا ہوں جو میری طرف منی کے در سے بھیجا جاتا ہے۔“

اس آیت سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی تمام معلومات وحی کے سرچون منہ تھیں یعنی جس چیز کے متعلق وحی نازل ہوئی وہ بلاشبہ آپ ﷺ کے دہ علم میں آئی اور جن چیز کے بارے میں وحی خاموش رہی وہ بدستور پردہ حجب ہی میں رہی۔ چنانچہ کہنا پڑے گا کہ ذاتی اور عطائی ہم کی بحث محض نبی ﷺ کے لیے لامحدود علم ثابت کرنے اور آپ ﷺ کو اللہ کا دوسرے بنانے کے لیے بھیجی گئی تھی ہے ورنہ اس کا کوئی جواز نہیں۔ اور یہ بالکل اسی طرح کا شرک ہے جو مسلم کی پچھلے اوراق میں بیان کی گئی حدیث میں مقول ہے کہ ”شرکین تک تلبیس چڑھتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر جسے تو نے اپنے ساتھ خود شریک کر لیا یعنی یہ منصب تو نے اسے ”عطا“ کر دیا“ مطلب یہ کہ ان کے بھولے الیوں کا منصب ان کے دھرم میں ذاتی نہیں بلکہ ”عطائی“ تھا۔ اعلیٰ باللہ!

## الحاصل

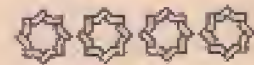
ان ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ نبوت کا دار و مدار وحی پر ہے اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں کسی بھی لحاظ سے کوئی بھی شریک نہیں۔ نہ ذاتی طور سے نہ عطائی طور سے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ سے محبت کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کا تالیا اور سکھایا ہو اور ان اختیار کریں، ان پر نازل شدہ آخری کتاب ہدایت اور نبی ﷺ کی تعلیمات پر صحیح احادیث میں ہیں، ان کو حرف قرآن سمجھیں اور ان سے باہر اور ان کے خلاف ہر بات کو باطل اور قہرل رد سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور رسول ﷺ کا بھی یہی فرمان ہے:

مَنْ أَخْلَبَتْ فِي الْمَرْءِ لَمْ يَلِدْ عَائِلَتَهُ بَعْدَ فَيْتُو رَجُو

”جس نے جادے اس میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ (بات) قابل رد ہے۔“

(بخاری، کتاب الصلح، باب اذا صلح اهل صلح جبر فالصلح مدد)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور ہر قسم کے شر سے اپنی نجات عطا فرمائے۔ آمین



# نذر و نیاز

ابو عبد اللہ، لیاقت آباد، سکراچی

نذر عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ باب ضرر اور ضرب و قتل سے آتا ہے۔  
المسند میں اس کے معنی یہ بتائے گئے ہیں۔

اَوْ جِب عَلٰی نَفْسِهِ مَالٌ اَوْ جِب عَلٰی نَفْسِهِ مَالٌ، وَ نَذَرُ  
عَلٰی نَفْسِهِ لِمَنْ اَلَّكَ اَنْ اَوْ جِب عَلٰی نَفْسِهِ مَالٌ  
مِنْ عِبَادَةٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ غَيْرِ ذَلِكَ

(المسند مطبوعہ دارالمشرق، بیروت)

"اپنے اور اپنی چیز کا واجب کرنا جو لازم نہ ہو جیت کہا جاتا ہے اس نے  
اپنا مال نذر کیا یا اس نے خود اپنا مال میں سے اللہ کے لیے کچھ نہ رکھ لیا۔ یعنی  
اس نے اسے بلا معاوضہ اپنی جان پر بخیر کیا، صدقہ وغیرہ لازم کر لیا۔"  
اور القاموس الموحید (مطبوعہ دارالاسلامیات، لاہور) میں اس کے درج ذیل معنی کیے  
گئے ہیں:

"کوئی چیز اپنے اور لازم کر لینا، نذر ماننا، منت ماننا (یہ کہ اس کا خاص  
کام ہو گیا تو وہ اتنا مال خرچ کرے جو دیکھنا وغیرہ)، اپنا مال وقف کرنا، کسی کام کو  
کرنے کا عہد کرنا، کسی کام کے لیے وقف کرنا۔"

مصباح اللغات (مطبوعہ مروجہ کتب خانہ، کراچی)، قاموس القرآن (مطبوعہ دار  
الاشاعت، کراچی)، القاموس الموحید (مطبوعہ دارالاسلامیات، لاہور)، وغیرہ میں بھی  
اس کے معنی نذر ماننا وغیرہ واجب کو اپنے اور واجب کرنا، عہد وغیرہ کیے گئے ہیں۔  
اس کے مقابلے میں "نیاز" فارسی لفظ ہے جس کے معنی فرہنگ فارسی  
(مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی)، لغات کشوری (مطبوعہ مروجہ کتب خانہ، کراچی)، جامع  
اللغات (مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی)، فیروز اللغات (مطبوعہ فیروز سنز لاہور)،  
تور اللغات (صاحب بیٹرز، کراچی) وغیرہ میں حاجت، اختیار، خواہش، آرزو،  
رغبت، ضرورت، انکساری، عاجزی، تبرک، نذر، منت، بھینٹ، التجار وغیرہ آئے  
ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "نذر" اور "نیاز" دو مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں۔  
اردو زبان میں بھی یہ الفاظ انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

مودودی صاحب اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

"نذر یہ ہے کہ کسی اپنی کسی مراد کے برائے کچھ ایسے خرچ یا کسی ایسی خدمت کو  
اپنے اور لازم کر لے جس سے اس کے لیے فرض نہ ہو۔ اگر یہ مراد کسی حلال و جائز امر

کی ہو، اور اللہ سے مانگی گئی ہو، اور اس سے برائے کچھ نہیں کر لے گا مگر آدمی نے  
کیا ہے، وہ اللہ ہی کے لیے عداوت ایسی نذر اللہ کی اطاعت میں ہے اور اس کا پورا  
کرتا اور ڈیوٹی کا موجب ہے۔ اگر یہ ضرورت نہ ہو تو کوئی نذر کرنا کام نہایت  
اور اس کا پورا کرنا موجب عذاب ہے۔" (تفہیم القرآن، جلد ۱ صفحہ ۲۰۸)

نذر و نیاز کا تصور بہت قدیم ہے اور تقریباً ہر مذہب میں اس کا وجود ملتا  
ہے۔ فوشنہ دی، رضامندی و اقرب کے حصول کے لیے ہر دور میں نذر و نیاز کی  
جاتی رہی ہے۔ آدم الطلیح کے بیٹوں پاتیل و قاتیل کی نذر (المانہ ۳۲)، عمران  
کی بیوی کا اپنی مرنے والی اولاد کو اللہ کی نذر کرنے (آل عمران ۳۵)، مریم کی نذر  
صوم (مریم ۲۶) کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔

نبی ﷺ نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ  
حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگ نذر نہ مانا کرو اس لیے کہ نذر نقد و کوہور  
نہیں کر سکتی، ولایت اس نذر سے بیکار ہے اس کا مال نکال لیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان نقل کیا جاتا ہے کہ نذر و طرہ کی ہے۔ جو  
شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانے تو یہ اللہ کے لیے ہے جسے پورا کرنا چاہیے اور  
جو نذر کسی گناہ میں کی جائے تو یہ نذر شیطان کے لیے ہے جس کو پورا نہ کیا جائے  
اور اس کا کفارہ قسم کے کفارہ کی طرح (یعنی تین روزے یا اس میں سے جو ایک کو ادا کیا جائے)  
ایک کلام (ذکر ۲) ہے۔ (نثرانی بحوالہ مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

عقیدہ بن حاصر رحمہ اللہ نے نبی ﷺ سے اپنی بہن کے تعلق پوچھا کہ اس نے  
بھگے سر اور بھگے پاؤں پیدل حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس  
کو حکم کرو کہ وہ اپنا سر ڈھاپے اور سوار ہو جائے اور چاہے کہ تین روزے نہ رکھے۔  
(ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

ناقصہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی  
اطاعت کی نذر مانے تو وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے  
تو وہ اللہ کی نافرمانی کرے۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

عمران بن حصین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گناہ  
کی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس چیز میں جس کا وہ مالک نہیں۔ اور ایک روایت



اس سے ثابت ہوا کہ نذر اللہ کی الحاحیت و فرائد و فرائد کے کاموں میں  
مافیہ چاہیے اور ایسی نذریں پوری کرنا واجب ہے۔ اہل جنت کے اوصاف میں  
ایک وصف نذروں کا پورا کرنا بھی ہے جس کا قرآن میں بیان ہے۔ (الدھرے)  
ایسی نذریں واجب ہونے کے بعد معزلة قرص کے ہو جاتی ہیں جن کی ادائیگی اگر  
زندگی میں نہ ہو سکے تو مرنا اسے پورا کر ہی گئے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے  
ذمے بھی ایسی ہی کوئی نذر تھی جو وہ جیتے ہی پوری نہ کر سکی تو ان کے مرنے کے  
بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اسے پورا کیا۔ (مصمیم وغیرہ کی کتاب النذر والایمان)  
سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت مختلف الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں آئی ہے  
اور یہ صحت ہی سے متعلق ہے۔ اسی سے غلط استدلال کرتے ہوئے لوگ میت کو  
ایصال ثواب کا جو اثر کشید کرتے ہیں۔ مذکورہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے  
کہ مصیبت و آفات کے کاموں کی نذر ماننا بھی گناہ ہے جن کی پورا کرنا بھی جائز  
نہیں۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے  
لیے تو کم ہی کوئی نذر مانی جاتی ہوگی، جبکہ غیر اللہ کو خوش کرنے اور ان کا تقرب  
پہنچانے کے لیے نذر و نیاز کا تصور عام ہے۔ یہ تصور زمانہ قدیم میں بھی تھا۔  
چنانچہ بتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے نام جانور نذر کیے جاتے  
تھے جنہیں بھیر، سانپ، وکیلہ اور عام وغیرہ نام دیے جاتے تھے۔ (بخاری کتاب  
الغیر، بغیر سورۃ المائدۃ) اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی برکت کا اظہار کرتے ہوئے  
اسے کافروں کی چابلاں بائیں قرار دیا۔ (المائدۃ ۱۰۳) اسی سے یہ اصول اخذ ہوتا  
ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی کے حصول کے لیے نذر و نیاز کرنا کافروں  
کی ہی چابلاں و روش ہے۔ یہ لوگ غیر اللہ کے نام پر صرف جانور ہی منسوب نہ  
کرتے تھے بلکہ کھیتی باڑی وغیرہ میں بھی ان کے حصے مقرر کیے جاتے تھے۔ تاہم  
اللہ کے لیے بھی حصہ نکالا جاتا تھا، لیکن اس تقسیم میں ان کا جو طرز عمل ہوتا تھا اسے  
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان کیا ہے۔

قَدْ خَسِرْنَا وَهَلْ كَانُوا مُهْتَبِرِينَ ○ (العام ١٣٦٠ : ١٣٧٠)

مردوں کے لیے مختص مٹی ہے اور ہماری مورتوں پر حرام۔ لیکن اگر دوسرے مذہب والے ہوں  
اس کے خاتمے میں شریک نہ ہو سکتے ہیں۔ یا عیسائی انہوں نے گھڑی چن کر ان کا  
یہ اللہ انہیں دے کر رہے گا۔ یقیناً وہ حکیم ہے اور وہ مہربانوں کی اسے خیر ہے۔  
یقیناً ہمارے میں پڑ گئے۔ دو ٹوک انہوں نے اپنی اولاد کو جہالت و اہلی کی بنا پر  
قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو برباد کر دیا اور پرانی لڑکے کو عام طور پر لایا  
یقیناً وہ بھٹک گئے اور پروردگار راست اپنے لوگوں میں سے نہ تھے۔

مشرکین کے کلمہ کی شریعت پر مقرر نہیں کی گئی تھی۔ اہل امت میں بھی پایا جاتا ہے۔ اللہ کے واسطے اس کے بندوں کی خوشنودی اور اللہ کے لیے اللہ کے لیے ہونے رزق سے جسے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ان کے نام نذر و نیاز کی جاتی ہے۔ انہیں حیدر القادر و جلالی کے نام کی گیارہ سو تین لاکھ کی ”گیارہ سو تین لاکھ“ ہے۔ تو کہیں امام جعفر صادقؑ کے ۳۰۰۰۰۰ کے کوٹے۔ دیکھ کر پوری دنیہ و کہیں مسیحین کے نام کا محرم و حلال کا مالیدہ و شریعت، حلیمہ و برائی، بھولے و شیر مال، مصلحتی، فیرونی وغیرہ تو کہیں اویس قرنی کے نام ۱۲ شعبان کا حلوہ وغیرہ۔ انہیں ۱۳ صفر کے تیرہ تیزی کے چھ لے میں تو کہیں ۱۲ رجب الاول کو حیدر میاں اور انہیں کے بکوان و مصلحتی وغیرہ، کہیں بی بی کی صحت تو کہیں اس دوزخوں کے لہذا دوزخوں مرد و بزرگوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور اور کھیتی میں مقرر کیے ہوئے حصے۔ غرض انوار و اقسام کی نذر و نیاز کا ایک طویل سلسلہ ہے جو اللہ کے جانے اس کے بندوں کے نام کی جاتی ہیں۔ بعض کے ساتھ تو بائبل میں مشرکین عرب والا انداز لپٹایا جاتا ہے: سورۃ الانعام کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق جس طرح مشرکین نے نذر وغیرہ اللہ میں مختلف قدیں انکار کھی تھیں مثلاً غیر اللہ کے نام منسوب کیے جانے والے جانوروں کی اولاد صرف مرد کھا سکتے تھے اور عورتوں کے لیے وہ ممنوع تھی لیکن اگر اولاد مرد و بیہودہ و دونوں کھا سکتے تھے: اسی طرح ان نام نذر و نیاز مسلمانوں کی خود ساختہ مناب سیدہ اور دس بیویوں کی کھانی کی نیاز صرف عورتیں کھا سکتی ہیں، مرد نہیں، جھڑات کی شریعتی محسوس ہے کھا سکتے ہیں بڑے نہیں، جعفر صادق کے کوٹے کے گھر کے ایک حصے میں کونے میں کھا لے جاسکتے ہیں باہر نہیں۔

غیر اللہ کے نام کی جانے والی الٹا تھرو نیاز کا اتنا التزام کیا جاتا ہے کہ مشرکین مکہ بھی اپنی نذرانوں کا ایسا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ کیا عالم ہے کہ اپنے عطا کردہ کی اصلاح اور اس کے بعد صوم و صلوات، حج و زکوٰۃ کی تو کوئی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ میرں کے برس گزرتے جائیں اور مالک کے سامنے ایک پھر نہ کیا جائے اور اس جرأت مندات پر دل میں کوئی خوف و خط بھی نہ گذرے لیکن اگر مگر یہ وہ ہیں کی دیکھ چڑھانے میں کوتاہی ہوئی تو ”شیخ صاحب“ کی ناراضگی اور کسی بڑے نقصان کا اندیشہ جان کاروگ۔ تنہا جا۳ جب۔ اور ہر طرح سے اس نیاز کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ قرض ہی لیا جائے۔ ۱۲ ربیع الاول کو نبی ﷺ کی نیاز دلانے کے لیے اگر کچھ بھی نہ مل سکتو چنے اور ٹکڑے کر کے میسر ہو رہا ہے، اسی پر نیاز دلا دیتے ہیں۔ (اعمال النعمان فیہم) ص ۹۰) خواہ یہ مذکورہ نیاز میں یوں یا ہر جمعرات کو انجمن کے

باتھ تقسیم کر مائی چائے والی شیرینی، مزارات میں مدافن ہستیوں کے نام کا  
 "تعمرات پھری مراد" کا خطاب ہو یا ان کے آستانوں کا تذکرہ مزارات پر پایا جان  
 کے نام لٹایا جانے والا تقریر، تعمرات کا ہو یا نو چندی تعمرات (یعنی میت کی چلی  
 تعمرات) لکھا ہوا نہ جس کا دلک استہک اور ثواب کی چیز کچھ کر بڑے شوق اور  
 رغبت سے حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے لیے خوب چیزیں ناجیانی بھی ہوتی ہے جس  
 میں جو چیزیں بھی مردوں کے ساتھ برابر حصہ لیتی ہیں۔ اس نذر فیہ اللہ کے لیے  
 دکانوں پر غلے اور بیٹیاں رکھی ہوتی ہیں جس پر اس مخصوص نیاز کے چندہ کی  
 اہل لکھی ہوتی ہے۔ اس نذر فیہ اللہ کے لیے چندہ جمع کرنے کی خصوصیت نہیں  
 شروع کی جاتی ہیں (اس نے لیے اصول ہاں کے ساتھ ایک کر، وقیعہ، یاد رکھی گواہیکر  
 لکھاتے ہاں اور لوگوں کو "ثواب دارین" کی خوشخبری دیتا کہ اس نذر فیہ اللہ میں بڑھ  
 چڑھ کر حصہ لینے کی تحریص والی جاتی ہے۔ اس قصہ کے لیے چرب زبان  
 نمائندے و مترادف کے جاتے ہیں جو نہ صرف اپنی مبادیوت گاہوں میں بلکہ شول  
 و مرض میں گھوم پھر کر چندہ جمع کرتے ہیں۔ اس نذر فیہ اللہ کے لیے پڑھائی  
 جانے والی سٹکڑوں، دیگوں کی تصویریں اور نذر کرنے والے کا نام اخباروں میں  
 نمایاں کر کے چھاپا جاتا ہے۔ وزراء اور سیاستدان بھی فیہ اللہ کی نذر دینا تو اپنی  
 سیاست چمکانے کا ذریعہ بناتے ہیں، بڑی بڑی دھومیں کی جاتی ہیں، پوسٹروں،  
 بیروں، نمبروں کے ذریعے خوب خوب تشہیری جاتی ہے۔ اور ان سب کاموں کو  
 دین کی خدمت اور کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کی کتاب تو اس نذر  
 فیہ اللہ کے متعلق کچھ اور ہی قسم بیان کرتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا نَاضِجًا وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ  
 الَّذِينَ كَانُوا يُكَلِّفُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَلَّتْ فِي الثَّمَرِ إِثْمًا فَكُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا نَاضِجًا وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ  
 (البقرہ: ۱۷۱-۱۷۲)

"اے ایمان والو! اپنے پائے چیزیں ہم سے تمہیں مقرر فرمائی ہیں ان میں سے  
 کھاؤ، اور اگر اللہ کی ہدایت کرتے ہو تو پھر اس کا شکر ادا کرو۔ اس نے تم پر  
 مراءا جانے، دفعوں، بار کا گوشت اور وہ چیز حرام کر دی ہے جو اللہ کے موا  
 کسی اور سے منسوب کر دی جائے۔ البتہ جو ناپاوار ہو جائے تو اس پر کچھ گناہ  
 نہیں بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور حد ضرورت سے باہر نہ نکلے۔ جو غلے  
 اللہ حاکم کرتے ہو اور رحم کرتے ہو"۔

حُومَتُهُمْ عَلَيْهِمْ الْيَمِينَةُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَلَيْهِمُ الْحَيْمَةُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَلَيْهِمُ الْحَيْمَةُ  
 وَالْمَنَافِعُ وَالْمَنَافِعُ وَالْمَنَافِعُ وَالْمَنَافِعُ وَالْمَنَافِعُ وَالْمَنَافِعُ وَالْمَنَافِعُ وَالْمَنَافِعُ  
 مَا ذَلِكُمْ وَمَا ذَلِكُمْ عَلَى النَّفْسِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَلَيْهِمُ الْحَيْمَةُ وَالْمَنَافِعُ  
 (المائدہ: ۳)

"اے ایمان والو! تم پر مراءا ہوا جانور اور لہو اور خنزیر کا گوشت اور جو چیز  
 اللہ کے موا کسی دوسرے سے منسوب کر دی جائے اور جو ناپاوار رکھا گھٹ کر

مر جائے اور نہ چوت گ کر مر جائے اور نہ کر مر جائے اور نہ چوت گ کر مر جائے اور نہ چوت گ  
 کر مر جائے۔ یہ سب حرام ہیں۔ اور وہ جانور بھی جس کو دوسرے سے مراءا  
 لکھا میں ہو، وہ جانور بھی وہ کسی آستانے پر ذبح کیا جائے ہو، یہ بھی کہ  
 پانوں سے قسمت معلوم کرے۔ یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔"

قُلْ لَا أُحْذِرُ فِتْنَةَ مَا آتَيْتُ بَلْ أُحْذِرُ الْعَذَابَ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَهُ عِلْمٌ سِوَايَ اللَّهِ لِيُعَذِّبَ الْمُتَكَلِّفِينَ  
 الَّذِينَ كَانُوا يُكَلِّفُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَلَّتْ فِي الثَّمَرِ إِثْمًا فَكُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا نَاضِجًا وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ  
 (الانعام: ۱۳۵)

"اے نبی! تو کہہ ہوا احکام خود پر نازل ہوئے ہیں، میں ان میں کوئی چیز سے  
 کھانے والا کھائے۔ حرام نہیں پاتا پھر اس کے موا مراد، ایا نور ہو یا نہایت خدان یا  
 خنزیر کا گوشت کو یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے موا  
 کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے  
 اور نہ سے باج رکھ جائے تو تہمید پر، یاد رکھئے، اللہ امر بیان ہے۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا نَاضِجًا وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ  
 الَّذِينَ كَانُوا يُكَلِّفُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَلَّتْ فِي الثَّمَرِ إِثْمًا فَكُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا نَاضِجًا وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ  
 (الصالح: ۱۱۲-۱۱۳)

"پس اللہ نے جو حلال پاک روزی تمہیں دیا ہے اسے کھام اور اگر تم اسی کی  
 برکتی کرتے ہو تو اسی کی نعمتوں کا شکر کرو۔ اس نے تم پر مراد، خزان، خنزیر کا  
 گوشت اور ان چیز کو حرام کر دیا ہے جو اللہ کے موا کسی دوسرے سے منسوب  
 کر دی جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی ناچار ہو جائے جو بشرطیکہ گناہ نہ کرے اور حد  
 سے نہ نکلے تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

ذکرہ بالا آیات میں ایمان والوں کو حلال اور پاک چیزیں کھانے کا حکم، سیت  
 ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر چار چیزیں حرام کی ہیں: (۱) مردار (۲) بہتا ہوا خون  
 (۳) خنزیر کا گوشت (۴) ہر وہ چیز جو غیر اللہ سے منسوب ہو۔ حلال اور پاکیزہ  
 چیزوں کے بیان میں ان کو بطور استثنایان کر کے انہیں حرام اور ناپاک کہا گیا، جن  
 سے ایمان والوں کو بچنے کا حکم دیا۔ یہ چار حرام اور ناپاک چیزیں ایمان والے  
 استعمال نہیں کر سکتے مگر صرف اضطراری حالت میں۔ یعنی جب ایسا وقت آجائے  
 کہ کھانے کو کچھ نہ ہو اور بھوک سے مر جانے کا اندیشہ ہو تو اسے دوسرا کھانے کے ساتھ  
 استعمال کیا جاسکتا ہے: اول یہ کہ گناہ کا خیال نہ ہو (یعنی جب ایسا وقت آجائے  
 سیت نہ ہو بلکہ صرف جان بچانے کا خیال ہو) دوسرے حد سے تجاوز نہ ہو۔ (یعنی کراہت  
 مجبوری کے ساتھ صرف اتنی مقدار استعمال کی جائے کہ جس سے جان بچ جائے تاکہ پھر حلال و  
 نایب روزی کی حالت کی جائے۔ اگر چہ اچھا ریت میں ایسی کوئی تدفین نہیں ملتی تاہم  
 اصولی قاعدہ یہی ہوتا ہے کہ جس ترتیب سے تحریم ہو اس ترتیب سے تعمیل ہو۔ یعنی  
 اضطراری حالت میں موت سے بچنے کے لیے اگر نہ کورہ چار حرام چیزیں استعمال  
 کرنے کا موقع آجائے تو اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جان بچانے کی حد تک  
 پہلے مردار کھایا جائے، اگر یہ دستیاب نہ ہو تو بہتا ہوا سیال خون (دل، تہ، پھی، تلی،



کہا ہے جو کہ جھوٹے فتویٰ کی شکلیں ہیں۔ اہل قریم سے مستثنیٰ ہیں اور اگر یہ بھی نہ ملے تو خنزیر کا گوشت۔ لیکن اگر بالفرض یہ چیزیں بھی نہ مل سکیں تو پھر آخری درجے میں وہ چیز کھائی جاسکتی ہے جو غیر اللہ سے منسوب ہو۔ لیکن اس امت کا طرز عمل دیکھیے کہ اقول الذکر تین چیزیں تو حرام بھی جاتی ہیں لیکن چونکہ یہ چیزیں غیر کسی اظہار ارادی حالت (جس میں مذکورہ بالا شرط ہمارے حرام حلال ہو جاتا ہے) کے حلال بلکہ ٹوٹا ہوا اور تھک چکی جاتی ہے۔ یعنی مذکورہ بالا آیات کا انکار اور اظہار حرام کو حلال سمجھنا یا گناہ کو ثواب بخشنا اور حد سے تجاوز کیا۔ اس ناچائز کو جائز کرنے کی مختلف کوششیں کی جاتی ہیں۔ پہلی کوشش احبار و روحانیوں کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مذکورہ آیات میں وَمَا أَهْلُ بَيْدٍ لِغَيْرِ النَّبِيِّ سے مراد وہ جاوڑ ہیں جو بتوں کے نام پر فروغ کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا چاروں آیتوں میں وَمَا أَهْلُ بَيْدٍ لِغَيْرِ النَّبِيِّ کا ترجمہ رضا خاں بریلوی صاحب نے یہی کیا ہے اور ان کے مفسر لیم مراد آبادی صاحب نے تفسیری فوائد میں بھی یہی بات بیان کی ہے:

(۱) "اور وہ جاوڑ جو غیر خدا کا نام لے کر فروغ کیا گیا"

فہم مسئلہ جس جاوڑ پر وقت فروغ خیر خدا کا نام لیا جائے تو وہ بت یا خدا کے نام کے ساتھ مختلف سے ملتا کہ وہ حرام ہے۔ مسئلہ اور اگر نام خدا کے ساتھ غیر خدا کا نام لیا جائے تو حرام ہے۔ مسئلہ اگر فروغ خیر خدا کے نام پر لیا اور اس سے قبل یا بعد غیر خدا کا نام لیا تھا یہ کہا کہ عقیدہ کا کبراء و کبراء کا۔ چنانچہ جس کی طرف سے وہ فروغ ہے اس کا نام لیا یا جن اولیاء کے لیے اہمال قراب منظر ہے۔ ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ (تفسیر احمدی ص ۱۸۱، کنز الدین ص ۳۳۲، مطبوعہ رستہ اللہ کتب خانہ لاہور)

(۲) "اور وہ جس کے فروغ میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔" (ص ۳۳۲ ایضاً)

فہم "اور جانور جس کے فروغ کے وقت خیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاوڑ کے لوگ بتوں کے نام پر فروغ کرتے تھے اور جس جاوڑ پر فروغ تو صرف اللہ کے نام پر لیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں جیسے کہ خیر خدا کی جگہ بقیعے کا خیر یا خیر کا جاوڑ یا وہ جانور جس سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا مقصود ہو ان کو خیر خدا کے نام میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ان کا لفظ اللہ کے نام پر ہو۔ اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال و طیب ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی کو لازم فرمایا گیا ہے جس کو فروغ کرتے وقت خیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ باقی جو فروغ کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے "مَنْ مِّنْهُمْ مَّنْ يَّهْدِي سُبُلَ اللَّهِ" سے ہیں اور ان کا قول تمام لفظ یہ "مَنْ مِّنْهُمْ" کے خلاف ہے اور خدا آیت ان کے معنی کو کہتا نہیں۔ یعنی کہ وہ وَمَا أَهْلُ بَيْدٍ کو اگر وقت فروغ کیا تو حرام نہیں نہ کریں تو مَا أَهْلُ بَيْدٍ کا استثناء اس کو لائق ہوگا اور وہ جاوڑ جو غیر وقت فروغ میں غیر خدا کے نام سے "مَنْ مِّنْهُمْ" لگے مَا أَهْلُ بَيْدٍ سے حلال ہوگا۔ فرض وہابی کو آیت سے منہ لانے کی کوئی تمہل نہیں۔" (ص ۳۳۲، ۳۳۳ ایضاً)

(۳) "یاد رہے جسے جاوڑ جس کے زمانہ میں خیر خدا کا نام پکارا گیا۔" (ص ۳۳۳ ایضاً)

(۴) "اور وہ جس کے وقت خیر خدا کا نام پکارا گیا۔" (ص ۳۳۳، ۳۳۴ ایضاً)

فہم یعنی اس کو بتوں کے نام پر فروغ کیا گیا ہو۔" (ایضاً)

غیر اللہ کے نام پر فروغ کرنا بیہکبک ممنوع ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

لَعْنُ اللَّهِ مَنْ لَعِنَ الدُّدَ وَ لَعْنُ اللَّهِ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ وَ لَعْنُ اللَّهِ

مَنْ دَوِيَ مَخْدُطًا وَ لَعْنُ اللَّهِ مَنْ غَيَّرَ مَنَازِلَ الْأَوْحَی

اسلم: کتف اللہ نہی۔ باب تعزیم الذبوح لغير الله لعن الله و لعن الله

"اللہ نے لعنت کی اس پر جو اپنے والد پر لعنت کرے اور اللہ نے لعنت کی اس پر جو

غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔ اور اللہ نے لعنت کی اس پر جو بدعت کو گھڑے۔ اور اللہ نے

لعنت کی اس پر جو زمین کے نشانوں کو مٹا دے۔"

لیکن آیات مذکورہ میں صرف غیر اللہ کے لیے جاوڑ ذبح کرنے کا ہی بیان نہیں ہے کیونکہ "أَهْلُ بَيْدٍ" کے معنی کسی بھی عربی لغت میں ذبح کرنے کے معنی بیان ہوئے۔ ذبح کے لیے سورۃ المائدہ کی مذکورہ بالا آیت میں وَمَا أَهْلُ بَيْدٍ لِّغَيْرِ النَّبِيِّ کے معنی یہ ہیں کہ اس کا مطلب ہے بیان جواب ہے۔ اگرچہ یہاں ذبح کے معنی بھی لیے جاسکتے ہیں لیکن "مَا" کے صلے سے اسے عام کر دیا ہے اور اس میں ہر چیز داخل ہے خواہ وقت ذبح کیا جاسکتا ہو یا نہ کیا جاسکتا ہو۔ "أَهْلُ بَيْدٍ" کا معنی گھوڑی واحد مذکر ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "منسوب کیا گیا" (۱) چاروں القرآن اہل طیبہ اور اہل شامت کراچی۔

یعنی جس کی نسبت ماضیت اور تعلق کسی دوسرے اسم کی طرف ہو۔ وَمَا أَهْلُ بَيْدٍ لِغَيْرِ النَّبِيِّ کا مطلب ہوگا کہ یہ وہ چیز جو اللہ کے غیر یعنی اس کے سوا کسی دوسری شے سے منسوب کر دی جائے۔ اس لفظ اہل بیت کی معروف ترکیب و زمرہ زبان میں کثرت سے استعمال ہوتی ہے جیسے اہل ایمان، اہل قرآن، اہل حدیث، اہل کلمہ، اہل عقائد، اہل علم وغیرہ۔ یعنی وہ لوگ جن کی نسبت ایمان، قرآن، حدیث، کلمہ، عقائد، علم وغیرہ کی طرف ہے۔ اس کو قبول کرنا، سنے سے ان کے ہرگز یہ معنی نہیں ہوں گے کہ وہ لوگ جو ایمان، قرآن، حدیث، کلمہ، عقائد، علم وغیرہ کے لیے ذبح کیے گئے۔

یہ پیشہ و روزگار فوراً چال چلتے ہیں (جیسا کہ مراد آبادی صاحب کے اوپر بیان کردہ تفسیر کی مثالیں میں بھی مذکور ہے) کہ چھ تو یہ وہ چیز حرام ہوگی جس کی نسبت اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف ہو جیسے کراچی کی مسجد، لاہور کی خانقاہ، دہلی کی نمبر داری، زید کا گھر، بکر کی سانچیں وغیرہ۔ یہ جہت دوسری ہے اور حرام کو حلال بنانے پر اسرار و ناگراں پر ذرا سا غور کریں تو فرق واضح ہو جائے کہ ان دو قسم کی مثالوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اگرچہ دونوں نسبتیں معنوی اعتبار سے پہچان کے سلیب ہیں یعنی مسلمان، مسلم اور عبد اللہ کی گائے دونوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلم و حسین ﷺ سے منسوب اور وہ گائے جو عبد اللہ سے منسوب۔ لیکن فی انفسہ دونوں بالکل مختلف ہیں۔ اول الذکر حیوانیت کی راہ سے ہے اور غیر الذکر ملکیت کی راہ سے، پہلی کا تعلق دین سے اور دوسری کا دنیا سے ہے۔

مذکورہ بالا مالی حیوانات سے اور حیوانات کی ہر قسم و شکل، المذہب اور صورت

صرف اللہ ہی کو مراد ہے جس میں کسی دوسرے کو شامل کرنا شرک ہے (۱) انصاف ص ۱۲۴

جس کا اقرار ہم صلوٰۃ کی ہر دوسری رکعت میں اعتقاد پڑھا کرتے ہیں کہ:





بتایا کہ آج مسلمانوں کی سب سے بڑی بیماری شرک ہے۔ انہوں نے مثالیں دے کر واضح کیا کہ کون کون سے شرک اور غلط عقائد اس امت میں رواج پائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس امت کے اسیادور یہاں اس شرک و کفر کو دیکھنے کے باوجود ان غلط عقائد کے خلاف نہیں بولتے کیونکہ وہ خود ان شرک و عقائد کے حامل ہیں۔ اس لیے بجائے انہیں غانے گانے، یہ انہیں ترویج دینے میں سرگرم رہتے ہیں۔ ایسے اللہ، اللہ کے شرک سے برأت و نفی کی تلقین کرتے ہوئے انہوں نے ساتھیوں پر واضح کیا کہ اگر امام ان شرک و عقائد کا حامل ہو تو اس کے پیچھے ایک صحیح عقیدہ مسلم اپنی صلوٰۃ اور انہیں کر سکتا کیونکہ ایسے امام کے پیچھے صلوٰۃ ادا کرنا نہ صرف اپنی صلوٰۃ کو ضائع کرنا ہے بلکہ اپنے عقیدے اور ایمان کو بھی برباد کرنا ہے۔ ایسی صلوٰۃ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی صلوٰۃ پر اللہ کی رحمتیں نہیں نازل ہوتیں بلکہ اس کی توبہ پر دست درازی کرنے والے ان فرقہ پرست مولویوں کی تعظیم کر کے اس کے غلط عقائد کو قبول کر دی جاتی ہے۔

اگلی تقریر اور شرفیہ صاحب کی تھی۔ ان کا موضوع تھا: آیت انگریزی۔ انہوں نے بتایا کہ ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نہ صرف زبانی اقرار کیا جائے بلکہ اس پر عمل قائم بھی رہا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کلمہ اللہ کے ساتھ ایک طرح کا عہد ہے۔ جب تک بندہ اس کلمہ کو پوری طرح اپنے اوپر نافذ رکھتا ہے، وہ اس عہد پر قائم رہتا ہے۔ اور جب وہ سبوں کی عبادت پر مشغول ہو جائے، پکار اور نذر، نیاز شروع کر دیتا ہے، وہ اس عہد سے باہر ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر چلا ہوں، جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ انہوں نے کہا کہ اس نام نہاد امت مسلمہ نے دونوں چیزوں کو جس پشت ڈال دیا اور تنہا گمراہ ہو گئے اور امت واحد فرقوں میں بٹ گئی۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں چیزوں کو ماننا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ طاغوت کا انکار ایمان کے اقرار کے لیے لازم ہے، اس کے بغیر ایمان درست نہیں ہوتا۔ یہ طاغوت چاہے کسی بھی شکل میں ہوں خود اپنی بندگی کرانے والے امام و امام زادے، مولوی اور بی، ولی یا حاکم۔ ان طاغوت کا انکار چھ ایمان کا جزو لازم ہے۔ طاغوت کے انکار اور اس سے بے نیاز ہونے کے بغیر ایمان ناقابل قبول ہے۔

ارشاد صاحب کی تقریر کے بعد سوال و جواب ہوئے جس کا سلسلہ صلوٰۃ العصر کے بعد بھی جاری رہا۔ اور اس کے بعد پھر امام انعام کو بتایا۔ دوسرے دن مجموعی طور سے ان شرک و کفر پر، اگر امام میں موجود تھے جن میں مواہین بھی شامل تھیں جن کے لیے مجتہد و انتظام کیا گیا تھا۔ کیا وہ یوں کاغذوں میں شرکت کا مہم لے کر ساتھی رخصت ہو گئے۔

غلیب قرار دیا۔ جو چیز حرام اور ناجائز تھیں اسی گئی ہو، اس پر لاکھ بار بھی اللہ کا نام لیا جائے تو بھی حلال و پاک نہیں ہو سکتی۔ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا اختیار کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ اللہ نے مذکورہ قابل چار چیزوں کے علاوہ سب چیزیں حلال رکھی ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا قوتوں میں مذکور ہے۔ احادیث میں وہی الہی کی روشنی میں **حذرناہ** (بچنے کے واسطے) سے ڈر کر نہ اٹے جانور کھنے کے لیے ہے۔ **غیرہ** اور **حذرناہ** (اپنے جانوروں سے ڈر کر نہ کھنے والے پر نہ سے کھنے نہیں ہمارے شرع و غیرہ) کو حرام قرار دیا ہے۔ اب اگر کوئی ان حرام کردہ چیزوں کو استعمال نہیں کرتا تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کر کے اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اس کا یہ مبارک ثمن تو ان کی رحمتیں ہیں تاکہ ان کی ملامت و مذمت۔ بلکہ جو لوگ اللہ کے حرام ہونے والے یا کھنے والے یا کھنے والے کو کھاتے کھاتے ہیں، اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے خود ان کا عمل الہی ملامت ہے۔ انہیں اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرنے کی جرأت کر کے اپنے ایمان کی خیر منائی چاہیے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو یہ عمل نظر ہے کیونکہ خود بھی ﷺ اور صحابہ کا کھانے پینے کے معاملے میں انتہائی محتاط رہا۔ یہ تھا کہ گناہ حلال و غلیب رزق کھانے کا حکم اللہ نے جہاں عام انسانوں کو دیا ہے، وہیں انبیاء و ائمہ کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا کھنا دیکھ کر پی پی کھجور کے پاس سے ہوا۔ فرمایا اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں یہ صدقہ کی نہ ہوتا اس کو کھالیتا (مستحق علیہ) ہوا۔ مکتوبہ کتاب (الزکوٰۃ باب میں داخل) الصدقات۔ نبی ﷺ کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ پوچھتے کہ یہ حدیث ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ تو آپ ﷺ صحابہ سے فرماتے کہ تم کھا لو اور خود نہ کھاتے۔ اگر کہا جاتا کہ یہ تو آپ اس میں ہاتھ ڈالتے اور ان کے ساتھ کھالیتے (اینا)۔ ایک دفعہ ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے خادم نے انہیں کوئی چیز کھانے کو دی جو آپ نے کھالی۔ بعد میں بتایا کہ وہ چاہلیت میں اس نے کسی کو کھانے کی کوئی بات بتائی تھی اور اس سے ڈر کر یہ کھالیا تھا۔ آپ اس نے مجھے کچھ دیا تھا جس میں سے آپ کو بھی کھالیا۔ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے یہ سنتے ہی منہ میں آگئی ڈالی اور دو کچھ پیٹے میں گیا تھا۔ وہ سب اکال ڈالا۔ (بخاری کتاب المناقب) (انصار باب ایام الجاہلیہ) اسی طرح عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی پیشہ کے لیے دو کھجوریں دیا گیا۔ وہ ریاضت حال پر بتایا گیا کہ وہ صدقہ کے جانوروں کا تھا۔ آپ نے حلق میں آنکلی ڈال کر مے کر دی۔ (بخاری امام کتاب الزکوٰۃ باب ما ہارنی اللہ الصدقات) (مسند ابی یوسف) شیعین نے انہیں کوئی تاویل نہیں کی کہ اللہ کا نام لے کر پی لیا جائے یا یہ دو کھجوریں یہ یعنی اللہ کے تحت ذرا غیر اللہ ہی ہے، بلکہ یہ تو ایصال ثواب کا معاملہ ہے اور اصل اللہ کی تر ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سارا کاسارا رزق تو ہے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، لیکن اسی رزق میں سے اگر اس مالک نے کسی کو حرام قرار دے دیا ہے تو وہ

# اُمّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت خالد خان، رفاقہ عامہ و ساری کراچی

رسول اللہ ﷺ نے خیر متعین ہونے کے بعد مال قیمت میں سے انہیں اپنے لیے بخش لیا تھا، اس لیے انہیں ”صفیہ“ کہا گیا۔

آپ کی پہلی شادی مسام بن مٹھم یہودی سے ہوئی تھی۔ اس نے طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد کسانہ بن ابی اٹھتی نے نکاح کیا۔ جو کہ اپنے قبیلے کا مشہور شاعر اور شاعر تھا۔ کسانہ جنگ خیبر میں مارا گیا۔ صفیہ ۱۰ سال کی ہو چکی تھی اور بھائی بھی اس جنگ میں مارے گئے اور خود بھی گرفتار ہو گئے۔<sup>(۱)</sup>

یہ سب اس دشنام میں روایت کیا گیا ہے کہ جب قومیں (جو کہ خیر کا سب سے بڑا قلعہ تھا) بھی فتح ہوا تو مال اللہ ﷺ صفیہ ۱۰ سال کی اور ایک عورت کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت آئے تو راستے میں یہود کے مشفقہ لوگوں پر سے گزرے۔ اس عورت نے مشفقہ لوگوں کی لاشیں دیکھ کر چیختا رہنا شروع کر دیا۔ صفیہ ۱۰ سال کی عورت تھی اس عورت کو دودھ پلایا اور صفیہ ۱۰ سال کی عورت کو دودھ پلایا۔<sup>(۲)</sup>

اس سلسلے میں تاریخ میں مختلف واقعات ملتے ہیں لیکن بکثرت اسادیت میں روایت کیا گیا ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد صفیہ ۱۰ سال کی قیمت کے طور پر یہودی قبیلے کے حصہ میں لگادی گئی تھیں۔ وہ یہودی قبیلے نے نبی ﷺ سے ایک اونٹنی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے انہیں اختیار دے دیا کہ قیدی عورتوں میں سے جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ آپ ﷺ نے صفیہ ۱۰ سال کی کو پسند کیا۔ بعض صحابہ کرام ۱۰ سال کی رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ رئیسہ بنو نضیر قرطبہ کو کسی اور کو دینا مناسب نہیں، انہیں آپ اپنی ذات کے لیے منتخب فرمائیں تو بہت محترم ہوگا۔ چنانچہ وہ یہودی قبیلے کو ایک دوسری اونٹنی دے دی گئی اور صفیہ ۱۰ سال کی کو آپ ﷺ نے اپنے لیے خاص کر لیا۔<sup>(۳)</sup> ایک روایت میں صرف اونٹنی سے اونٹنی بدلانے<sup>(۴)</sup> اور بعض میں سات غلاموں کے عوض خریدنا بیان کیا گیا

امیات المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ مبارک ہستیاں تھیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری دنیا میں سے اس منصب کے لیے چن لیا تھا کہ وہ اس کے رسول ﷺ شریک حیات بنیں اور ان تمام اسرار کے ذریعے سے خالق و از و ابی زندگی کے احوالات سے امت کو آگاہی دی جائے۔ چنانچہ کتنی ہی ازواج مطہرات کے ذریعے طہارت، جنابت اور اندرون خانہ و پیش احوال وغیرہ کے مسائل احادیث میں روایت کیے گئے ہیں جن کو کوئی نزدیک سے نزدیک ساتھی بھی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پاکیزہ و ستیوں کی شان میں قرآنی آیات نازل فرمائیں اور انہیں مومنوں کی ماں قرار دیا۔ (سورۃ اب: آیت ۱۰۶) اور یہ کہ کران کا اعزاز و اکرام فرمایا کران کا مقام دوسری عورتوں کی طرح کا نہیں ہے۔ (ایضاً: ۳۲) ان محترم و مقدس ہستیوں میں ایک صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ آپ یہودی قبیلے بنو نضیر کے سردار ثنی بن اطلب کی دختر تھیں۔ آپ کی والدہ ”رہہ“ یا ”نضرہ“ دوسرے بڑے یہودی قبیلے بنو قریظہ کے سردار اسد بن تھے جو زمانہ قدیم سے عرب میں رہتے تھے۔ آج کے صفیہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب نبوی ﷺ کے بھائی ہارون بن النضر بن عمران سے جاتا ہے جس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بعض ازواج مطہرات نے باہمی گفتگو میں آپ کو یہودی خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ناروا لائی۔ نبی ﷺ نے جب آپ کو روئے ہوئے پایا تو ان کی دلجوئی فرماتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ تم سے کیتا افضل ہو سکتی ہیں کہ تم نبی کی نبی ہو، نبی کی نبی ہو، نبی کی نبی ہو۔<sup>(۵)</sup> چنانچہ یہ مائتہ و حصہ رضی اللہ عنہا پر فخر بتایا کرتی تھیں کہ میرے باپ ہارون بن النضر ہیں، میرے چچا نبی ﷺ ہیں اور میرے شوہر محمد ﷺ ہیں۔<sup>(۶)</sup>

آپ کا اصل نام زینب تھا۔ ”صفیہ“ کا نام ”صفی“ سے چلا آیا اور ”سفی“ مال قیمت کا دوسرا حصہ دینا جو اس کی تقسیم سے پہلے نبی ﷺ کے لیے مخصوص کر دیا جاتا تھا کوئی اونٹنی غلام ہو یا گھوڑا وغیرہ۔ جو بھی نبی ﷺ چاہتے۔ ایک روایت کے مطابق یہ حصہ انہیں (جو کہ اللہ کے رسول کے لیے مخصوص کیا گیا) کی تقسیم سے بھی پہلے نکالا جاتا تھا اور ایک روایت کے مطابق یہ بھی قسم کا ہی ایک حصہ ہوتا۔<sup>(۷)</sup> چونکہ

(۱) تاریخ النساء از مصعب بن عمیر مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، ج ۱، ص ۱۱۱ (۲) سیوطی، کتاب الطباق، باب فی النساء، ج ۱، ص ۱۱۱ (۳) سیوطی، کتاب الطباق، باب فی النساء، ج ۱، ص ۱۱۱ (۴) سیوطی، کتاب الطباق، باب فی النساء، ج ۱، ص ۱۱۱ (۵) سیوطی، کتاب الطباق، باب فی النساء، ج ۱، ص ۱۱۱ (۶) سیوطی، کتاب الطباق، باب فی النساء، ج ۱، ص ۱۱۱ (۷) سیوطی، کتاب الطباق، باب فی النساء، ج ۱، ص ۱۱۱



ہے۔ چونکہ آپ ﷺ نے اسلام قبول فرمایا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے صغیر بچہ لگا کر آؤ فرما کر انہیں اپنے زہدیت میں لے لیا۔ اور ان کا آؤ لکھا جاتا ہے ان کا صغیر مقرر ہوا۔<sup>(۱)</sup>

فرمودہ نصیر سے مراد صفت کے طور میں ہی نبی ﷺ نے صغیر بچہ لگا کر اپنی زہدیت میں لیا۔ اور ان سفری عربی ہوئی۔ چونکہ ان کی پہلے بھی شادی ہو چکی تھی اس لیے قاعدے کے موافق آپ ﷺ نے ان کے ساتھ تین دن قیام فرمایا۔<sup>(۲)</sup> عربی کی صغیر آپ نے ولید بھی کیا۔ لیکن اس کے لیے کوئی خاص ہی انتظام نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہماری صغیر سے کہہ دیا گیا کہ یہ کچھ ان کے قوت میں ہے۔ اسے آئیں۔ کوئی بیچ لایا۔ کوئی ستودہ کوئی بگورہ۔ ان سب کو ملا کر مالیدہ بنایا گیا جسے ”صغیر“ کہتے ہیں۔ ایسے کے دسترخوان بچہ کرای جس سے حاضرین کی توجہ مبذول کی گئی۔ پس نبی آپ ﷺ کا یہ صغیر تھا۔<sup>(۳)</sup> اس سادگی اور تواضع میں کتنا درس ہے ان لوگوں کے لیے جو سودی قریش کے لیے کرہیں اس لیے ہولناکیاں، ہال اور گارڈن میں دس ان کھانوں کے پر تکلف ایسے ترستے ہیں تاکہ اس بھونٹی شان سے ان کی ناک اونٹنی رہے۔ خواہ بال بال قرشوں میں بکڑ جائے اور ساری زندگی اس سودی پیکر سے گلو خاصا نہ ہو سکے اور سود میں ملوث ہو کر اپنے رب سے اعلان جنگ کر کے اس کے غضب کو بھڑکانا اس پر مستزاد ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ صغیر بچہ لگا کر اسے کتنی محبت کرتے اور آپ کا کتنا خیال کرتے۔ اس کا اندازہ مای سفر مالکس سے ہوتا ہے جس میں نبی ﷺ نے آپ کو اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھالیا اور آپ کے لیے ایک کھڑا رکھا۔ اور چار تان کر پر دو کر دیا۔ ہر اونٹ پر سوار کرانے کے لیے نبی ﷺ اپنا ٹھکانا آگے کر دیتے اور وہ آپ کے زانو پر چڑھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتیں۔<sup>(۴)</sup> جب آگے چل کر اس اونٹ کو ٹھوکر لگی اور آپ دونوں زمین پر آ رہے تو یہ بنی نوام عشتہ میں آپ پر قربان“ کہتے ہوئے نبی ﷺ کو اٹھانے کو وڑے مگر نبی ﷺ نے فرمایا کہ پتہ بھرت کی خبر لو۔ زبیرؓ ایک چادر اپنے منہ پر ڈال کر وہاں گئے جہاں صغیر بچہ لگا چڑی تھیں اور وہ چادر ان پر ڈال دی۔ پھر وہ کھڑی ہو گئیں۔<sup>(۵)</sup>

اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان کے مہینے میں ان بچوں کو یہ ازواج مطہرات بھیج دیں۔ ان کے لیے تشریف لائیں۔ مگر صرف صغیر بچہ لگا کر۔ میں حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ان کو چھوڑنے کے لیے رات کے اندھیرے میں ان کے گھر تک گئے۔ راستے میں وہ انداری میں نہ تھی۔ مالیدہ بھرت کے ساتھ رکھے لوگوں آگے بڑھ گئے۔ نبی ﷺ نے ان کو پکارا اور بتایا کہ پتہ بھرت نہ کرنا، یہ صغیر کی صغیر ہیں۔ ان سب کو اپنے لیے بھجوانا اللہ انہیں نیا آپ کے متعلق کوئی کسی قسم کا خیال لاسکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے وضع فرمایا کہ فیضان انسان کی رنگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے اس لیے ایسا دھواں اس سے مراد ہے۔<sup>(۶)</sup>

صغیر بچہ لگانا۔ اور اس کے سفر میں بھی نبی ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ وہ نبی کی اہم و طواف اقصا طواف زیارت کے بعد آپ کا ہاتھ دے گئیں۔ اس خیال سے کہ بقیہ ارکان حج جھوٹ جائیں گے۔ آپ روئے لگیں۔ نبی ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ لیا تم نے ہمارے ساتھ طواف اقصا نہیں کیا۔ انہوں نے کہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ پتہ بھرت کرنے میں کوئی حرج نہیں (نبی صغیر ہاتھ دے کر طواف اقصا ہادی نہیں لے لے۔)

صغیر بچہ لگانا۔ اور دوسری ازواج کے ساتھ بائیں طرز عمل کا اندازہ ہوا تو کم عمری کے باوجود بادی و بیاداری اور انسانی کے ساتھ حسن نوعی سے یہ معاملہ ٹھنڈا اور ہر ایک کے ساتھ آپ طہاں و محبت سے پیش آتیں۔ اللہ کے رسول ﷺ بھی اس طریقے میں آپ بچہ لگانے کی دلیجوئی فرماتے۔ ایک دفعہ مانفہ بچہ لگانے ان کی کوتاہ دہائی پر نبی ﷺ سے کچھ کہا تو نبی ﷺ نے تنبیہ فرماتے ہوئے کہا کہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر بعد میں ملاؤں چاہے تو اس پر بھی اثر اٹھانے والا نہیں کہہ کر۔<sup>(۷)</sup>

صغیر بچہ لگانا۔ اور خات وادی میں طاق تھیں۔ عائشہؓ اور فاطمہؓ جیسا کہ میں نے کوئی عورت صغیر سے زیادہ اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے جب انہوں نے ان کی بادی پر نبی ﷺ کو ایک پیالے میں کھانا بھجوا دیا تو عائشہؓ بچہ لگانے فحیرت کھاتے ہوئے اس پیالے کو توڑ ڈالا۔ نبی ﷺ نے ٹکڑے بیچ دیے اور کھانا کھنا فرماتے ہوئے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم بادی والی کو

(۱) کتاب اللہ، باب ماجاء فی صغیر العسری، باب ماجاء فی الاذان، باب الحداد، باب العین، مقادیر، (۲) بحاری، کتاب النساء، باب ما ذکر فی الحداد، کتاب النکاح، باب ما فی الرجل یسقی اعداءہ ثم یزوجہا، و غیر ذلک، باب ما فی النکاح، کتاب النکاح، باب ما فی الرجل یسقی اعداءہ، (۳) بحاری، کتاب النکاح، باب ما فی النکاح، کتاب النکاح، باب ما فی الرجل یسقی اعداءہ، (۴) بحاری، کتاب النکاح، باب ما فی النکاح، کتاب النکاح، باب ما فی الرجل یسقی اعداءہ، (۵) بحاری، کتاب النکاح، باب ما فی النکاح، کتاب النکاح، باب ما فی الرجل یسقی اعداءہ، (۶) بحاری، کتاب النکاح، باب ما فی النکاح، کتاب النکاح، باب ما فی الرجل یسقی اعداءہ، (۷) بحاری، کتاب النکاح، باب ما فی النکاح، کتاب النکاح، باب ما فی الرجل یسقی اعداءہ

خیرت نے آیا۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پیالے میں کھانا پیش کیا تو نبی ﷺ نے وہ پیالہ صغیرہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوایا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر بتایا کہ اس پیالے اور کھانے کا کفار و تمنا کر اس کے بدلے وہ سرائیالہ اور کھانا دو یا جائے۔<sup>(۱)</sup>

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حج سے واپسی کے سفر میں صغیرہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو کر سست چلنے لگا جس سے وہ پیچھے رہ گئیں اور وہ شروع کر دیا۔ نبی ﷺ کو یہ چلا تو آپ ﷺ ان کی تلقینی فرماتے رہے مگر وہ اور زیادہ روئے لگیں۔ نبی ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جن کے پاس اضافی اونٹ تھے، سے کہا کہ ایک اونٹ صغیرہ کو لے دو۔ انہوں نے سوکناپے میں ایسا جملہ بکد یا جو نبی ﷺ کو ناکوار ہوا۔ آپ ﷺ ان سے ناراض ہو گئے اور تین مہینے تک ان سے دوری اختیار کیے رکھی۔<sup>(۲)</sup> اسی سلسلے کی ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ تین مہینے کے بعد زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں ایک مرد کا سایہ دیکھا۔ خود سے کہنے لگیں کہ یہ تو کسی مرد کا سایہ ہے جبکہ نبی ﷺ تو میرے پاس آتے نہیں تو پھر یہ کون ہے؟ جب نبی ﷺ کو انہوں نے دیکھا۔ پھر آپ ان سے راضی ہو گئے۔<sup>(۳)</sup> یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ نبی ﷺ کا سایہ تھا اور جو لوگ نبی ﷺ کو بے سایہ مانتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں اور تارائشگی میں ان احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ نبی ﷺ کو اس طرح مانوق البشر ثابت کر کے تلقینی قرآنی آیات کے کفر کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔

بشری خصائص کے تحت ازواج کے باہمی تعلقات نے آپ ﷺ کو بھی کبھی متاثر کیا۔ چنانچہ ازواج مطہرات کے اس معاملے میں صغیرہ رضی اللہ عنہا بھی عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے ساتھ مل گئیں جس میں نبی ﷺ کو کسی دوسری زوجہ مطہرہ کے یہاں شہد پیچنے سے باز رکھنے کے لیے نبی ﷺ کو باور کر دیا گیا کہ آپ ﷺ کے منہ سے سفاہیر کی بات نہ آتی ہے۔ جس پر سورۃ التحریم میں نبی ﷺ کو متنبہ کیا گیا کہ ”آپ نے خود پر وہ چیز کیوں حرام کر لی جو اللہ نے آپ پر حلال کی ہے؟“<sup>(۴)</sup>

بعض تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وفات رسول ﷺ کے بعد اپنی بیوی کے دور میں آپ ﷺ نے جہاد میں بھی حصہ لیا اور ہر طریقے سے اسلام حق کے لیے کوشاں رہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے بعض ایسے پہلو بھی ملتے ہیں جو آخرت انسانی کے لیے بے مثال ہیں۔ خصوصاً یہ کہ عبادت کے زمانے میں جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہوا تو آپ ﷺ ضروریات زندگی فراہم کر کے ان کی مدد فرماتیں، انہیں ہمت دلاتیں اور کھانا پانی پہنچایا کرتی تھیں۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر باغیوں نے پھرہ بٹھا، باغی خود فوج پر سوار ہو کر ان

(۱) اہم نادر کتاب البیوع، باب فیسر المسلمین بعد موتہ، صفحہ ۱۸۵، کتاب مشورت النصار، باب الخیرۃ (۲) اہم نادر، کتاب السیدۃ بانہ، کتاب السلام (۳) مسند احمد، ۲/۲۲۲ (حدیث صفیۃ ام المؤمنین)، حدیث ۲۰۲۲۵، ۲/۲۲۸ (حدیث السیدۃ العاتکہ) حدیث ۲۲۲۸۱ (۴) صحاحی، کتاب الفیۃ، باب من اطلق الرصاص فی کتاب الطلاق و کتاب التحلیل، کتاب من اطلق الرصاص فی کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأۃ

کے مکان کی طرف چلیں، سلام ساتھ تھا۔ جب داخلہ کی کوئی صورت نہ پائی تو گھر واپس آئیں اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے مامور کیا جو صغیرہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے ان کے لیے کھانا پانی لے جاتے تھے۔

دوسری ازواج مطہرات کی طرح آپ بھی حدیث و فتنہ کا ایک دانش کدہ تھیں۔ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں آپ کے بھانجے اور آپ کے غلام کسانہ اور یزید بن مہذب، مزین العابدین، مسلم بن صفوان وغیرہ نے اس حدیث روایت کی ہیں۔ مذکورہ مصادر روایات کے علاوہ آپ کی یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی عراف (بہت شناس، نبوی، کائنات وغیرہ) کی خبر دے، اس کے پاس جا کر کوئی بات پوچھی تو چالیس دن تک اس کی صلوات قبول نہیں ہوتی۔ (مسلم، کتاب السلام، باب قولہ لا یذکر)

آپ نے وفات میں وفات پائی۔ دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ قیام میں رہیں۔ اب تاریخ انہیں ان کے امرا علییہ نسب کی حیثیت سے نہیں، یہودی سردار بنی بنی بنی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ام المؤمنین، زوجہ مطہرہ رسول ﷺ کی حیثیت سے شناخت کرتی ہے۔ رضی اللہ عنہا، من سائر امہات المؤمنین ومن تبع المسلمین

ہم نے احادیث میں مذکور حالات و واقعات پر ہی اکٹھا کیا ہے اور بیشتر تاریخی روایات سے صرف نظر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

### بقیہ مذکورہ مضامین

کسی صورت بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ گائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلق کردہ ہے، اس کا گوشت ہمارے لیے حلال ہے لیکن جب یہی گائے چوری کر کے کاٹی جائے تو حرام ہوگی یا حلال؟ انکو اللہ تعالیٰ کی مطلق کردہ ایک بہترین نعمت ہے لیکن جب وہی انکو سے کشید کر کے شراب تیار کی جاتی ہے تو وہ پھر حرام کیوں مانی جاتی ہے؟ تو ان کا یہ کہنا کہ یہ ارار رزق اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے، بالکل غلط بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے سوا کسی بھی دوسرے کے نام سے ولایت کی جائے وہی ہر چیز کو حرام قرار دے دیا ہے تو اسے بالکل اسی طرح ماننا چاہیے اور اپنے بالظن عقیدے کے لیے کسی بھی قسم کی ہیر پھیر نہیں کرنی چاہیے۔

مندرجہ بالا وضاحت کی روشنی میں غیر اللہ کی سرعہ مذکور کرنا شرک فی العبادت، سخت گناہ اور حرام و ناجائز ہے۔ خیر القرون و ملاحد میں بھی کسی سے غارت نہیں کہ کسی نے مخصوص دنوں میں کھانا وغیرہ دیا کہ کسی کی نیاز دہانی ہو یا اسے ایصال ثواب کیا ہو۔ یہ خاص شرکات فعل ہے جس سے ایمان والوں کو ہر چیز کرنا چاہیے۔ نیاز کا کھانا وغیرہ ہرگز نہ لینا چاہیے بلکہ نبی سے قرآن وحدیث کا حکم ماننا چاہیے۔ خاندان، برادری، محلے کی مخالفت و ناراضگی کے خوف پر اللہ کی ناراضگی کے خوف کو ترجیح دینی چاہیے۔ نہ ہی یہ منافقت و انداز اپنانا چاہیے کہ نیاز لے کر فقیر کو سے دی جائے یا پھر پڑا دل دی جائے۔ دل میں ایمان ہے تو اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین





نہیں سے مس نہیں ہوئی۔ اگر اس قوم نے شرک سے توبہ نہ کی تو انہی دنیا میں اس سے بڑے دلوں، صدائوں جیسے ہی مخلوق انہیں گئے۔ دورانِ فقر پر جب آزاد صاحب نے اظہارِ صاحب مرحوم کا ذکر کیا تو فقر پر ایک غلبہ آگئی۔

آزاد صاحب کی تقریر کے بعد اصول جو یہ کار پر گرام تھا جسے نکالنے کے باقی جاری غلیل الرحمن صاحب نے کیا اس کے بعد شیخ جنگ کے ساتھی محمد منیر صاحب نے سورۃ فاتحہ کی آیت ۲۵، **مِنَ الْغَافِلِينَ** کے حوالے سے عقیدہ عذابِ قبر پر روشنی ڈالنے سے کہا کہ یہ اس دنیا ہی کی بات ہے میں نہیں جانتا عالمِ برزخ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے عقیدہ سورۃ فاتحہ کی قرآن و حدیث کے حوالے سے تردید کی۔ یہ صاحب کی تقریر پر مبنی مدلل اور جامع تھی جو وقت کی کمی کے باعث مکمل نہ ہو سکی کہ اس وسیع موضوع کا ایک گھنٹے میں احاطہ ممکن نہیں۔

اس کے بعد ہم القرآن کا یہ مگرام جو انجس میں سورۃ غل کی آیت ۲۴، **لَا يَخْشَى اللَّهُ الْكِبَرَ** پر مشتمل ہر ایک کی ۲۴ تقریریں ہوئیں جن میں حکم سے ۱۰ احادیث محمد اسماعیل انیسویہ و دیگرستان سے عبدالمکرم، پیر نیاں صوبہ پنجاب سے مہر اللہ اور تیارڑی صوبہ سرحد سے عرفان اللہ نے پھر پیر لائل کے ساتھ الہام کی ہندگی کے اور روشنی ڈالی اور غیر اللہ کی ہندگی کو رد کیا۔ اس پر دیگرام کے محمد ان قصور کے باقی غلیل، ایک صاحب تھے۔

علاوہ اہلِ اصرار نے بعد فیصلہ آباد کے نو جوان ساتھی رفعت ثواب نے سورۃ تہا کی آیت ۶۹، **وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُ يَجْعَلُ لِّلْكَافِرِينَ عَمَلَهُمْ خُحُولًا** کے حوالے سے بتایا کہ شیخ، احادیث ایمان کا لازمی حصہ ہے ایمان خالص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اور سنت رسول سے محبت ہی دین ہے اور آخرت کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے۔ متعدد قرآنی آیات اور معتاد احادیث کے ذریعے رفعت ثواب نے مکمل اصرار و اعانت کی اہمیت کو واضح کیا۔

رفعت صاحب کی تقریر کے بعد قاری غلیل الرحمن صاحب نے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۶، **فَمَنْ يَكْذِبْ بِالْحَقِّ فَاِنَّهُ يَكْذِبُ عَلٰٓی نَفْسِهِ** کے حوالے سے مدعو ملائوت کے موضوع پر ایک مدلل بیان فرمایا۔ انہوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ ملائوت کیا ہوتا ہے، اور اس کا انکار ایمان کے لیے کیوں ضروری ہے۔ آیات قرآنی کی روشنی میں انہوں نے بتایا کہ اصرار و بہان، مدعو و پیرسی اس امت کے سب سے بڑا ملائوت ہے کیونکہ انہوں نے مختلف انداز میں قرآن و حدیث کے وہ دین کے مقابلے میں ایک نیا دین چھپایا ہے جس کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول کا قول نہیں بلکہ ان کے کابیرین کے اقوال و ملفوظات ہیں۔

شہدہ پر مگرام کے مطابق قاری صاحب کی تقریر کے بعد مختصر مظلوم صاحب مرحوم نے تقریر کرنا تھی جن کی وفات کے بعد پنجاب شوری کے ایک رکن نے سورۃ انفال کی آیت ۲۵، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا** کے حوالے سے

مذکورہ کے حوالے سے ایک جامع تقریر کی۔ تقریر میں بتایا گیا کہ ایمان والوں کو یہ غلط فہم ازبادت ہے جو کہ چاہتے ہیں کہ ایسے بھی تھے ہیں جن کی زد میں صرف وہی لوگ نہ آئیں گے جنہوں نے ظلم یا جوار کا بدلہ اس کی لپیٹ میں دوسرے بھی آ سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہر لمحہ خود احتسابی میں گزارنا ہوگا۔

انتخاب کے دوسرے روز صلیوۃ الفجر کے بعد امیر پنجاب پنجاب حکیم محمد رمضان صاحب نے سورۃ بقرہ آیت ۲۶، **عَسَىٰ اَنْ يَّخْلُقَ لَكُم مِّنْ سَمَكٍ مِّنَ الْخَمِيرِ** کے حوالے سے ایمان کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کے اوپر قرآن و حدیث کے دلائل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ مالک انسان سے اتنی محبت کرے کہ خود مال و دولت عطا فرماتا ہے اور پھر انسان سے کہتا ہے کہ مجھے قرآن و حدیث سے روکنا چاہتا کر کے تمہیں میں ایسے لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو بتاتے ہیں کہ یہی **عَسَىٰ اَنْ يَّخْلُقَ لَكُم مِّنْ سَمَكٍ مِّنَ الْخَمِيرِ** کے حوالے سے ہے۔ یہ بھی زیادہ تھی تھی۔ مگر صاحب نے مختلف صحابہ کرام علیہ السلام کے واقعات پیش کرتے ہوئے ساتھیوں کے سامنے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح کیا۔

اشرفی و ناسی کے وقت کے بعد اصول جو یہ کار پر مگرام جو اس پر مگرام میں قاری غلیل الرحمن صاحب نے گزشتہ روز پر چھائے گئے اصولوں کے تحت قرآن کی روشنی میں

اس کے بعد مرکزی شوری کے رکن امراچی کے ساتھی محمدی گل صاحب نے سورۃ الحجرات آیت ۱۵، **اِنَّهَا لَشَیْءٌ عَظِیْمٌ** کے حوالے سے تقریر کی۔ اپنی تقریر میں انہوں نے بتایا کہ ایمان وہ ہے جو شک و شبہ سے دور ہے، ایمان والوں کو اللہ کی بتائی ہوئی باتوں میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوتا ایمان والے کو یقین ہوتا ہے جو اللہ پر خالص ایمان لاتے اور پھر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے؛ چراغ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکاریں، ان کی نذر و نیاز دیں، عفو و گنہگار نہیں تو اس قسم کے سارے اعمال شرک کا ہیں، ان باتوں سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ محمدی گل صاحب نے بتایا کہ مومن کا ایمان شک و شبہ سے پاک ہونا چاہیے کیونکہ ایمان کے بعد شک ایمان کے لیے مہلک ہے۔ شک و شبہات سے پاک مومن ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کر سکتا ہے۔

محمدی گل صاحب کی تقریر کے بعد کراچی کے ساتھی نور سلطان نے سورۃ شوری کی آیت ۴، **وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْوَالِدِ** کے حوالے سے تقریر کی جس میں انہوں نے بتایا کہ ہمیشہ غم والے ہی اختلافات اور تفرق پر دازی کا شکار و کرامت کو گمراہی میں ڈالتے رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنی بڑائی کو برقرار رکھنے کے لیے امت کو گمراہی میں تقسیم کر دیتے ہیں اور شخص آپس کی ضد، عناد اور عداوت دھری کی وجہ سے تفرق بازی کو ہوا دیتے ہیں۔ خود کو دوسروں سے افضل سمجھنا خناس ان کے ذہن و خیال میں جگہ بنالیتا ہے، اللہ پر شیطان کا وار ہوتا



ہے اور بڑائی کا یہ زخم، جھمنڈ اور تلہر انہیں شیطان کا سامنی بنا دیتا ہے۔ مقرر نے قرآن وحدیث سے ذیل انداز میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ دین میں جس نے تفرقہ والا اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

اگلی تقریر آزاد کشمیر کے ساتھی متین الرحمن صاحب نے سورۃ الفتح کی آیت: **لَقَدْ رَزَقْنَاهُ الْغَنَاءَ وَالْكَثْرَ مَعَ الْيَقِينِ** اَعْلَى الْاَلَمَانِ اَنْ يَكُنْ لَهُ زُلْفَةٌ زُلْفَةً لِّمَنْ لَّدُنَا الْعِزَّةُ کے حوالے سے کیا۔ انہوں نے بتایا کہ محمد ﷺ کے ساتھی آپس میں محبت پر آمادہ محبت کرنے والے اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوتے ہیں کیونکہ ایمان داروں سے محبت ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ اسی طرح مومنوں کو چھوڑ کر خیر مومنوں سے دوستیاں کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ مقرر نے قرآن وحدیث کے بحر پر دلائل سے اس بات پر زور دیا کہ مومن کی محبت اور عداوت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔

پروگرام کے آخر میں امیر تنظیم محمد عظیم صاحب نے اختتامی کلمات اور شافریا کے امیر محترم نے ارادہ اقرار میں سورۃ یوسف کی آیت ۱۰۶ **وَمَا لِيَؤَيِّنُكُمْ لِيُغْنِيَ عَنْكُمْ رَبُّهُ لَا هُمْ يُقْسِرُونَ** ۱۳ ہت کی۔ آپ نے بتایا کہ ایمان کی بنیاد پر یہ تنظیم بنی ہے۔ ایمان کی بنیاد کفر بالظالمات پر ہے، تنظیم کی دعوت کا محور یہی کفر بالظالمات ہے، تنظیم کے تمام پروگراموں کا سرکاری مشمولہ ایمان کی جوہری بات کفر بالظالمات ہی رہا ہے۔ انہوں نے عقل والوں کی صفات بیان کیں کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی کائنات کے اندر غور و فکر کرتے ہیں، اللہ کی نعمتوں کا ادراک کرتے ہوئے اپنے مالک کو پہچانتے ہیں اور سچے ایمان والے بن جاتے ہیں۔

## امیر تنظیم و رفقاء کا دورہ سرحد

اس دورے کی کارگزاری بھی تاخیر سے موصول ہوئی اس لیے پچھلی اشاعت میں شامل ہونے سے روکئی۔ ساتھیوں کی معلومات کے لیے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔

صوبہ سرحد کے ۱۲ روزہ دورے کے لیے ساتھیوں کا ایک قافلہ محمدی گل صاحب کی معیت میں کراچی سے روانہ ہوا۔ اس قافلے کا پہلا پروگرام ۱۳ ستمبر ۱۹۷۶ء کو ڈیرہ اسماعیل خان کے مرکز میں ہوا۔ مقامی ناظم تحریک رمضان صاحب کے گھر میں ملاقاتوں سے تشریف آوار میں ساتھی جمع ہو گئے تھے۔ عظیم صاحب مرحوم، سابقہ امیر شمالی علاقہ جات کے علاوہ امیر پنجاب عظیم گل رمضان صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ بعد صلوٰۃ المغرب، عظیم رمضان صاحب نے سورۃ اخلاف کی آیات ۲۰ تا ۲۶ **وَيُؤَيِّنُ يَوْمَئِذٍ الْقِيَمَةَ لِكُلِّ شَيْءٍ** کے حوالے سے دس قرآن دیا۔ انہوں نے بتایا کہ آج انسانیت نے اللہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے کہ اس ایک الکو چھوڑ کر کس طرح فتنہ انسانوں کو اپنا ال بنالیا ہے ان میں سے کسی کو مشکل انصاف قرار دیا تو کوئی حاجت روا نہ دیا گیا، کوئی ان کو

اولاد دینے والا ہے تو کوئی غریب کو آواز دینے والا ہے۔ اپنے دین سے خدا کی اس عمل کی وجہ سے آج یہ اللہ کے عذاب کے حق دار بن گئے ہیں۔ عظیم صاحب نے دنیا کی بے ثباتی کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ دنیا میں مال و دولت کے باجیر جمع کرنے والا، دنیا کی شان و شوکت، دھبہ و دبدبہ رکھنے والا، قیامت کے دن آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ اس دن ان کے عذاب سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر خالص انصاف الایا جائے اس کی بندگی اس انداز میں کی جائے کہ کسی کو اس کا حسرت نہ ملنا پڑ جائے۔ ایسے ہی لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ سرور جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ اس کے بعد سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔ صلواتی انجمناء کے بعد علاقے کے روایتی کھانے "صحبت" سے ساتھیوں کی تفریح کی گئی۔ رات قیام کرنے کے بعد دوسرے دن ۱۴ شبت اور صلواتی انجمناء کے بعد ساتھی دریا خان کے لیے روانہ ہوئے۔ عظیم صاحب مرحوم، ایک کے ساتھی مظہر صاحب کی دیکھنے کے ساتھ راولپنڈی سے آئے ہوئے تھے۔ بقیہ پروگرام دورہ اسی گاڑی میں کیا گیا۔

دریا خان کی مسلم مسجد میں صلواتی انجمناء سے پہلے محمدی گل صاحب نے سورہ انعام کی آیات ۵۷ تا ۵۹ **وَمَا تَرْجُو مِنَ النَّاسِ شَيْئًا وَلَٰكِنْ تَخْشَوْنَ كُنُوزَهُمْ** کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے ایمان وعقیدے کی اہمیت کو بیان کیا۔ آپ نے بتایا کہ جو لوگ ایمان کی قدر نہیں کرتے اللہ بھی ان سے ایذا انجمنیٹا ہے۔ ہمیں اس کی قدر دانی کرنی ہے، اللہ کا خوف دل میں بٹھانا ہے۔ آج جو اللہ کی نافرمانی کی جا رہی ہے کہ اللہ کا بندہ اپنے مہربان رب کو واسطوں اور وسیلوں کے ذریعے پکارتا ہے، مرنے والے یہ اللہ کو ازیکٹ پکارتا ہے کہ بھگدائیں اس کو دنیا میں بھیج دے۔ جسے میں پھونڈ آیا ہوں۔ اس وقت اس سے یہ واسطے دیکھنا سب گم ہو جائیں گے۔ اس وقت اسے وہ لفظی یاد نہیں آئے گی، جو آج یہ دیکھتا ہے جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے رب کو براہ راست پکارو، وہ بلا واسطہ سب کی سنتے والا ہے۔ واسطوں نے اپنے جیت کی خاطر انسانیت کو کفر و شرک میں لگا دیا ہے۔ ایمان کا شفاء ہے کہ ان پرست کے بندوں کا کھل کر انکار ہو، یہ ظالمات ہیں اور ظالمات کے انکار کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

دریا خان میں پروگرام کے بعد ساتھی والیس ڈیرہ اسماعیل خان آئے اور وہاں سے ضلع ٹانک کے علاقے ملاڑی کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً صلواتی انجمناء کے وقت وہاں پہنچ گئے۔ مشکل حالات کے باوجود یہاں کے ناظم ابو بشام صاحب نے اپنے گھر پر ساتھیوں کی ضیافت کا بڑا بندہ است کر رکھا تھا۔ صلواتی انجمناء والہام سے فراغت کے بعد مقامی مسجد میں جہاں کافی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے تھے، محمدی گل صاحب نے پشتو میں سورہ بقرہ کے پہلے رکوع کے حوالے سے دس قرآن دیتے ہوئے ایمان، کفر اور منافقت کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ انسان اللہ کا محتاج ہے، سوائے کے سارے انسان اللہ کے دے بغیر نہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی کو کچھ بخش دیا کر نہیں بھیجا۔ آج ان کھر چھٹے والوں کا یہ

حال ہو گیا ہے کہ انہوں نے اللہ کی صفات اللہ کے بندوں کے نام کر دی ہیں اللہ کے بجائے تعویذوں پر ان کا بھروسہ ہے۔ پھر ایسے لوگوں کا کیا انجام ہوگا جنہوں نے آج دین کو کھیل قمار بنا رکھا ہے۔ تقریر کے بعد محمدی مغل صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔ مقامی سامعین نے بھی سوالات کیے کہ ابو شام کیوں ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، ہماری تقریرات میں شریک نہیں ہو رہا، وغیرہ۔ انہیں تفصیل سے مسلکی عقیدے کی غریباں بتائی گئیں جن کی موجودگی میں کوئی یکسو مومن ایسے لوگوں کو اپنا امام نہیں بنا سکتا۔

صلوٰۃ العصر ابو شام صاحب کے ذریعے پراہن کی گئی جس کے بعد یہ قافلہ ملک جان کے ذریعے واقع کرک کے لیے روانہ ہو گیا۔ ستر کی طہارت اور راستہ بھول جانے کی وجہ سے کرک پہنچنے میں کافی تاخیر ہو گئی تاہم ساتھیوں کے پیچھے سے پہلے صوبہ سرحد کے امیر نیاز اللہ صاحب نے پروگرام شروع کر دیا اور حاضرین کے سوالات کے جواب دیے۔ تاہم اتنی تاخیر کے باوجود مقامی ساتھیوں نے اہل قافلہ کی مضاہفت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور باوجود اپنی مشکلات کے پھر پور مہمان نوازی کی۔ رات کو سب تک قیام کیا گیا۔

بعد صلوٰۃ الفجر کراچی کے منور سلطان نے مختصر درس حدیث دیا۔ درس صحاح ستہ کی ان احادیث پر مشتمل تھا جن میں ایمان کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے مثلاً: تین چیزیں ہیں جس میں پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت کو پالیا (۱) جو اللہ اور اس کے رسول سے سب سے زیادہ محبت کرے۔ (۲) جو کسی سے تعلق رکھے تو محض اللہ کے لیے، یعنی کوئی ذاتی غرض، مفاد اور لا بچ نہ ہو، اور (۳) جو سابقہ دین میں جانا ایسا ہی برا جائے جیسا آگ میں جانے کو برا جاتا ہے۔۔۔۔۔ جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے منع کیا، تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔۔۔۔۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے والدین، اولاد اور ساری انسانیت سے زیادہ نبی ﷺ سے محبت نہ کرے، وغیرہ۔ آپ نے احادیث کی بھی روشنی میں ایک ایک نکتے کی تفصیلی وضاحت کی۔ اس کے بعد کچھ مقامی سامعین جن کا تعلق تبلیغی جماعت سے تھا، سے سوال و جواب کی نشست ہوئی جس میں ان کے عقیدے کی غریبوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیا گیا۔

اشراف دانشتہ کے بعد یہ قافلہ پشاور کے لیے روانہ ہوا۔ پشاور میں اس قافلہ کے ساتھ امیر عظیم محمد حنیف صاحب اور شمیم مندریقی صاحب بھی مل گئے۔ پشاور کی دیر کا لوئی میں مقامی ناظم محبت اللہ صاحب کے ذریعے پروگرام ہوا جہاں قرب و جوار کے ساتھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ ظہر سے پہلے ساتھیوں کی خوب تواضع کی گئی۔ بعد صلوٰۃ الظہر محمدی مغل صاحب نے سورہ فاطر کی آیات ۳۹ تا ۴۲ ھُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَعْلَمُ خَلْقَهُ فِي الزَّخْنِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسا عظیم خالق ہے کہ جس نے بغیر مستونوں کے آسمان

کی تخلیق فرمادی۔ آج انسان کس قدر ترقی کر گیا ہے لیکن کیا ایک چھت بھی بغیر مستونوں کے بنا سکتا ہے؟ لیکن یہ انسان کس قدر خالم ہے کہ اس نے ایک مردے کو اللہ کے برابر کر دیا اس انسان سے اچھا تو وہ جانور ہے جو اپنے اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ یہ جنت تو اسی کے لیے ہے جس کا ایمان خالص ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کے لیے قربانیاں دی تھیں، لیکن انہی صحابہ کا نام لیتے والا یہ مولوی طلبہ نے کچھ پارسی بن چکا ہے۔ اس کا ہر ہر کام صرف پیسوں کے لیے ہے۔ اس نے انسانیت کو گمراہ کیا ہے۔ آج اللہ کے ذکر کے بجائے ان باباؤں کے نعرے ہیں۔ ہر علاقہ کا ایک طلحہ بابا ہے۔ لیکن قیامت کے دن صرف ایک اللہ کی حکومت ہوگی۔ وہی انسانیت کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور کامیاب وہی خیریں گے جن کا ایمان خالص ہوگا، جنہوں نے ایک اللہ کو اپنا داتا، دیکھ کر مشکل کشا، حاجت روا اور بگڑی بنانے والا سمجھا ہوگا۔ جنت کے یہی مختار رہیں گے۔

محمدی مغل صاحب کی تقریر کے بعد امیر عظیم نے عصر تک حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ سوال و جواب اور گفت شنید کا یہ سلسلہ مغرب تک جاری رہا۔ بعد صلوٰۃ المغرب قافلہ پھنسی کے لیے روانہ ہوا۔ یہاں ایک سے بھی ساتھی آئے ہوئے تھے۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد کراچی کے ساتھی شرافت اللہ صاحب نے سورہ الکہف کے آخری دو کوع کی آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے اپنی اس تقریر میں ”ان شاء اللہ“ کہنے کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے موسیٰ و ہارون علیہ السلام، ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کے واقعات کی وضاحت کی۔ آپ نے بتایا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، انبیاء علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے بلکہ غیب کی ان باتوں کی خبرائیں ہذریہ وحی دی جاتی تھی۔ انہوں نے اصحاب کرب کے واقعہ کی روشنی میں بتایا کہ ایمان ہی اصل ہے، اس کی ہر حالت میں حفاظت کرنی ہے۔ اگر آزمائش کی ایسی ٹکڑی آجائے کہ ایمان بچانا مشکل ہو جائے تو انسان ہجرت کر جائے لیکن ایمان سے ہرگز دست بردار نہ ہو کیونکہ آخرت کی کامیابی اسی پر منحصر ہے۔

رات مسجد توحید پھنسی میں قیام کیا گیا۔ فجر کے بعد امیر سرحد نیاز اللہ صاحب نے سورہ اشعراء کی آیات ۶۹ تا ۸۹ ۚ اِنَّ الَّذِي يَنْفَخُ فِي الصُّوْفِ يَوْمَئِذٍ هُوَ..... کے حوالے سے پشتو میں درس دیا۔ آپ نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کے ذریعے توحید کے مضمون کو اجاگر کیا اور شرک کی عقلی بیان کی۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد یہ قافلہ خرمشلی پایاں، ضلع نوشہرہ کے لیے روانہ ہوا۔ آج بعد تھا اور یہاں صبح سے طلبہ طلبہ کا تربیتی پروگرام ہو رہا تھا۔ فیم القرآن کے پروگرام حصہ لینے والے تین نوجوانوں نے بڑی اچھی تقریر کیں۔ اس کے بعد محمدی مغل صاحب نے سورہ اعراف کی آیات ۳۰ تا ۳۳ ۚ اِنَّ الَّذِي يَنْفَخُ فِي الصُّوْفِ يَوْمَئِذٍ هُوَ..... کے حوالے سے جمعہ کی تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ اطاعت امیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول



محمد ﷺ کے حکم کی مٹی وہ ہے۔ اس کا فائدہ آخرت میں ملے گا۔ انہوں نے آدم علیہ السلام اور شیطان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ہر ہر سچائی مکمل طور پر اللہ اس کے رسول ﷺ اور اپنے امیر کی اطاعت کرے۔ اپنے نفس کو اللہ کے بتائے کہ شیطان کو اسے بہکانے کا موقع مل جائے اور پھر وہ اسے پستیوں میں لے آجے گا۔ آج کا یہ مولوی شیطان کے ایجنٹ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے، جس نے ایک اللہ کی الوہیت کے مقابلے میں ہزاروں اللہ گھڑا لے دیں۔ اب ان کو پکارا جاتا ہے، ان کے نام کی نذر و نیاز ہے اور انہی کی وہ باتیاں ہیں۔ عورتیں کم محسوس ہوتی ہیں، وہ ان پیشوروں کی باتوں میں جلد ہی آجاتی ہیں، وہ انہیں خاندان کے لیے تعویذ لکھ کر دیتا ہے، یہ تعویذ کا شرک کرتی ہیں اور اس طرح یہ شیطانی ایجنٹ ان سیدھی سادی عورتوں کو جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اس تقریر کے بعد امیر تنظیم نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ علوۃ الجہد کے بعد امیر تنظیم محمد حنیف صاحب نے ساتھیوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ اس نشست میں امیر تنظیم نے نظم کی انیسیت پر بہت ترادریا۔ انہوں نے کہا کہ ساتھی قرآن مجید کے ساتھ پڑھنے پر توجہ دیں، اس کے علاوہ عمری گرامر کی تعلیم حاصل کریں، خود مطالعہ کریں اور پھر یہ علم دوسروں تک پہنچائیں۔

صلوٰۃ العصر پڑھ کر ساتھی مسجد توحید شاہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں کی مسجد چھوٹی مگر بڑی خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ مقامی ساتھی اپنی کم مائیگی کے باوجود اپنے گھروں سے مہمانوں کی خیانت کے لیے سامان خورد و نوش لے آئے تھے۔ یہاں مغرب کے بعد شرافت اللہ صاحب نے سورہ حج کی آخری آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے کہا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، مرد و بیویوں کے ذریعے انسان پر حملہ کرتا ہے۔ مشرکین عرب اللہ کو مانتے تھے لیکن ان کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ آج وہی انداز اس امت نے بھی اپنایا ہے۔ اللہ پر ایمان کا دعویٰ ان کا بھی ہے لیکن اللہ کے بندوں کو انہوں نے مشکل کشائی، حاجت روائی کے منصب پر فائز کر دیا ہے۔ اب ان کی بگڑی ہوئی باتوں، ان کو اولاد سے نوازنے والے،... ان کے زعم میں یہ مردہ انسان بن گئے ہیں انسانیت کو اس بد عملی نے کیا دیا ہے؟ یہی کہ اللہ کے عذاب کے مستحق بن گئے ہیں جو ہر سوال پر مسافا ہے۔ درس قرآن کے بعد صوبہ سرحد کے امیر نواز اللہ صاحب نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔

صلوٰۃ العشاء کے بعد مساجد واپس مسجد حیدرہ خانہ کی چائیاں روات ہو گئے۔  
رات: جہاں قیام کیا گیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد مندر سلطان نے سورہ فرقان کی آیات  
۳۰ تا ۳۴: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ لِيُخَوِّفَ الْغَافِلِينَ کے  
مواضع سے بشریت انبیاء کے موضوع پر دوں قرآن دیا۔ قرآن کی دھڑکیات کی  
روشنی میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء (علیہ السلام) اس دنیا میں بھیجے  
سارے کے سارے انسانوں کی خدمت تھے، خلقی نوعی اعتبار سے ان میں اور عام  
انسانوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ فرق تھا تو صرف مقام و مرتبہ میں تھا اور یہ الٹا یہ

رسولؐ کی بھی نہیں، یا اللہ کے حکم سے ہی کوئی چیز حلال یا حرام ٹھہرتی ہے۔ رسولؐ کی اطاعت بھی اللہ ہی کے حکم کے تحت کی جاتی ہے۔ ہم امیر کی اطاعت بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے تحت کرتے ہیں۔ کوئی ایسا حکم جو خلاف شرع ہو، اس میں کسی کی کوئی اطاعت نہیں۔ اس کے علاوہ ہر حالت میں امیر کے حکم کی اطاعت کرنی ہے۔ امیر جتنے جو بھی ذمہ داری دے، وہ اسے قبول کرنا ہے۔ اسی طرح جب کسی سے کوئی ذمہ داری واپس لے لی جائے تو بھی وہ مکمل اطاعت کرے۔ امیر کی اطاعت میں اللہ کی خوشنودی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج متیرہ خراب پروین فرشتوں نے قید بھالیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر بھی کوئی دیندار ہو سکتا ہے، وہ اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ آج کس نے اس رسولؐ کو پابند کیا ہے کہ وہ مسجد میں ناکار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ عبادت انسان پر فرض کی ہیں، ان کا آخر آخر میں ماننا ہے۔ جو لوگ اللہ کے حکم کے خلاف اس کو پیشہ بنائے بیٹھے ہیں، وہ کبھی چیز کی امید رکھتے ہیں؟ کیا ان کو ان سب چیزوں کا اجر ملے گا؟ جنہوں نے اپنی نمازوں کو بیچا ہو، ان کو آخر میں جہنم کا عذاب ملے گا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا ملک مانگا جس کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا ملک بھی عطا فرما دیا۔ لیکن ہم نے کیا کیا اس الہ احد کو بھونڈ کر اس ملک کی ایک ایک گلی میں دوسرا الہ بنالیا۔ ہر گلی میں ایک قبر ہے، ایک بابا بیٹھا ہے، دوسری انہیں اولاد دینے والا سمجھا جاتا ہے، اسی کو پکارا جاتا ہے اور اسی کے نام کی تذکرہ نیاز کی جاتی ہے۔ یہ کھ پک پڑھنے والا آخر کیوں ساری دنیا میں ذلیل ہے، اسی لیے کہ اس نے اپنے رب سے کیے ہوئے خالص بندگی کے وعدے کو فراموش کر دیا ہے۔ اب اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا اور دوسری قوموں کو ان پر مسلط کر دیا۔ اب بھی وقت ہے کہ اللہ سے توبہ کی جائے، اس کی توبہ کا اقرار کرتے ہوئے شرک سے بچا جائے تو ان شاء اللہ، اللہ کا وعدہ پورا ہوگا اور ان کو ملے پڑے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی افضل کر دے گا اور آخرت میں تو ان کے لیے نعمت بھری جہنمیں ہوں گی۔ مغرب سے چھپتے آندھی اور بارش شروع ہو گئی۔ مگر مٹھائی ساتھیوں نے اس شدید موسم میں بھی اپنی روایتی مہمان نوازی نہیں چھوڑی اور ساتھیوں کی بھرپور توجہ کی۔ رشاد گنڈا پیمازی گنڈہ گاہوں میں سفر کرتے ہوئے، لیکن کائناتی بدلتے ہوئے کیا تھا۔ اس لیے ساتھی وہ وہاں میں سوار ہو گئے۔ مغرب کے بعد قافلہ مسجد توحید، صومرہ بانڈہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ سرسبز شاداب پیراڑوں کے دامن میں، بنی بھروہ کی اس مسجد میں عشاء کے وقت قافلہ پہنچا۔ صلوٰۃ کے بعد گلی بانڈہ کے عطا اللہ صاحب نے سورہ احقر کے حوالے سے پشتو میں سامعین کے سامنے اس بات کو رکھا کہ مالک قسم کھا کر کہتا ہے کہ ساری کی ساری انسانیت خسارے میں ہے۔ یہ کیوں خسارے میں ہے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی ذات، صفات، حقوق، اختیارات میں دوسری ہستیوں کو شریک کر دیا۔ بندگی کے لائق صرف ایک ہی تھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مالک نے قرآن میں بتا دیا ہے کہ کھجلی قومیں کیوں برباد ہوئیں؟ صرف شرک کی

بجائے۔ انہوں نے جب مردہ انسانوں کو اللہ کا ساجھی بنالیا، ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا، ان کے جسم کے پتہ پانے اور ان کی پرستش ہونے لگی تو پھر یہ قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ بتایا گیا کہ اس خسارے سے بچنے والے وہی ہیں جنہوں نے ایمان کو قبول لیا، اپنے ایمان کو شرک کی عبادت سے پاک رکھا، انسانیت کے سامنے اس دھوکے کی کھلی کی کھلی اور پھر اس راہ میں آنے والی مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ ان چار قسم کے لوگوں کے علاوہ جتنے بھی لوگ ہیں، سارے، کے سارے مکمل خسارے میں ہیں خواہ انہوں نے دنیا کا کتنا ہی اونچا مقام کیوں نہ حاصل کر لیا ہو، مکتا ہی مال کیوں نہ بیع کر لیا ہو۔

رات اسی مسجد میں قیام کیا گیا۔ اگرچہ دو دن کے دوسرے ماقول میں موسم گرم تھا، مگر یہاں سردی محسوس ہورہی تھی۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد مٹی کی گلی صاحب نے سورہ الملک کی ابتدائی آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ بطور تمہید اس سورہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ قرآن کی یہ آیات بڑی فضیلت والی ہیں۔ ان آیات میں وراہ دکھادی گئی ہے جو اللہ کی مشفقت والی ہے۔ لیکن انہوں نے آج اس کتاب کو بڑا دن میں پڑھ کر اس پر عمل لگا کر، المادی میں چھپ دیا جاتا ہے لیکن اس کو سمجھ کر پڑھنا نہیں چاہتا۔ حالانکہ کوئی شخص اگر کسی کو خط لکھتا ہے تو مکتوب الہ اسے پڑھتا ہے، پڑھتا نہیں آتا تو کسی پڑھنے والا اس کو سن لیتا ہے، سمجھتا ہے کہ آیتیں کیا لکھی ہیں، اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ لیکن اس کتاب بذات کے ساتھ اس امت نے جو معاملہ کیا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ اسی لیے تو آج یہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہشت میں داخل صرف اللہ کی رحمت کی حد سے ہوگا، اور یہ رحمت بھی انہی پر ہوگی جنہوں نے اس کتاب کو پڑھا، اس کے مطابق اپنے عقائد بنائے اور اقبال کیے۔ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ اور اپنی چھوٹی بیٹی صفیہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اس دنیا میں کچھ لینا ہے تو مجھ سے لے لو لیکن آخرت میں ان میں تمہارے کام نہ آسکوں گا، وہاں جہنم میں تمہارا داخل تمہارے اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ انسان کو وہی سمجھانا ہے جو اس نے دنیا میں کیا۔ مسلسل تکرار کرتے تھے مٹی کی گلی صاحب کا لگاؤ تھا کہ وہ کیا تھا۔ جب یہ زیادہ خراب ہو گیا تو ایسے تقریر پر شرافت اللہ صاحب نے کی۔

پروگرام کے مطابق اسی منزل مسجد توحید مدین تھی۔ مگر یہاں فرقہ پرست مہادی نے حالات خراب کر ڈالے تھے جن میں اہل قافلہ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ چنانچہ پروگرام میں تبدیلی کرتے ہوئے کئیازی، ضلع ویر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کئیازی کے راستے میں ایک جگہ بہان آباد میں بھی پروگرام کیا گیا۔ یہاں کے ساتھی عیدالرحیم صاحب نے اہل قافلہ کو مدعو کیا تھا۔ انہوں نے ساتھیوں کی خوب خاطر تواضع کیا حالانکہ عصر کے وقت ان کی حدودی غریب کی ٹکانہ تھی۔ ان کے کھنے کی مسجد میں صلوٰۃ الفجر کے بعد شرافت اللہ صاحب نے پشتو زبان میں سورہ آل عمران کے حوالے سے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو رکھا کہ اللہ تعالیٰ



نے ہماری یہ ذیولٹی اگلی ہے کہ انسانیت کو اللہ کی طرف رجوع دیں۔ فرمایا کہ سب سے اچھی بات اسی کی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں۔ ان کے سامنے اس بات کو بیان کرے کہ میں "مسلم ہوں" یعنی وہ اس رجوع کا ایک عمل نمونہ بن کر لوگوں کے سامنے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ آج انسانیت نے اللہ کے علاوہ مردوں کو پکارتا شروع کر دیا ہے حالانکہ مالک کا تو فرمان ہے کہ یہ مردے ہیں ان میں جان کی ذلت تک باقی نہیں رہی۔ ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کے یہ خود ساختہ معبود قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے حالانکہ اللہ بیان فرماتا ہے کہ جن کو اللہ کے مقابلے میں پکارا جا رہا ہے، قیامت سے ان اپنے پکارے جانے کو رد کریں گے۔ قیامت کے دن کسی مشرک کی سفارش نہیں کی جائے گی۔ آج ان فرقوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں جبکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کا خلاف اظہار ہے۔ یہ عقائد رکھنے والے قیامت کے دن اذیت رسوائی سے دوچار ہوں گے۔ اقریر کے بعد سوالوں کے جواب نیاز اللہ صاحب نے دیے۔ بعد ازاں کیتاڑی کی طرف سفر دوبارہ شروع کیا۔

صلوٰۃ العصر کے وقت ساتھی میٹاڑی پہنچے۔ مسجد توحید کیتاڑی میں سلو کا اوپر کے ساتھی قریبی مرکز شعبان کے لیے روانہ ہوئے۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد کراچی کے ساتھی شرافت اللہ صاحب نے سورہ اعراف کے حوالے سے پشتم میں درس قرآن دیا۔ اپنے درس میں انہوں نے فرقوں کے وہ بارے میں رمل مومن کے اور اصحاب کہف کے واقعہ کو بیان کر کے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو رکھا کہ ایمان والوں پر آزمائش تو آتی ہیں۔ وہ ان آزمائشوں کی ہمیں سے کندن بن کر نکلتے ہیں۔ یہ آزمائشیں اس کے ایمان کے لیے عقل کا کام کر کے اسے چکاوی ہیں۔ مگر ایمان سے عقل طاغوت کا کفر لازم ہے۔ ایمان اس کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ طاغوت کا کفر بڑے حوصلہ کا کام ہے۔ یہ بڑی سخت آزمائش ہوتی ہے۔ لیکن ایمان والوں کے ایمان کا امتحان اسی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کھرے اور کھولے کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ متر نے کافی وضاحت سے حوالوں کے ساتھ مرہبہ مسلک کے عقائد کے کفر و شرک کو واضح کیا اور سامعین پر زور دیا کہ ان سے لاشعری رکھیں ورنہ پھر تباہی و تفرقہ پڑے گا۔ والی ہے۔ آخر کے بعد حوالہ جواب دیے۔ یہاں کی مسجد ساتھیوں سے کچھ کچھ جھڑپ ہوئی تھی۔ مقامی ناظم چاکان صاحب اور دیگر ساتھیوں نے بڑی عمدہ اور میں ساتھیوں کی ضیافت کی۔

اس کے بعد ساتھی کیتاڑی واپس آئے اور رات میں قیام کیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد محمد اعظم صاحب نے سورہ لیل کے حوالے سے ایک نصیحت جس میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے عدل واحسان، درشت وادوں کے مطلق ادا کرنے، قرابت وادوں پر ترجیح کرنے، سبے دیہاتی کے کاموں سے اجتناب کرنے اور گھناور مصیبت کی باتوں سے دور رہنے پر ایک تفصیلی بیان فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ عدل کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھا جائے۔ اللہ کے مقام کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا، اس کی وحدانیت کو تسلیم کرنا ہے۔ یہ ظلم و ناانصافی ہے کہ اس کا

یہ تمام کئی اور کوسے دیا جائے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ یہ شرک ہے اور شرک کرنے والا کبھی جنت کی خواہش بھی نہ پاسکے گا۔ حدیث جبریل علیہ السلام کے حوالے سے انہوں نے احسان کی تشریح کی کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا وہ خود اللہ کو کچھ رہا ہے یا پھر یہ تم از کرم یہ خیال کرے کہ اللہ تو اسے کچھ ہی رہا ہے۔ حقوق و فرائض کا ادا کرنا احسان ہے۔ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے، لیکن مومن اس محبوب مال کو اللہ کی راہ میں لگا کر اپنے رب کی خوشنودی چاہتا ہے، وہ دنیا کی نیکیں جلد آخرت کی دنیا کی کا طالب ہوتا ہے۔ اپنے اس درس میں انہوں نے ساتھیوں کے سامنے ان باتوں کو رکھا جن پر عمل کر کے معاشرہ ایک مثالی امت بن جاتا ہے۔ امن، صلوات حاصل ہوتا اور انسان اللہ کی رحمت کا حقدار بن جاتا ہے۔ اللہ کے مومن و غیب بندے اسی اللہ کو اپناستے ہوئے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔

ناشتہ وغیرہ۔ یہ فارغ ہونے کے بعد ساتھی نوابکہ واقعہ مسجد توحید کیتاڑی کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں محمدی کل صاحب نے سورہ فی کے دومرے کو اس کے حوالے سے پشتم میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے کہا کہ جب بھی دنیا میں کوئی نئی چیز پیدا ہو تو قوم کے بڑوں اور مولویوں نے ان پر طرح طرح کے فتوے لگائے۔ لوگوں کو دغا کر دیا، ان کی دعوت حق سے دور رکھا، یہی شیطان نے بھی جب اس دعوت کو پیش کیا تو آپ کی اپنی قوم والے آپ کے دشمن بن گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے علاوہ مخالف چاروں بھی اس دعوت کو پیش کیا۔ لیکن انہوں نے بھی آپ ﷺ کی ایلا، نہ مانی۔ آج بھی جب انسانیت کے سامنے قرآن کی یہ باتیں پیش کی جاتی ہیں تو یہ "ہادی" "حضرت" لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو قرآن کے قریب نہیں آئے دیتے۔ جہنم سے نجات کی ایک ہی راہ ہے کہ آپ اللہ کو یہ کہنا کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اللہ ہماری کمزوریوں سے درگزر فرمائے گا اور ہم پر رحمت کرتے ہوئے اپنی جنتوں میں داخل فرمادے گا۔

درس کے بعد مال و نوابکہ کا پروگرام تھا۔ امیر تنظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ بڑی عمدہ میں حق ہو جانے والے ساتھیوں کی اچھی طرح خاطرہ رست کی گئی۔ اس کے بعد ساتھی واپس کیتاڑی کے لیے روانہ ہوئے۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد محمدی کل صاحب نے سورہ آل عمران کے آخری رکوع کے حوالے سے پشتم میں درس دیتے ہوئے عقیدہ توحید کی وضاحت کی، شرک و بدعت کی حقیقی و بدوئی کو قرآن وحدیث کے ذریعے واضح کیا اور بارہ روایات کی دین کے نام پر دکھائی دی کہ انہوں نے کھانا کی مختلف شکلوں کی بدعت بنائی کی۔ بڑی تعداد میں حق ہو جانے والے ساتھیوں نے دلچسپی کے ساتھ اس بیان کو سنا۔ اس کے بعد امیر تنظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ ساتھیوں کی بھرپور ضیافت کی گئی۔ اس رات کو بھی قیام کیا گیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد کراچی کے امور طالبان نے سورہ احکامات کے دورے

روح کے حوالے سے درس قرآن و احادیث اس درس میں دین کے نام پر مختلف مسالک کی جانب سے پھیلائی جانے والی بدعتی کوجواہلوں کے ساتھ واضح کیا گیا اور بتایا گیا کہ اس کے نتیجے میں گمراہ ہونے والوں کا یہ چہرہ بھی ان کے گمراہ کرنے والوں پر ہو گا۔ درس میں بتایا گیا کہ رست پر ترقی و انکسار پرستی شخصیات سے محبت کے نتیجے میں ہوتی ہے۔ ان کے عقیدت مند جو دو سے تجاوز کر کے انہیں بندے کے مقام سے الٹا کر رب کے منصب پر فخر دیتے ہیں لیکن قیامت میں یہی لوگ ان کے دشمن ہو کر انہی کے خلاف گواہی دیں گے۔ ان کی محبت کا جواب ان پر لعنت سے دیا گئے۔ لہذا کسی کی محبت میں حدود سے تجاوز کر کے بدعتی اختیار کرنے والوں کو اس میں غور و فکر کرنا چاہیے۔ ان کے لیے اس میں درس عبرت ہے۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک ساتھی مرزا خان صاحب کے گاؤں علی شاہ بابا میں مختصر قیام کیا۔ مرزا صاحب معاش کے سلسلے میں کراچی بھی آتے جاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ساتھیوں کی ضیافت کا بھرپور انتظام کر رکھا تھا۔ انہوں نے وہ جگہ بھی دکھائی جو انہوں نے یہاں مسجد توحید کی تعمیر کے لیے وقف کر دی ہے۔ ساتھیوں سے ملاقات کے بعد قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔

اگلا پروگرام نیاز اللہ صاحب کے گاؤں گڑھی ٹھٹھی ضلع ملائٹہ میں ہوا۔ یہاں بھی بڑی تعداد میں ساتھی جمع ہو گئے تھے۔ مغرب کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ طور کے حوالے سے پشتو میں درس دیا۔ انہوں نے سورۃ الطہ کے الفاظ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور فرعون کے دور میں بڑی گئی دعوت کو تفصیل سے بیان کیا۔ انہوں نے دیگر انبیاء علیہ السلام کی دعوت کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ تمام انبیاء علیہ السلام کی زندگی کا ایک ہی مشن تھا۔ سب نے ایک ہی دین و دین اسلام کی تبلیغ کی۔ مقرر نے اس بات پر زور دیا کہ انسان کی آخرت کا دار مدار اس کے ایمان پر ہے۔ اگر ایمان خاص نہ ہو تو پھر اعمال کی کوئی جزا نہیں ملتی۔ شرک ایمان کو کھٹکا جاتا ہے۔ ایک آدمی ایمان کا دعویٰ بھی کرے مگر اللہ کی مخلوق کو اس کا ہمسرہ نہ بنائے تو پھر اسے اللہ کے یہاں اپنی مغفرت کی کوئی امید نہیں رہ سکتی چاہیے۔ درس کے بعد سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد ساتھیوں کی ضیافت کی گئی۔ رات کو سبیں کی مسجد توحید میں قیام کیا گیا۔

صلوٰۃ الفجر کے بعد کتبی ذی کے بزرگ ساتھی درہ تیز صاحب نے سورۃ ابراہیم کی ابتدائی آیات کے حوالے سے پشتو میں بلوچی خطاب کیا۔ متعدد آیات و احادیث کی روشنی میں آپ نے توحید کی اہمیت اور شرک و کفر کی سنگینی کو بیان کیا۔ فرقہ پر داری کی مذمت کرتے ہوئے ان کی پھیلائی ہوئی بدعتی گمراہی کو اجاگر کیا اور ساتھیوں پر زور دیا کہ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے ان پشیماندہ مسالکوں اور بیچ دلا سے دور رہ جائے ورنہ یہ خود بھی جنہم میں جا سکتے ہیں اور ان کو بھی جو آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے چل رہے ہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

ناشتے وغیرہ کے بعد قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ اگلا پروگرام خزانہ کھٹے میں ہوا۔

یہاں نزدیک نزدیک دو مساجد ہیں جنہیں مسجد نمبرا اور ۲ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مسجد نمبرا میں نیاز اللہ صاحب نے سورہ انفکاف کے پہلے روح کی آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ تمہید کے طور پر انہوں نے کہا کہ قرآن کی باتیں بڑی کھلی اور واضح ہیں۔ ان میں کوئی سبب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسان بنا دیا ہے کہ انسان اس کو آسانی سے سمجھ سکے۔ البتہ اس کی بعض آیات متشابہ ہیں جن کا غمگینی کو نہیں دیا گیا جیسے کہ اسی سورۃ کے شروع میں تم کے متعلق حروف۔ مگر قرآن کی زبان متشابہ آیات میں میزھنگائی جاتی ہے اور حروف مقطعات کے سن مانے معنی بیان کیے جاتے ہیں۔ اس طرح آج اس امت کو گمراہ کر دیا گیا ہے۔ شریعت کے مقابلے میں جمہور کی فیصلے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ انہوں نے قوم و نوح علیہ السلام کا ذکر کیا کہ کس طرح یہ لوگ مشرک بنے۔ انہوں نے اللہ واحد کے مقابلے میں اپنی قوم کے وفات شدہ پانچ ٹیک افراد کو الٹا بنا لیا۔ ان کی قبریں بنائیں، پھر ان کے مزار پر بیٹھیں۔ آج بھی مردہ شخصیات کی قبریں عبادت گاہ بنی ہوئی ہیں۔ ان پر حاضر یاں ہیں اور انہی کے نام کی پکارتیں ہیں۔ ان کے یہ شرک یہ عقائد و اعمال ہی ہیں کہ آج یہ امت اقوام عالم کے مقابلے میں بدترین بن گئی ہے۔ ان کا کوئی پرمانہ مالی نہیں کیونکہ انہوں نے اللہ سے غداری کی ہے۔ اللہ کے غداروں کی کیا سزا ہوگی تاہم کہ اس دنیا میں بھی ذلیل جوں اور آخرت میں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

درس کے بعد امیر عظیم محمد حنیف صاحب نے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کفر بالظاہر و باطن کی اہمیت پر تفصیلی بیان فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ظاہر و باطن کفر کے بغیر ایمان نہیں۔ ایمان اس کے ساتھ مشروط ہے جو ایمان کا دعویٰ کرنے اور اس کے دل میں ان ظاہر و باطن کی محبت بھی ہو تو ایسے شخص کا ایمان اللہ کے یہاں قبول نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے کہ روح قیامت سے قبل نہیں لوٹائی جائے گی۔ اب اس کے خلاف احمد بن حنبل عقیدہ دیتا ہے کہ روح اس جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ اب جس کے دل میں ان کے لیے ذرا بھی مقام ہو تو اس کا ایمان اس کے منہ پر مار دیا جائے گا۔

مغرب کے بعد یہاں کی مسجد نمبرا میں پروگرام ہوا۔ محمدی گل صاحب نے قرآن وحدیث کے سوالوں سے جدت پسندی اور دشمن خیالی کے نام پر دین میں پیدا کی جانے والی خرافات کو بیان کیا۔ انہوں نے آج کے نام نہاد "لبرل مسلمان" کا موازنہ اسوۃ رسول ﷺ اور آثار مصابیہ علیہ السلام کیا۔ ایک بڑی تعداد میں ساتھیوں نے دلچسپی سے بیان کو سنا۔ اس کے بعد امیر عظیم نے سوالوں کے جواب دیے۔ عشاء کے بعد ہر مختلف ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ رات کو یہیں قیام کیا گیا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ کے بعد ساتھی کئی گز محو، ضلع صوابی کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں صلوٰۃ الظہر کے بعد انک کے ساتھی نے سورہ الزمر کی آیات کے حوالے سے اعداد و روح پر پشتو میں درس قرآن دیا۔ آیات و احادیث کے ذریعے اس کفریہ عقیدے کی سنگینی کو بیان کیا گیا اور اصول حدیث کی مدد سے اس



کی موافقت میں بیان کیے جانے والے آثار کو رد کیا گیا۔ درس کے بعد محمدی مغل صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔ اس کے بعد قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔ راستے میں کفایت اللہ صاحب کے علاقے میں تھوڑی دیر قیام کیا گیا جہاں ایک ساتھی کے اسکول میں ساتھیوں کی ضیافت کا بندوبست کیا گیا تھا۔

مغرب کے بعد قافلہ ضلع صوابی کے گاؤں نارنجی کی مسجد قحید پہنچا۔ یہاں کے ناظم شاہجہان صاحب نے ان بے ساتھیوں کا تعارف کرایا جو علاقے کے روایتی تشدد و مخالف حالات کے باوجود ایمان خالص پر یکسو تھے۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد کتیاڑی کے ناظم زاہد خان صاحب نے سوز و غم کے حوالے سے پشتو میں تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت مکہ کا ماحول بہت شراب تھا۔ وہ لوگ شراب مناجی گانے کے رسیا تھے۔ لوٹ مار عام تھی۔ اپنی بیٹیوں کو زکوٰۃ فتن کر دیتے تھے۔ اللہ کو مانستے تھے لیکن ساتھ میں انبیاء اللہ کے بت بنا کر ان کی عبادت بھی کرتے تھے۔ انہوں نے لات درجات عزیزی، مالک، اساف اور دیگر لاتعداد خفیات کے بت بتار کھے تھے۔ اس ماحول میں اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ اسی ماحول میں پروان چڑھنے کے باوجود آپ ﷺ نے نہ کبھی کسی بہت کو مانا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی بداعتالی آپ کی عادت میں شامل تھی۔ آپ ﷺ کی راست بازی اور امانت داری پر لوگ آپ کو امین و صادق کے القابات سے پکارتے تھے۔ لیکن جب آپ نے مکے کی پہاڑیوں سے **إِنَّا كُنَّا إِلَٰهَ الْإِنسَانِ** کی دعوت بلند کی تو انہی لوگوں نے اسے مانستے سے انکار کر دیا اور آپ کے دشمن بن گئے۔ پھر جو ہاتھ سلام کے لیے اٹھتے تھے وہ گریبان تک پہنچتے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے یہی بات رکھی کہ میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری موت پر قادر ہے، مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکاردوں جو کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور اگر میں ایسا کروں تو یقیناً میں کھالوں یعنی مشرکوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اگر کسی کو تکلیف پہنچے تو کوئی اسے رفع نہیں کر سکتا سوائے اللہ کے اور اگر اللہ کسی کو خیر پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ لیکن وہ قوم باز نہ آئی اور اپنے معبودوں کو چھوڑنا اس نے گوارا نہ کیا۔ لیکن قوم کے سعید القدرت لوگوں نے اسے قبول کیا۔ اللہ کے فرامین پر ایمان لائے۔ اللہ کی آیات کو اپنے اوپر نافذ کیا، یہاں تک کہ مالک نے ان سے راضی ہونے کی سند عطا فرمادی۔ اقریر کے بعد مختصر سوال و جواب ہوئے۔ رات کو یہیں پر قیام کیا گیا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ کے بعد ساتھی چار باغ کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں شرافت اللہ صاحب نے پشتو میں درس قرآن دیا۔ مختلف آیات کی مدد سے توحید و شرک کے مضمون کو واضح کیا گیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا ایک نقش کھینچا اور بتایا کہ وہ کس قدر برگزیدہ خلیفہ تھے۔ کس کس انداز میں انہیں آزمایا گیا اور کس طرح انہوں نے ایک فرمانبردار مسلم کی زندگی کا عملی نمونہ پیش کیا۔

اگلے روز گرام ہام ضلع صوابی میں ہوا۔ آج جمعہ تھا۔ جمعہ کا اجتماع مقامی ناظم عطاء الرحمن صاحب کے والد کی مسجد میں ہوا۔ محمدی مغل صاحب نے سورۃ الفاتحہ کے حوالے سے پشتو میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ کی کتاب لاریب ہے۔ اس کی کسی بات میں ہرگز شک نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو پڑھنے کے لیے آسان کر دیا۔ وہی قرآن کہ بتاتا ہے کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ اس بات کا محتاج نہیں کہ کسی کے وسیلے سے ہے۔ وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں کہ اس کے وزیر اسے خبر دیں۔ وہ تو انسان کا خالق ہے۔ انسان کے دل کا حال جانتا ہے۔ اسے کسی وسیلے کی کیا ضرورت؟ وہ جو سارے انسانوں کا خالق ہے اس کے لیے تو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے اور جو اس عظیم رب کی ادنیٰ مخلوق میں سے ہو، جس کے لیے قرآن **أَعْوَابُ غَدِيرٍ لَّيْسَ بِمُتَعَمِّلٍ** استعمال کرتا ہو، اسے قوت الاطمینان کہا جائے، صحیح بخش قرار دیا جائے! کیسا بد نصیب ہے یہ انسان کہ اس نے اللہ کی صفات اس کے بندوں کو دے ڈالیں اللہ کے مقابلے میں کسی کو! اس کا کہا اور کسی کو غریب نواز بنا ڈالا۔ اولاد دینے والا، دل دوست دینے والا، عزت دینے والا، انقض ضرورت کی ہر چیز دینے والا وہی ہے۔ اللہ کسی کو یہ عطا نہیں فرمائیں۔ ان صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔ اگر موت اسی عقیدے پر آجائے تو کوئی مثل اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوگا۔ یہ صلوٰۃ، یہ صوم، یہ ساری عبادات انسان کے منہ پر مار دی جائیں گی۔ اللہ کے یہاں اعمال کی قبولیت صرف ایمان خالص کی بنیاد پر ہے۔ اقریر کے بعد افضل صاحب نے اذان دی اور امیر مصلح نے جمعہ کا خطبہ دیا اور امانت کی۔ بعد ازاں قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔ وہاں سے ساتھی قریبی مرکز کے دورے پر گئے اور واپسی میں گدون ملاز کی میں واقع اشرف کاشمیری صاحب کی فیملی کشمیری لی ٹیگن میں، جہاں پر عطاء الرحمن صاحب کام کرتے ہیں، صلوٰۃ العصر اور کی صلوٰۃ المغرب سے قبل ساتھی محمدی مغل صاحب کے گاؤں گدرف۔ ضلع صوابی پہنچ گئے۔ یہاں پہاڑی پر بنی ہوئی مسجد توحید میں صلوٰۃ المغرب اور کی جس کے دوران کھن گرج کے ساتھ بارش بھی ہونے لگی۔ صلوٰۃ کے بعد محمدی مغل صاحب نے سورہ بقرہ کے پہلے رکوع پر پشتو میں درس دیا۔ بطور تعارف انہوں نے اس سورہ کے بارے میں بتایا کہ یہ قرآن کی سب سے بڑی سورہ ہے، اس میں موسیٰ علیہ السلام کے ورکا ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس میں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اسی حوالے سے اس کا نام البقرہ ہے۔ ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ کتاب لاریب ہے یعنی اس میں کوئی شک نہیں۔ آج قرآن کے حافظ اور پڑھنے والے بہت ہیں۔ لیکن یہ اس طے کی طرح پڑھتے ہیں اور اس میں بیان کیے گئے احکامات و فرامین سے ناواقف ہیں۔ اسی لیے قرآن کا پڑھنے والا آج اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق کو عالم الغیب سمجھتا ہے۔ اس کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہو گیا ہے۔ اللہ کے حرام کردہ کو آج یہ تحرک سمجھ کر کھاتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم السلام سچے اولیاء اللہ تھے۔ انہوں اس کتاب کو دانتوں سے پکڑا، اسے سمجھا اور اس کے

انکلمات کے مطابق اپنی زندگیوں بنائیں۔ مومن بھی اس کتاب کو لاریب سمجھتا ہے۔ اسی کے مطابق اپنے عقائد بناتا ہے۔ اس کے احکامات اپنی زندگی پر نافذ کرتا ہے۔ اس کی خواہشات، اس کی تقریبات، اس کی موت اس کی زندگی، اس کا جینا اس کا مرنا، سب اسی کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کے پابند ہوتے ہیں۔ غرضیکہ حیات کا راستہ اسی قرآن میں سمجھ پایا گیا ہے۔ جنہوں نے اس کو سمجھ لیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو پھر ان شاء اللہ وہ جنت میں ضرور جائیں گے۔

درس کے بعد سوال و جواب ہوئے اور پھر ساتھیوں کی توفیق کی نئی رات کہ ہمیں قیام کیا گیا۔ سلام و تحفہ کے بعد شرافت اللہ صاحب نے سورہ وعدہ کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے ساتھیوں کے سامنے اس کتاب مقدس کے نزول کا مقدمہ بیان کیا اور حدیث کے حوالے سے بتایا کہ یہی وہ کتاب ہے جو قوموں کو بلند کرتی یا انہیں ذلیل بناتی ہے۔ جنہوں نے اس کتاب کے مطابق اپنے عقائد بنائے اور اعمال صالحہ کیے اللہ نے ان بھیڑ بکری پرانے والوں کو زمین کا خلیفہ بنادیا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب پر ایمان لانے سے منع تو خوب کیے مگر اپنے انکارین کے فتووں کو اپنے ایمان کی بنیاد بنالیا آج وہ دنیا میں ذلیل ترین مقام رکھتے ہیں۔ آج ان پر امت و رسوائی چھائی ہوئی ہے۔ یہ جگہ ذلیل و نودہ ہیں، ان کے گھر لہنے جا رہے ہیں، ان کی املاک جلائی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ بس ہیں کوئی ان کا سہارا نہیں۔ انہوں نے اللہ کے سہارے کو چھوڑ دیا تو اب ان کے لیے دردناک عذاب ہی رہ گیا ہے۔

ٹائٹل وغیرہ سے فارغ ہو کر یہ قافلہ مسجد توحید صابئی شاد، ضلع ایک پیچیدہ صلابہ الظہر کے بعد منور سلطان نے سورہ انفال کی ابتدائی آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ تمہید انہوں نے بتایا کہ جو مال چاہ میں ہاتھ لگتا ہے اسے انفال کہتے ہیں۔ یہ ذی سورہ ہے۔ ذی سورتوں میں آخری سائل بیان کیے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا یہ ایک مثالی اور انتہائی عالی شان انداز تھا کہ آپ ﷺ نے دین کو زندگی کی نذر اوقات کا ذریعہ نہیں بنایا تھا بلکہ اپنے اخراجات کس معاش کے ذریعے پورے کیے۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ میں نے بھی بکریاں پرانی ہیں۔ آج کے مولوی سحر بھر بھر کر خنق رسول کا دعویٰ تو خوب کرتے ہیں مگر اس عالی شان اسمہ کا ان میں کوئی نذر نہیں تھا۔ یہ لوگ ہاتھ باندھ کر گھر بیٹھ گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے جہان رسول ﷺ تھے ان میں سے بھی کسی نے دین کو پیشہ نہیں بنایا۔ مگر حیرت ہے کہ انہی صحابہ کے نام لیاؤ اس نے آج دین کو تجارتی جنس بنا ڈالا ہے جس میں ان کی ہر جھمکتی ہے۔ تو میں اپنی زندگی کا اکتساب کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیمات اور اس میں غور و فکر اس میں اتنی پیدا کرتی ہے کہ ہر سے بڑھ کر اللہ کی اطاعت انسان کو غلام راتوں سے بچاتی ہے۔ وہ اپنے تمام امور میں کتاب اللہ کو بنیاد بنا تا ہے۔ اب اس کی معاش کا معاملہ دیا جائے تو تقریباً بائیس سو روپیہ کا یا سو تھوڑا ایک مکمل نمونہ بن کر سامنے آتا ہے۔ آج ہمیں ایمان اس طرح قبول کرنا چاہیے کہ ہم اس کا نمونہ بن جائیں۔ ہمارا نقصان نہ ہو۔

مزید غرض است۔ لیکن دین غرض ہر جتنی قرآن و حدیث کے تابع ہونی چاہیے۔ وہ ہماری ایمان ہی کیا کہ جس کا نفاذ ہمیں کے جسم پر نظر آئے۔

تقریر کے بعد سوال و جواب کا ایک طویل پودہ گرام میں امیر عظیم نے اظہار قہار میں ساتھیوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ سوالوں کا سلسلہ رکن میں نہیں آ رہا تھا اور آ کے دیکھا جا کر پروگرام بھی کرنا تھا۔ اس لیے ساتھیوں سے معذرت لرائی گئی۔ اس کے بعد ساتھی مسجد توحید و کمال پورہ میں ایک نئے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں سلو و الفرب کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ تحریم کے حوالے سے درس قرآن دیا جسے ایک بڑی تعداد نے دلچسپی سے سنا۔ انہوں نے اس دور کے حوالے سے بتایا کہ کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس نے یہ اختیار اپنے کما رسول کو بھی نہیں دیا۔ آج اللہ کے حرام کو ہر امت حلال کر دیتی ہے۔ اس کا مولوی جس چیز کے بارے میں فتویٰ دے دے، یہ اسے حرام یا حلال مانتے ٹکٹے ہیں۔ قرآن کی جگہ آج فعلی اعمال مانی کتاب کو چڑھا سنا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں تو مردوں کو قبر سے باہر بھی کراؤت لڑ کر لے دلا بیان کیا جاتا ہے۔ کیا یہ قرآن کا انکار نہیں؟ اس کتاب میں نام نہاد بزرگان دین کے فتوے قلمبندان کیے گئے ہیں۔ منکوں کی کہانیاں ہیں اس میں۔ قیامت کے دن یہ سارے مولوی، اچے اور ناگے سرجھکا کر کھڑے ہوں گے۔ ان کی کوئی بات نہ سنی جائے گی قرآن کے مطابق فیصلہ ہوگا جس کو آج انہوں نے ترک کر دیا ہے۔ قیامت کے دن رسوائی سے بچنا ہے قرآن کی بات ماننا ہوگی، اس پر عمل کرنا ہوگا۔

اس کے بعد امیر عظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ رات ہمیں قیام کیا گیا۔ صلابہ الظہر کے بعد شرافت اللہ صاحب نے سورہ آئی عمران کی آیات سے درس قرآن دیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے متعدد دلائل سے اس بات کو واضح کیا اللہ تعالیٰ تو رحمتیں مردوں کا وسیلہ بنا کر جاتا ہے۔ مالک نے سورہ یونس میں انسانیت کے اس فعل کو مشرک قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں اس فعل کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی بات کا درس دیا ہے کہ جب بھی کوئی، ال کرنا ہو تو اللہ سے کرو اور جب بھی بدو یا کجی ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے دور میں جب قتل پڑا تو انہوں نے نبی ﷺ کے چچ عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کے لیے آگے لیا۔ انہوں نے اللہ سے ڈارنا رکھا۔ مائی۔ نبی ﷺ کا اس دماغی کوئی وسیلہ نہیں بڑا گیا۔ آج جو اس امت میں مشرکانہ عقیدہ آیا ہے تو یہ قرآن کی تعلیمات ہیں اور میں نبی ﷺ کا سکھایا ہوا طریقہ ہے۔ مالک یہ مسلک پرستوں کی ایجاد ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ شرک ہے۔ اس حالت میں موت پر ایسے شخص کے لیے جہنم کی آگ کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس پروگرام کے ساتھی ہی صوبہ سرحد کا یہ دورہ اختتام پزیر ہوا۔ صوبہ سرحد اور کراچی کے بعض ساتھی یہاں سے رخصت ہو گئے۔ انجم امیر محترم نے محمدی گل صاحب، عظیم صاحب اور منور سلطان اس سے آگے گئے تھیں کے علاقے بھر بھر بھی گئے۔



والے نظمیں خسارے کو بھی بتایا گیا۔

آج کل کے قیصر کے بعد امیر مختار مہاراجا کے ساتھی حکم صاحب کی قادیانی میں خانقاہ قائم ہو گئے جہاں سے شالیرا راہیلہ بیس میں سوار ہو کر ساتھی بغیریت کراچی واپس پہنچ گئے۔

## کل پاکستان تربیتی اجتماع برائے ناظمین

ناظمین کا یہ تربیتی اجتماع مسلم مسجد، کراچی میں ۱۰ نومبر ۱۹۷۱ء کو منعقد ہوا۔ ناظمین نے اس موقع پر کرامات علی صاحبی سے خطاب کیا۔ انہوں نے بہت ہی بہترین اصلاحات کیے تھے۔

صلوٰۃ الفجر کے بعد سرگودھا کے مسٹر عبد العزیز صاحب نے سورہ بقرہ کی آیت: **لَقَدْ اٰتَيْنَاكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَ وَنَزَّلْنَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْنَا الْقُرْآنَ** کی تفسیر کی۔ انہوں نے بتایا کہ نبی کا نام کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جو اجتماعات قائم ہوتے ہیں، شیطان اس کا لحاظ دشمن ہوتا ہے اور اس اجتماعیت کو تباہ کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔ اس کا دشمن ہی یہ دیتا ہے کہ جو لوگ اس اجتماعیت سے وابستہ ہیں ان کے دلوں میں دوسرے دے اور ان کے جذبات کو مشتعل کرے۔ اس طرح ان لوگوں کا یہ عمل اجتماعیت میں رخنہ اندازی کا باعث بنتا ہے اور اس اجتماعیت کے افراد اور ذمہ داروں کے درمیان رابطہ برقی کو کمزور کرتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مسیحوی (مسیحی) شیطان عمل ہے، غیبت، بدظنی، بہتان طرازی و مصلحت پرانیاں ہیں جو اجتماعیت کو تباہ کرتی ہیں۔

امیر تنظیم محترم محمد حنیف صاحب نزاری محبت کے باوجود پرہیزگار ہیں۔ تحریف لائے۔ بے شدد پرہیزگاروں کے مطابق انہوں نے پروگرام کے آخر میں اختتامی کلمات اور کرتے تھے، لیکن قرآنی سورت کی وجہ سے پروگرام میں تباہی مچ گئی اور انہوں نے اختتامی کلمات اور شاد فرائیڈ انہوں نے سورہ آل عمران کی آیت: **اِنَّ يَوْمَئِذٍ فَاصِلَتٌ لِّالْبَيْنِ اِنَّ يَوْمَئِذٍ فَاصِلَتٌ لِّالْبَيْنِ اِنَّ يَوْمَئِذٍ فَاصِلَتٌ لِّالْبَيْنِ** کے حوالہ سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف ایمان والوں کا عمل قبول ہوتا ہے، وہ جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوئی کے لیے اپنے تئیں ایمان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ امیر محترم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سے اس بات کی وضاحت کی کہ کس طرح ان لوگوں نے اپنا سب بھلائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو کر اپنا سب قربان کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی سب سے بڑی عطا فرمائی۔ آخر میں آیت **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالٰتِ** کے حوالہ سے آپ نے ساتھیوں پر زور دیا کہ انہوں کو آپس کے درمیان بے مصلحتی اور حق پائیت سے شیعان ان کی اجتماعیت میں رخنہ نہ ڈالے۔

امیر محترم نے اختتامی کلمات کے بعد اصول تجویذ و قرأت کا پروگرام دیا جس میں آخری دو سووٹوں کی مشق کرائی گئی۔ اس کے بعد کراچی کے ساتھی نور

اس کے لیے راہ پختہ کی۔ ایسی آئے جہاں سے امیر تنظیم آزاد صاحب اور کچھ دوسرے ساتھی بھی ساتھ ہو گئے۔ ظہر سے کچھ پہلے قافلہ مجسمہ وسعت دینی مسجد توحید پہنچا۔ یہاں منہ دانی کے ساتھیوں نے اہل قافلہ کی شہادت کا اہتمام کر رکھا تھا۔ یہاں کچھ ارتقا فی امور دنیا کر صلوات العصر کے بعد قافلہ مزدکی ہستی نہالہ کی مسجد امیر پہنچا۔ یہاں صلوات المغرب کی گئی۔ مقامی ساتھیوں سے ملاقاتیں ہوئیں، گفت و شنید ہوئی۔ ساتھیوں کی تواضع ہوئی۔ رات قیام کے لیے قافلہ مجسمہ کے ناظم گوہر صاحب کی دعوت پر ان کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ یہاں صلوات العشاء اور کھانے کے بعد مشور سلطان نے خدمت کرنے والے نو جوان ساتھیوں کو کچھ کر سورۃ الفاتحہ کی آیات **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِہٖ وَسَلَّم** کے حوالے سے درس دیا جس میں ایمان کی اہمیت کو واضح کیا اور ایمان کے تقاضے پر عمل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے نہا مین کو دعوت دی کہ وہ اپنی متاع ایمانی کو بچانے کے لیے ازلی دشمن شیطان اور اس کے ایجنٹوں سے ہوشیار رہیں اور مغبوطی کے ہاتھ نظم سے منسلک رہیں کہ ان کی بکری کو بھیڑ یا کھانا سب سے اور انشائوں کا بھیڑ یا شیطان ہے۔ نظم سے کہنے یا اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر اس کا وار چلے گا ہوتا ہے اللہ اس سے بچیں۔

دوسرے روز ناشتے و خجہ کے بعد قافلہ کجرات روانہ ہو گیا۔ یہاں تنظیم کے ساتھی بھی رہتے ہوئے۔ امیر تنظیم دھڑی گل صاحب اور مشور سلطان یہاں سے فیصل آباد روانہ ہوئے۔ فیصل آباد کے ساتھی لاری اڑے پر مشے آ گئے تھے۔ شو کوٹ کے ساتھی طارق صاحب اپنی گاڑی لے کر آئے جس میں ذمہ داری خان تک سفر کیا گیا۔ راستے میں شو کوٹ کی دو مساجد میں نظیر کر وہاں کے ساتھیوں سے ملاقات کی گئی۔ طارق صاحب کی مسجد میں ظہر ادا کی گئی۔ یہاں کچھ اجلاس ہوئے نو جوان جمع ہو گئے تھے جنہوں نے امیر تنظیم سے اپنے درجہ سوالات کیے۔ تاہم وقت کی قلت کے سبب ہر قسم جواب دے کر ان سے معذرت کر لی گئی اور آگے سفر شروع کر دیا گیا۔ قافلہ قافلہ ذمہ داری خان کی مسجد جس کے ناظم صادق صاحب ہیں مغرب کے وقت پہنچے۔ مغرب کے بعد دھڑی گل صاحب نے تقریری جنسیک بڑی تعداد میں خانہ امیر پنجاب حکیم رمضان بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔ کچھ دھڑی گل صاحب نے ایمان کی اہمیت، روحانیت اور اہم کی اہمیت جیسے مضامین کو آیات و احادیث کی روشنی میں بیان کیا۔ رات امیر کے حوالوں کے جواب دیتے گئے۔ رات یہیں قیام کیا گیا۔

فجر کے بعد مشور سلطان نے سورۃ البقرہ کی آیات **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِہٖ وَسَلَّم** کے حوالے سے درس قرآن کیا۔ دوسری میں ایمان کی اہمیت پر زور دیا گیا اور ایمان کے تقاضے پر عمل کرنے، پیچھے ہٹ جانے، ایمان والوں کی نصیحت کو ترک کر دینے، مرتد ہو جانے کی سختی کو بیان کیا گیا۔ ایمان و عقیدے پر مبنی اور اس پر استقامت دکھانے پر ملنے والے اعزازات بیان کیے گئے۔ فرائض میں ہار جاتے اور پیچھے رہ جانے پر ہونے

سلطان نے سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات کے حوالے سے تقریر کی جس میں انہوں نے مومنین کی صفات کا تذکرہ کیا کہ ایمان والے کامیاب ہو گئے، دلوں اور مادی دنیا کے غلبے سے محفوظ رہیں، بلکہ انہیں ایمان والے اور اللہ تعالیٰ کو ایسا ایمان پسند ہے جو ملاقات اور شرک سے نیکر پاک ہو۔ پھر خالی ایمان کا دعویٰ ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اعمال صالحہ لازم ہیں جن میں سلوۃ سب سے پہلے ہے اور وہ بھی خشوع و خضوع کے ساتھ جس کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایمان پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو، دل میں خالص اللہ تعالیٰ کی پابندی نہیں کہ صلوٰۃ ادا کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ہاتھ و پاؤں پر یا دھرا دھریں رہے ہوں، انگلیاں ناک میں گھونم رہی ہوں، نظریں دائیں بائیں دوڑ رہی ہوں، ذہن دکان کا حساب لگا رہا ہو، یہ سب باتیں خشوع کے معنائی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مومن انویات سے بچنے والے ہوتے ہیں اپنی جان اور مال کا تذکرہ کرتے ہیں، اپنی خواہشات کو روکنے والے، پاک و دشمنی اختیار کرنے والے اور نظروں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ انہوں نے متعدد آیات کی روشنی میں ایمان کے بعد اعمال صالحہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ یہ شیطان کا بہکاوا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد اعمال کو کوئی اہمیت نہ دی جائے اور اسے غیر ضروری سمجھا جائے۔ مقرر نے بتایا کہ اعمال کی شکل میں ایمان کا ثبوت دیا جاتا ہے جن کا حکم بھی قرآن میں ہی دیا گیا ہے، اب جو اپنے ایمان کا ثبوت فراہم نہیں کرتا اور عقائد کی آیات پر ایمان رکھتا ہے تو **وَأَكْفُرُ كُفْرًا وَيَعْلُجُ أَعْيُنَهُ وَيَتَّبِعْ آلَ ابْنِ مَرْثَةَ يُخْرِجُ الْبَلَاءَ لِمَنْ يَأْتِيهِ مِنَ الْبَلَاءِ لَا تَنْفَعُ الْبُلَاءُ مَنْ يَكْفُرْ لَهُ يُدْخِلْهُ اللَّهُ فِي سَخِرَافٍ وَنَارٍ جُحِيمٍ** قرآن کے بعض حصے کو ماننے والا اور بعض کا انکار کرنے والا ہوتا ہے۔ مقرر نے سورۃ الکہف کی آخری آیت کے حوالے سے بتایا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ جو بھی اپنے رب سے ملاقات کرنا اور اس کی یادگاہ میں سر فروغ ہونے کا متمنی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اعمال صالحہ کرے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے۔

اس کے بعد فہم القرآن کا پروگرام ہوا جس کا موضوع سورۃ البقرہ کی آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ الَّتِي اتَّخَذُوا فَتُنَادُوا بِعَدْوٍ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ** سے فیصلہ الرحمن، مرحد سے زاہد بیات، آزاد کشمیر سے ساجد محمود، شمالی علاقہ جات سے سمندر خان اور لاہور سے عبدالخالق نے حصہ لیا۔ تمام ساتھیوں نے اس آیت کے حوالہ سے سنت الرسول ﷺ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بدعت کی شاعت کو واضح کیا اور بتایا کہ اتباع رسول کے بغیر ایمان مکمل نہیں کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا حکم عام ہے کہ جس بات کا بھی محمد ﷺ ہمیں حکم دیں اس کو لے لو اور جس سے بھی روکیں اس سے رک جاؤ۔ محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ

لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاءَ تَعَالَى لِمَا جَنَّتْ بِهِ

”کوئی تم میں سے مومن نہیں ہو گا جب تک کہ اپنی خواہشات ہرے لے لے ہوئے دین کے مطابق نہ کرے۔“

اس کے بعد چکالہ کے ساتھی قاری غلیل الرحمن صاحب کی تقریر ہوئی۔

انہوں نے سورۃ توبہ کی آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** کے حوالے سے واضح کیا کہ کیسے یہ مادی اور دین کو کاروبار بنائے بیٹھے ہیں، صرف لوگوں کا مال جھوٹ بول کر کھاتے ہیں، بلکہ انہیں اللہ کے راستے سے بھی روکتے ہیں، یہ لوگ اللہ کے دین کو نہ صرف بچتے ہیں بلکہ اس پر پردہ بھی ڈالے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد عربی تعلیم کا پروگرام ہوا جس میں عبد العزیز صاحب نے ساتھیوں کو افعال کی مختلف گروہوں کی مشق کرائی۔ اس کے بعد فیصل آباد کے ساتھی رفعت تواب نے سورۃ النحل کی آیت **وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْكُلِّ لَمْ يَكُنِ لِلدِّينِ شَكْلٌ خَلَفَ وَخَلَفَ بَيْنَهُمَا الْكُفْرُ وَالْإِيمَانُ** کے حوالے سے تفسیر کا ذکر کیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس میں انہوں نے سنت کی اہمیت کو واضح کیا اور کہا کہ اس کے بغیر دین نامکمل ہے کیونکہ سنت کی پیروی کا حکم خود مالک نے قرآن میں دیا ہے۔ مقرر نے آیات و احادیث کی روشنی میں بتایا کہ انکار حدیث کا فتنہ سب سے خطرناک فتنہ ہے جو قرآن و حدیث کے دین کی اساس پر تلوار ہوتا ہے اور جس پر بھی اس کا وار ہوتا ہے، اسے نفس کا بندہ بنا کر کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ حدیث رسول ﷺ کی حیت خود قرآن کی متعدد آیات سے ثابت ہے، لہذا حدیث کا انکار خود قرآن کا انکار ہی ہے۔

رفعت تواب کی تقریر کے بعد کراچی کے ساتھی محمد جاوید نے سورہ ابراہیم کی آیت **وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْكُلِّ لَمْ يَكُنِ لِلدِّينِ شَكْلٌ خَلَفَ وَخَلَفَ بَيْنَهُمَا الْكُفْرُ وَالْإِيمَانُ** کے عنوان سے دلائل انگیز جو طبعی تقریر کرتے ہوئے منافقین اور مرتدین کے کردار کو واضح کیا کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں منافقت چھپی ہوتی ہے، اجتماعیت میں دین الہادی کرنا، چھوٹی چھوٹی باتوں کو عبادت کے کرہ بنانا، ان کا شیوہ ہوتا ہے حق بات کو یہ پہچانتے بھی ہیں اور بظاہر اس کے ساتھ بھی چل رہے ہوتے ہیں، لیکن غرور و تکبر کی وجہ سے ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہوتا اور آخر کار ایک وقت وہ آجاتا ہے کہ وہ اجتماعیت سے طے ہو ہو جایا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا انجام دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بدترین عذاب کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے بعد سرسری شوری کے دکن محمدی گل صاحب نے سورہ بقرہ کی آیات **۲۵۶-۲۵۷: فَخَنِّي يَكْفُرَ بِاللَّهِ تَعَالَى وَنُفُوسٍ كَانَتْ** کے حوالے سے نہایت ہی مؤثر خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں طاغوت کے معنی، مفہوم کی وضاحت فرمائی۔ انہوں نے بتایا ہر امت کے وہ افراد جنہوں نے قرآن و حدیث کے دینے ہوئے عقائد کو رد کرتے ہوئے ایک نیا دین پھیلایا، وہی اصل میں طاغوت ہیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کے نام تک بدل ڈالے۔ آج کا یہ نام نہاد مسلمان مسلم سے دیوبندی، اجماعیہ، بریلوی اور شیعہ بن گیا۔ کامیابی کا راستہ وہی ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا کہ جو کوئی بھی ان تمام طاغوتوں کا رد



کرتے ہوئے ایمان لایا تو اس نے مضبوطی سے ہاتھ پکڑ لیا اور کبھی ہلنے والا نہیں ہے۔  
 پروگرام کے دوسرے دن صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر پنجاب حکیم محمد رمضان صاحب نے سورہ خان آیات: **لَا تَلْعَنُوا الَّذِينَ لَمْ يُحِلُّوا عَلَيْكُمْ خِلَاةَ الْمَنَازِلِ** کے حوالے سے ایک ایمان افروز درس قرآن دیا۔ اپنے اس درس میں انہوں نے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا اور بتایا کہ آخرت میں بچاؤ کے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا مگر وہ کہ جس پر اللہ کا رحم ہو جائے۔ انہوں نے قرآن کی مختلف آیات کے حوالے دے کر جہنم میں دیے جانے والے عذاب کی بولچہ کیوں کو بیان کیا۔ انہوں نے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو بیان کیا کہ وہ اس بچاؤ کے لیے ابھی سے کوشش کریں۔

کشمیر کے ساتھی حقیق الرحمن صاحب نے سورہ کہف کی آیت: **قَالَ الَّذِي نَجَّى عَلَيْهِ وَعَلَىٰ أَهْلِهِ هَذَا أَتَنُحَنُّونَ** کے حوالے سے تقریر کی۔ انہوں نے قبر پرستی کے شرک کے بارے میں بتایا کہ اس امت میں اس کی بنیاد فراہم کرنے والے احمد بن حنبل ہیں جنہوں نے خود روح کا عقیدہ دیا۔ خلاف قرآن اسی عقیدے کے نتیجے میں آج یہ مردہ قبر میں زندہ سمجھا جاتا ہے، ان سرے ہوؤں کو پکارا جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انہیں پکار دیجو تمہاری پکاروں کا یہ جواب دیں گے اگر یہ سنتے ہیں۔ یعنی ان کا پکارا جانا بالکل عبث ہے۔ قیامت والے دن تمام انبیاء، اولیاء اور شہداء اپنے پکارنے والے مشرکوں سے پیڑاری کا اظہار کریں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے۔ مگر اس کے باوجود غیر اللہ کی پکاریں ہر طرف عام ہیں۔ انہیں نے بتایا کہ جیسے ہی کوئی انسان مرتا ہے تو اس کی جنت و دوزخ وہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ مرتے ہی اسے اس کے عقائد و اعمال کے حوالے سے محاکمہ لٹل جاتا ہے۔ اس کی روح قیامت سے پہلے دنیا میں لوٹ نہیں سکتی تو پھر اس روح سے خالی مروے میں دیکھتے سنتے کے واسطے کہاں سے آگئے جو کہ روح نکلتے ہی سلب ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد قاری طیل الرحمن نے گزشتہ روز سکھائی گئی سورہیں اصول تجوید کی روشنی میں ساتھیوں سے شیئیں۔ پھر پنجاب صوبے کی شورنی کے ایک رکن نے سورہ حم السجده کی آیت: **مَنْ أَحْسَنُ حَقًّا لِّرَبِّكَ مَنْ دَعَا إِلَى الْوَهْلِ لَمْ يَكُنْ صَاحِبًا بِذَلِكَ نَفْسٍ** کے حوالے سے، اور قرآن وحدیث کے حوالے سے بہترین بات لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا ہے۔ آج یہ مسلکی علماء لوگوں کو قرآن کی دعوت نہیں دیتے بلکہ جب بھی کسی کو دعوت دی جاتی ہے تو اس طرح کہ اپنے اپنے مسلک کی باتیں بتاتی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کو قرآن کے ذریعے دعوت دی جائے، ہم نے قرآن کو آسمان بنا دیا ہے، لیکن یہ لوگ دین کی دعوت اپنے اپنے بزرگوں کے قصوں اور اقوال سے دیتے ہیں، قرآن کو مشکل بنا دالا ہے، اس کے ذریعے دعوت دینا تو ان کے لیے گویا شجر ممنوع ہے۔ مقرر نے اس بات پر زور دیا کہ داعی کو اپنے عمل سے خود کو لوگوں کے سامنے بہترین مسلم کا ایک نمونہ پیش کرنا ہے۔ جو لوگ اس احسن

قول کی طرف بلانے کا فریضہ ادا کر رہے ہیں، وہ جب تک خود کو ایک بہترین مسلم کے عملی نمونے کے طور پر پیش نہیں کریں گے تو وہی گئی دعوت کا کوئی اثر نہ پائے گا۔ یہ کیسے ہوگا؟ ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ کی اورانگی، اپنے حق و باطل میں اس ایمان کا اطلاق، ایک لازمی چیز ہے۔ مومن ایک کسو بندہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کا خود کو جبراً ادا رکھتا ہے، انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح کوشش کرتے ہوئے جب وہ اپنے رب کے پاس جائے گا تو اس کا بھرپور بدلہ دلا جائے گا (انشاء اللہ)۔

اس کے بعد صوبائی رفتار کار کا جائزہ پیش کیا گیا۔ تمام صوبوں کے اسرار نے حلقہ جاتی رپورٹس پیش کیں۔ سامعین نے نہایت دلچسپی کے ساتھ انہیں سنا اور رفتار کار میں اضافے پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ نامساعد حالات، وسائل کی کمی اور گونا گوں مشکلات کے باوجود یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ شہر شہر گناہوں کا قتل گاہوں اللہ کے دین کی یہ دعوت پھیل رہی ہے۔

پروگرام کے اختتامی کلمات آواز کشمیر کے امیر محمد آزاد خان صاحب نے ادا کیے۔ انہوں نے سورہ صف کی ابتدائی آیات: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ تَقْوَاهُ يَكُنْ لَكُمْ حَقٌّ تُؤْتُونَ بِهَا صَاحِبَيْهَا وَلَكُمْ فَتْنٌ أَلَّا تَحْكُمُوا بِآيَاتِ اللَّهِ قَلِيلًا مِّمَّا تَكْفُرُونَ** کے حوالے سے خطاب کیا۔ انہوں نے بتایا کہ مومن تو وہ ہوتا ہے کہ جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، جس بات کو کہے اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھائے۔ ہم سب نے محض اللہ کی رضا اور اپنی حیات کے لیے ایمان قبول کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا مقصد صرف اللہ کے دین کی سر بلندی تھا۔ اب ہمیں بھی جو کچھ کرنا ہے اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے کرنا ہے۔ یہ بات نہ ہو کہ سوچنے لگیں ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے، اتنی دعوت، بے دری ہے اور اب ہم تھک گئے ہیں اب آرام کا وقت ہے۔ مومن کی تو زندگی ہی اس کے لیے وقف ہو، زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کوشش میں گزرنا ہے، اس میں کوئی وقفہ نہیں۔ زندگی کے آخری لمحے تک اپنی کامیابیوں کو جاری رکھنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ انتہائیت ایک دوسرے پر اچھے گمان کے سہارے قائم ہے، ساتھیوں کا اپنے ناظم پر اور ناظم کو اپنے ساتھیوں پر مکمل بھروسہ اور اعتبار ہونا چاہیے۔ اگر کہیں کوئی مسئلہ ہو تو ساتھیوں کا اعتماد بحال کیا جائے۔ میرت و کردار کو اولین ترجیح دی جائے۔ جس نے ایمان قبول کیا وہ فوری اطاعت میں آگیا۔ ایمان ہر حالت میں خاص ہوتا چاہیے، آاحتیاء اور احتیاء اور معاملہ ہو۔ پروگرام کے حوالے سے انہوں نے حاضرین کے نظم و ضبط کو سراہا، مقامی لوگوں نے جس انداز سے مہمان داری کی ہے تو یقیناً انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا۔ آزاد صاحب کے ان کلمات کے ساتھ ہی یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

## کل پاکستان تربیتی اجتماع برائے طلباء و ناظمین

طلباء و ناظمین کا یہ اجتماع ۹ مارچ ۲۰۲۰ء کو مسلم مسجد، سکایاں لاہور میں منعقد ہوا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد آواز کشمیر کے ساتھی الطاف صاحب نے

مورد تکلیف کی ابتدائی آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ انہوں نے بتایا کہ صرف دو ہی ایمان پر نجات نہیں بلکہ جس نے ایمان کا دعویٰ کیا اس کی آزمائش لازمی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ چاہے امر صحیحوں کو غلط سمجھ کر دے۔ اگر کوئی ایمان کا دعوے دار ہے لیکن اس کا کردار اس کا شہوت و دے قہاں کا یہ دعویٰ برکھڑا نہ ہوگا۔ اس کا یہ انداز منافقانہ ہے۔ وہ ایمان والوں کے ساتھ صرف نظر رہا ہے۔ اس کا قلب نہیں اور انداز ہوا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو اس جزا سے نوازا جاسکتا ہے جو مومنوں کے لیے بخش ہے؟

اشرفی جانتے کہ اللہ کے بعد لاہور کے ساتھی سردار علی نے مورد کف کی آیت ۱۳: **لَا تَقْرَءُ الْقُرْآنَ اِلَّا تَنْتَضِلُ** کو ذیل تفسیر غلطی کے حوالے سے اسلام میں جو دونوں کے سردار نواسخ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس آیت میں اسی بات کا درس دیا گیا ہے کہ اصل چیز ایمان ہے۔ جو شہودی ایمان لاتے ہیں۔ یہی اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ لیکن بات بتائی گئی ہے کہ جب کبھی ایمان کی آزمائش کا موقع آجائے تو انسان کو اپنا ایمان بچانا چاہیے جس طرح کہ اصحاب کف نے بچایا جنہوں نے اپنے ایمان کی خاطر اپنے گھر بار، مال و دولت و رشتہ دار سب کو چھوڑ دیا لیکن اپنے ایمان کی حفاظت کی۔ اس کو نہ چھوڑا۔ قرآن کی یہ آیت جو ان کے لیے ایک اہم سبق ہیں۔

اس کے بعد راجپوت کے خالد عزیز اور عبد اللہ عمر کی گھرائی میں "ایصال ثواب" کے موضوع پر تحریری امتحان ہوا۔ ایک کثیر تعداد میں نو جوان ساتھیوں نے اس میں حصہ لیا۔ سرگودھا کے عطا اللہ نے ۸۶ نمبر لے کر پہلی پوزیشن حاصل کی۔ فیصل آباد کے شبیاز ارشد نے ۷۷ اور راولپنڈی کے محمد اہمل ۷۲ نمبر لے کر بالترتیب دوسری اور تیسری پوزیشن پر رہے۔ جن ساتھیوں نے اس تحریری امتحان میں شرکت نہیں کی ان کے لیے ترقی دہشت الی اللہ کی تلقین کا چرچہ گرام ہوا۔ اس کے بعد مردان صہ بدر جہد کے نور اللہ نے سورہ النساء کی آیت **صَاحِبِ زُجُجِہِ الرِّشْوٰتِ** **حَقَّقِیْ اَطَاعَہُ اللّٰہِ** کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے حوالے سے کمر اپنا دیا۔ **لَا تَقْرَءُ الْقُرْآنَ اِلَّا تَنْتَضِلُ** کی اہمیت پر زور دیا۔ نور اللہ صاحب کی تقریر کے بعد فہم اختر آں کا پرہیز ہوا۔ سورہ نمل کی آیت **اَقْلَیْ لَکَ اَیْعَآکُمْ مِّنْ فِی السَّجَّوٰتِ الْاَکْثَرُ الْعَلِیْبُ اِلَّا اللّٰہُ** کے حوالے سے غم غیب کے

موضوع پر تین ائمہ پرہیز میں۔ کتیاوی کے عرفان اللہ راولپنڈی کے محمد علی بٹ اور فیصل آباد کے شبیاز ارشد نے اس موضوع پر قرآن و حدیث کے حوالے سے یہ بات بیان فرمائی کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ نبی و ولی و کمر انسان و فرشتے اور جن کوئی بھی اس صفت کا حامل نہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو بہرہ دہی غیب کی باتوں کی خبر دی جاتی تھی۔ آتی امت میں پھیلا ہوا یہ عقیدہ کہ مخلوق میں بھی کوئی۔ لم الغیب ہے مکمل طور پر شرک کا نام ہے۔ اس کے بعد شیخ پرہیز کے ساتھی عبد اللطیف حسن صاحب نے سورہ قمر جہد کی آیت کے حوالے سے تقریر کرتے ہوئے اس بات کو بیان فرمایا کہ کامیابی انہما

کے لیے ہے جو ایمان لانے کے بعد اس پر جم جائیں اس راہ میں آنے والی مشکلات کا مقابلہ کریں۔ مقرر تفتیش انہیں تو اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ ایسی ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی موت کے وقت فرشتے ہازل ہوتے ہیں ان کو ان جنات کی خوشخبریاں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ باتوں کے لیے تیار کی ہیں۔

اس کے بعد جنی اللہ شاد ۲۷ کے "ضمون" "یسخد عوین" سے سپینہ گوڑ کا ایک پروگرام ہوا۔ لاہور کے دہم انکرم نے سوالات پوچھے۔ تمام ساتھیوں سے سوالات کیے گئے اور ان میں سے ساتھی اگلے مرحلے میں گئے جس سے مزید تین تین سوالات کیے گئے اور پھر ان میں تین ساتھی اگلے مرحلے میں گئے۔ ان تینوں کے درمیان سپینہ گوڑ کا مقابلہ ہوا۔ شبیاز ارشد (فیصل آباد) نے پہلی جہد اہل (لاہور) نے دوسری جہد و ایمان (راولپنڈی) نے تیسری جہد زین حاصل کی۔

اس کے بعد جنی رنی پروگرام ہوا جس کی نظامت لاہور کے ساتھی معراج الدین صاحب نے کرنا تھی مگر پروگرام کے انتظامات میں مصروف ہونے کی وجہ سے ان کی جگہ ضرار لطیف صاحب نے اس پروگرام کی گھرائی کی۔ آخر میں کل پاکستان حلقہ طلبہ و نو جوانان کے ناظم ارشد صاحب نے امتحانی کلمات ادا کیے۔ انہوں نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۲: **اَقْلَیْ لَکَ اَیْعَآکُمْ مِّنْ فِی السَّجَّوٰتِ الْاَکْثَرُ الْعَلِیْبُ اِلَّا اللّٰہُ** کے حوالے سے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو بیان کیا کہ شرک سب سے گھناؤنا جہم ہے۔ یہی وہ جہم ہے کہ جس کی وجہ سے قوموں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ انہوں قرآن میں بیان کردہ مختلف قوموں کے واقعات بیان کر کے اس بات کو واضح کیا کہ یہاں یہ قومیں تباہ کر دی گئیں۔ اللہ نے ان کو بتایا کہ انہوں نے انداز سے نوازا لیکن اللہ کی وحدانیت کے انکار پر ان کو ایمان مہر سے دہا دیا گیا۔ آج ان کے کھنڈر اس کی دہشتاں سناٹے کے لیے رہ گئے ہیں۔ تباہی و بربادی سے بچنے کا یہ بھی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر خالص ایمان ہو، طاعت کا کھل کر کفر ہو، اللہ سے توبہ و استغفار کی جائے اور اپنے اعمال کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے۔

## امیر مسیح و رفقاء کا دورہ شمالی علاقہ جات

سورہ سجدہ کی آیت ۱۷ سے شمالی علاقہ جات و آزاد کشمیر کا دعویٰ و تنظیمی دورہ کیا گیا جس میں ساتھیوں کی بڑی تعداد نے حصہ لیا۔ کراچی سے مرکزی شہری کے ارکان و دیگر ساتھی ۳ رجوان کوہاں ہو گئے۔ اگلے دن لاہور پہنچ کر چکوال کے لیے کوچ سے سفر کیا جس نے وہ پیر کے بعد چکوال پہنچا پر وہاں شمالی علاقہ جات کے امیر محمد اشرف صاحب ایک ویگن کے ساتھ موجود تھے۔ دورے کا تمام سفر ای ویگن میں کیا گیا۔ دفتر سے کچھ قبل ساتھی جو بارڈر کی مسجد قریب میں پہنچ گئے جہاں طاقتور شہریوں کے کافی ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ ان کی چال چلنی گہری اور محض تھی۔ مغرب سے کچھ پہلے موسم ڈھنگا ہوا تھا۔ رات گھنٹی ہو گئی تھیں اور باران



رحمت نے فقہ ایک دم تھپ مل کر دی۔ یہ بات کے ماحول کے مطابق مغرب کے بعد عقیقی نظم نے کھانے کا بندہ بست کیا ہوا تھا۔ ایک بڑی تعداد میں ساتھیوں کی مہمان نوازی کی گئی۔ عشاء کے بعد محمدی گل صاحب نے تقریر کی اور طاقتور کی نشاندہی کرتے ہوئے مہمانوں کو ان سے اجتناب کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد ساتھیوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ کچھ نے ساتھی بھی آئے ہوئے تھے اور اپنی گفتگو کے لیے کافی سوالات کر رہے تھے۔ یہ سلسلہ تقریباً دو بجے رات تک چلا رہا، اس کے باوجود ساتھی صبح چار بجے سے پہلے ہی فجر کے لیے مستعد تھے۔ فجر کے بعد منور سلطان نے سورہ تم السجدہ کے حوالے سے استفادہ دین پر درس دیا۔ ساتھیوں کو بتایا گیا کہ ایمان کی آزمائش ہوتی ہے، ابتلاء میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ صداقت کی جانچ پرکھ کی جاتی ہے، کھوٹ کی چھان بھگان ہوتی ہے اور سرخرو ہی ہوتا ہے جو ان میرا آزمائش پر ثابت قدمی کے ساتھ مضبوطی سے ڈھار ہے۔ ایمان تو وہی ہے کہ کوئی بھی آزمائش اس کو کسی سبب و سبب میں مبتلا نہ کر سکے۔ یہ باجماعت اس کے پائے استقامت کو کوئی جنبش نہ دے سکے ورنہ وہ ایمان ہی کیا کہ کسی مخالف کا لڑ بچہ۔ پڑھا کسی منکر حدیث کی کوئی تحریر نظر سے گزری اور شکوک و شبہات کے ناگ اپنے بچھن بچھانے لگے۔ ایمان خالص اس بات کا متقاضی ہے کہ ان ساتھیوں کو کچل دیا جائے نہ کہ خود کو ان سے ڈسوا لیا جائے۔

صبح ناشتہ کے بعد ساتھی راوی لہندی مرکز کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہاں کچھ دیر قیام کر کے بالاکوٹ کے لیے سفر شروع کر دیا۔ اہیت آباد اور مانسہرہ سے کافی ساتھی ساتھ ہو گئے اور کئی گاڑیاں قافلے میں شامل ہو گئیں۔ ظہیر عصر مانسہرہ میں ادا کیں اور زلزلے کی تباہ کاریوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے چار بجے کے بعد بالاکوٹ پہنچے۔ یہاں پہاڑ کے دامن میں زلزلے سے تباہ شدہ بازار میں تین مقامات پر افضل صاحب، محمدی گل صاحب اور کینین ارشد نے انعام کیا اور کافضل کو یہاں انعام پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو کھول کر بتایا گیا کہ اگر شرک سے باز نہ آئے تو اس سے بڑے بڑے زلزلے اور طوفان آئیں گے اور وہ چلی پھیلی کی کچھ بھی نہ بچ سکے گا۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے دعوت کو سنا۔ تینوں مقامات پر کچھ خاتونیں بھی آگئے اور سخت مست کہتے ہوئے انتظامیہ کو بھی اطلاع کرتے گئے۔ زلزلے کے فوری بعد جب امیر تنظیم نے یہاں کا دورہ کیا تھا تو کوئی مکان و دکان سلامت نہ تھی۔ زلزلے نے سب کو تباہ کر دیا تھا۔ بوٹیں عمارتیں اور عیاشی کے آلات زمین ہوس ہو گئے تھے۔ لیکن اب پھر سے بڑا بازار آباد ہو گیا تھا۔ ساتھی پورے بازار میں پھیل گئے اور ہزاروں کی تعداد میں زلزلے اور طوفان کا یہ غلط تقسیم کیا۔

دعوت الی اللہ کا بھرپور پروگرام کر کے ساتھی مغرب کے بعد مانسہرہ پہنچے۔ بالاکوٹ کے ناظم فی زمان صاحب، جن کی ٹانگ کی ہڈی زلزلے سے ٹوٹ گئی تھی، اس پورے سفر میں تباہی کے ساتھ دے اور ساتھیوں کی میزبانی کرتے رہے۔ یہاں عنایت الرحمن صاحب کے مکان پر مغرب ادا کی گئی جس کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ النساء کے حوالے سے تقریر کی اور امیر تنظیم نے سوالوں

کے جواب دیے اور اس کے بعد صلوة العشاء ادا کی گئی۔ دونوں بڑے کمرے ساتھیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ رات قیام کا بھی یہیں انتظام تھا لیکن مہمانوں کی دشواری، پانی کی کمی اور طبیعت وغیرہ کے خیال سے ایک گاڑی رات وحشی پنڈی روانہ ہو گئی اور فجر سے ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے پنڈی مرکز پہنچ گئی۔

صبح ناشتہ وغیرہ کے بعد ساتھی چنگالہ کی مسجد توحید کے لیے روانہ ہو گئے۔ چنگالہ کے ناظم قاری خلیل الرحمن و دیگر نے ساتھیوں کا استقبال کیا اور میزبانی فرمائی۔ یہاں ظہر سے پہلے پروگرام تھا۔ ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ منور سلطان نے سورہ لقمان کے حوالے سے درس قرآن دیا اور شرک کی تباہ کاریوں کو واضح کیا۔ اس کے بعد ایک گھنٹے تک سوالوں کے جواب محمدی گل صاحب نے دیے اس لیے کہ امیر تنظیم اس پروگرام میں اس وجہ سے شرکت نہ کر سکے کہ آپ خلیل ہو گئے تھے کیونکہ چند ماہ قبل ہونے والے آپریشن کے بعد خلیل اسفار سے ڈاکٹروں نے منع کر دیا تھا مگر اس کے باوجود بالاکوٹ کا طویل پہاڑی سفر کیا گیا جس نے آپ کی صحت کو متاثر کیا۔

چنگالہ سے ساتھی راوی لہندی کی تحصیل گڑگال کے لیے روانہ ہو گئے۔ سخت گرمی اور ٹور میں سفر کرنا ہوا قافلہ عصر سے کچھ قبل مسجد حیدر گال پہنچا۔ یہاں کے ناظم احمد خان صاحب اور دیگر ساتھیوں نے قافلے والوں کا استقبال کیا اور ان کی تواضع کی۔ مغرب کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ التورہ کے حوالے سے تقریر کی اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات ماننے کی اہمیت کو واضح کیا۔ عشاء کے بعد ایک ساتھی کے گھر پر ضیافت کا بندہ بست کیا گیا تھا جس کے بعد رات دیر تک محمدی گل صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔ صلاۃ الفجر کے بعد سورہ عم السجدہ کے حوالے سے کینین ارشد صاحب نے ایمان کی اہمیت کو واضح کیا اور استقامت دین پر ملنے والے اعمالات کا ذکر کیا اور آزمائشوں سے ظہیر کر پلٹ جانے پر ہونے والے خسارے کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا۔

یہاں سے قافلہ ایک دوسری تحصیل گو جرخان کے گاؤں پکری، بکریاں روانہ ہوا جہاں کینین صاحب کا آبائی گھر واقع ہے۔ یہاں کی مسجد توحید میں گیارہ بجے سے ظہر کے بعد تک پروگرام چلا رہا۔ محمدی گل صاحب نے سورہ النساء کے حوالے سے بتایا کہ قرآن مومنوں کے لیے نہیں بلکہ زندوں کے لیے نازل ہوا ہے۔ قرآنی آیات کی روشنی میں آپ نے ہمارے موقی کے عقیدے کی تباہ کاریاں واضح فرمائیں۔ اس کے بعد منور سلطان نے سوالوں کے تفصیلی جواب دیے۔ یہاں چند اہم حدیث آئے ہوئے تھے جو اپنے مسلک کا افق کرتے ہوئے مداخلت کر رہے تھے اور خود کو کوئی فرقہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جب ان کو بتایا گیا کہ اہلحدیث کے نام سے مختلف جماعتیں پائی جاتی ہیں جو مختلف عقائد کی حامل ہیں۔ اس پر ان کا اسرار تھا کہ اس کے باوجود بھی یہ سب ایک ہی جماعت ہیں اور اس حدیث کا مصداق ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ امت کا ایک گروہ غالب رہے گا۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ حدیث میں جس طائفے کا ذکر ہے وہ قرآن و

حدیث میں بیان کردہ حدیث اہمال کی حاملہ اور ایک لہیر پر متفق ایک متبرہ  
 جہالت سے نہ کہ مختلف عقائد کی حامل منتشر رہا متین جن کے اپنے اپنے امراء  
 ہیں نظم بھی جو ابدانے اور عقائد اہمال میں بھی شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔  
 لیکن صاحب کے بھائی اور مقامی نظم نے ساتویں کی ضیافت کا انتظام کر رکھا تھا۔  
 یہاں سے یہ قافلہ راہ پختہ کی مرکز واپس آ گیا۔ یہاں مغرب کے بعد محمدی  
 گل صاحب کا بیان تھا۔ مکتبہ اسلام کے کافی ساتھی پہنچے جو سچے ہر مسجد کھجوا  
 کھجوا کھجوا ہوئی تھی۔ سورۃ الکہف کے حوالے سے محمدی گل صاحب نے بشریت  
 انبیاء کو بیان فرمایا۔ مثلاً اور کھانے کے بعد رات گئے تک امیر تنظیم نے سوالوں  
 کے جواب دیے۔ صلوٰۃ النحر نے بعد منور سلطان نے سورۃ المؤمنین کی آخری  
 آیات کے حوالے سے سوال آخرت کو بیان کیا۔

مؤرخ ۸ جون کو ناشتے اور اشراق کے بعد قافلہ آزاد کشمیر کے لیے روانہ  
 ہو گیا۔ دوسرے شہر سے بھی کافی ساتھی قافلے میں شامل ہو گئے تھے۔ چنانچہ  
 ایک سڑک پر لے لی گئی۔ بلند و بالا پہاڑوں کی شاندار گزراہک  
 وادیوں میں سفر کرتا ہوا یہ قافلہ تنگائی نہ لے رہا تھا۔ راستے میں آزاد کشمیر کے  
 امیر آزاد صاحب اور سابقہ امیر ارشد ظفر صاحب جو کہ بیرون ملک مقیم تھے،  
 قافلے میں شرف ہو گئے۔ کافی راستہ پہاڑوں کے خلیب و فراز میں پیدل بھی  
 چلا کیا کہ وہاں گاڑیاں نہیں جا سکتی تھیں۔ تھکن سے چہرے یہ قافلہ مسجد توحید سے  
 مکتبہ میں اس کے ناظم فیاض صاحب کے گھر پہنچا جہاں میزبانوں نے قافلے والوں  
 کی ضیافت کا بندوبست کر رکھا تھا۔ صلوٰۃ الظہر کے بعد امیر تنظیم نے قرآن و  
 حدیث سے تسک کرنے کی اہمیت پر تقریر کی اور سوالوں کے جواب دیے۔

یہاں سے قافلہ راہ الاکوٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔ پہاڑوں کے دامن میں  
 گھومتی گاڑی سے راہ الاکوٹ کی خوبصورت مسجد توحید پر نظر پڑی تو دل خوش  
 ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر دیکھا کہ دڑلے نے اوپر کی دو منزلوں کے ستونوں کو اوپر چڑھی  
 منزل کے فرش کو تباہ کر دیا تھا۔ دڑلے سے متاثرہ حصوں کی مرمت کا کام تیزی  
 سے جاری تھا۔ یہاں پر صلوٰۃ العصر ادا کی گئی۔ یہاں کے ساتھیوں نے اہل قافلہ  
 کی ضیافت کا بندوبست کر رکھا تھا۔ مجلس تمام فارغ ہو کر مجلس مجلس کے لیے روانہ  
 ہو گئے۔ یہ بھی شاندار گزراہکوں پر واقع تھا۔ یہ تھا جگہ ہے جہاں آج سے تقریباً  
 بیس سال پہلے ڈاکٹر مٹائی پانچ گھنٹے پہاڑوں میں پیدل چل کر یہاں پہنچے تھے۔  
 یہاں کی مسجد توحید ایک بلند پہاڑی پر پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ دڑلے سے اس  
 کی ساری دیواریں منہدم ہو گئیں تھیں، صرف چھت باقی رہی تھی جو چار چھتروں پر  
 کھڑی تھی۔ یہ تھکن راستے کے کر کے ساتھی مغرب کے بعد یہاں پہنچے۔ محمدی گل  
 صاحب نے تقریر کی اور امیر تنظیم نے سوالوں کے جواب دیے۔ کشمیری نو جوانوں  
 نے خوب خوب حق میزبانی ادا کیا۔ اگرچہ جون کا مہینہ تھا مگر یہاں رات بہت  
 ٹھنک تھی۔ لیکن ٹھنکی سرانج محسوس ہو رہی تھی۔ فجر کے بعد منور سلطان نے سورۃ النحر کی  
 آخری آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا اور تمام آخری بندگی زب کو واضح کیا۔

ناشتے اور اشراق کے بعد قافلہ واپس راہ الاکوٹ کی مسجد توحید پہنچا۔ آج  
 جہاں کا دن تھا۔ سنے یہ جوا کہ محمدی گل صاحب یہاں جہاں پڑھا کریں گے اور امیر  
 تنظیم ٹھنکی گھڑی مسجد میں۔ محمدی گل صاحب، افضل صاحب اور کافی ساتھی راہ الاکوٹ  
 کوٹ میں ہی رو گئے۔ راہ الاکوٹ کے بازار میں صلوٰۃ النحر کے بعد تین مقامات  
 پر مرکزی شوری کے اراکین افضل صاحب، وصار علی صاحب، اشرف صاحب  
 (ایرٹائی ملاوٹ جات) اور ذریہ غازی خان کے ساتھی سجاد نے دعوت الی اللہ کی  
 تقاریر کیں اور کھل کر دعوت کی نشاندہی کی اور طائفہ پستی کی تباہ کاریاں واضح  
 کیں۔ دعوت الی اللہ کے بعد ساتھی ٹھنکی گل میں باقی قافلے سے جا ملے۔ ٹھنکی گل کی  
 مسجد بھی بہت خوبصورت تعمیر ہوئی ہے۔ بلند و بالا پہاڑوں کی وادیوں میں کھڑے  
 خوں القامت چنے اور دیار کے درختوں کے درمیان بہت خوبصورت منظر پیش  
 کرتی ہے۔ یہاں بعد کا خطبہ اہمیت امیر تنظیم نے فرمائی۔ آپ نے سورۃ الکہف  
 کی آخری آیات کے حوالے سے دنیا کی رہنمائی میں مسرت و شہین اور اس کے  
 مقام و منصب کے حصول کے لیے کوشاں گرد اور دوسرے اس گرد و کی نشاندہی کی  
 جو آخرت کی کامیابی کا حلیہ ہے۔ یہاں کے ناظم شفیق الرحمن صاحب نے  
 عصر کے بعد تک کا پروگرام ترتیب دے رکھا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد منور سلطان  
 نے سورۃ حمد کے حوالے سے سنت کی اہمیت اور بدعت کی شہادت کو واضح کیا۔ اس  
 کے بعد علی سہیل کے ساتھی محمد مشتاق نے، جو قافلے کے ہمراہ آئے تھے، دعوت  
 الی اللہ کی تقریر کی۔ دونوں مقامات پر ہمراہ بیان قافلہ کی خوب نہ طریقہ اشراق کی گئی۔

صبح ناشتے کے فوراً بعد قافلہ میر پور بھمبر کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہاں کا موسم  
 طلی سہیل اور راہ الاکوٹ کے بالکل برعکس سخت گرم اور خشک تھا۔ طلی سہیل اور مسلسل  
 سفر کی صعوبتوں نے امیر تنظیم کی صحت پر اثر ڈالا۔ چنانچہ آپ یہاں سے واپس پٹنہ  
 روانہ ہو گئے۔ بھمبر میں مقامی ناظم گوہر صاحب کے گھر صلوٰۃ الظہر ادا کی۔ یہاں  
 ایک المیہ پیش ہو جان آیا ہوا تھا۔ اس کے سوالوں کے جوابات منور سلطان نے  
 دیے۔ گوہر صاحب نے اہل قافلہ کی ضیافت فرمائی۔ یہاں سے قافلہ وحدہ ڈی  
 مسجد توحید پہنچا اور یہاں کے ساتھیوں سے ملاقات کر کے اور کچھ انتظامی  
 امور طے کر کے ساتھی مصر کے وقت تھوہ رانی کی مسجد توحید پہنچے۔ یہاں  
 ساتھیوں نے اپنے کپڑے دھوئے اور غسل کیا۔ یہاں گھبرات سے بھی کچھ ساتھی  
 آ گئے تھے۔ صلوٰۃ المغرب تک محمدی گل صاحب نے تقریر کی اور مغرب کے بعد  
 منور سلطان نے سورۃ طہ کی آیات کے حوالے سے حجت حدیث کو ثابت کیا۔  
 قرآنی آیات کی روشنی میں سنت کی اہمیت اور حدیث سے تسک پر زور دیا گیا۔  
 آپ نے بتایا کہ احادیث کو چھوڑ کر ہم ایک تہہ بھی دین کی راہ پر نہیں چل سکتے۔  
 کوئی بھی عبادت نہیں کر سکتا! احادیث کو چھوڑ کر اللہ کی نہیں بلکہ خواہش و نفس کی  
 بندگی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد دیر تک سوالوں کے جواب دیے گئے۔

فجر کی صلوٰۃ کے فوراً بعد نزدیک واقع مسجد توحید پر بارش ہو گئی۔ یہاں  
 کے منور محمد ناظم دہرہ بھمبر ساتھیوں نے ناشتے کا انتظام کر رکھا تھا۔ ناشتے کے بعد



امیر شمالی علاقہ جات محمد اشرف صاحب نے سورۃ الانعام کی آیت ۶۵ وغیرہ کے حوالے سے شرک کی پاداش میں ملنے والی سزاؤں کو بیان کرتے ہوئے بدلتجاری کی ہولناکیوں سے فرمایا۔

اگلی منزل گجرات کا شہر جالپور جانا تھی۔ روانگی سے قبل کشمیر کے ساتھیوں نے رخصت کیا۔ جالپور میں امیر پنجاب حکیم محمد رمضان اور دوسرے ساتھی بھی پہنچ گئے۔ یہاں کے سرگرم قلم نویس حکیم صاحب نے سورۃ الحجۃ کے حوالے سے مانتین کو ملنے والے انعامات بیان کیے اور حق کے انکار یوں کی بد انجامی کا بھی ذکر فرمایا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی طویل نشست رہی۔ مقامی ساتھیوں نے میزبانی فرمائی۔

نہر کے بعد قافلہ منڈی بہاؤ الدین کے علاقے آلم کی ہستی تو حید پاد کے لیے رواں ہوا۔ یہاں کے عالم کلام قادر صاحب نے ایک بڑی خوبصورت مسجد تعمیر کی ہے جس میں آپ ربانی، طہارت، بکلی کی مسلسل قراہی، روشنی، رات بیکر وغیرہ کا بڑا احسن انتظام کیا ہوا ہے۔ اطراف کے شہروں سے یہاں بہت بڑی تعداد میں ساتھی جمع ہو گئے تھے جن کی میزبانی بڑی خوبی کے ساتھ کی گئی۔ مغرب کے بعد سورۃ الفہم کے حوالے سے محمدی مجلس صاحب نے سچے اور بھونے لوگوں کی پہچان کر دی۔ اس کے بعد سوانوں کے جواب دیے گئے۔ فجر کے بعد قریت انکری کے حوالے سے نور سلطان نے درس دیا اور مختلف مسالک کی بد عقیدگی کی نشاندہی کراتے ہوئے کفر باطلانوت پر زور دیا، طاغوت کی مختلف شکلوں کی وضاحت کی اور ان سب سے نفرت و بیزاری اور مکمل اجتناب کی تلقین کی۔

ناشتے کے بعد ساتھی دورے کے آخری مقام گھرانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں بھی بہت بڑی تعداد میں ساتھی اکٹھے ہو گئے تھے۔ اگرچہ بکلی چلی گئی تھی، اس کے باوجود ساتھیوں نے محمدی مجلس صاحب کا طویل خطاب توجہ اور دلچسپی سے سنا۔ اس کے بعد حکیم رمضان صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔ سوالات کا سلسلہ کسی طرح رکنے میں ہی نہیں آ رہا تھا اور رات بھر رہا لگی کا وقت ہو گیا تھا جہاں سے کراچی کے ساتھیوں نے واپسی کی ٹرین پکڑنی تھی۔ مجبوراً مقامی انجم کو یہ سلسلہ کوانا چار کھانے اور نہر کی حلقہ کے بعد قافلہ لاہور روانہ ہو گیا۔

لاہور پہنچ کر شمالی علاقہ جات کے امیر محمد اشرف صاحب اور پنڈی وغیرہ کے ساتھیوں نے کراچی کے ساتھیوں کو رخصت کیا۔ اگلے دن ۱۳ جون کو ساتھی شمالی علاقہ جات و آزاد کشمیر کا میاں دودھ مر کے کراچی لینس واپس پہنچ گئے۔

## دسویں سالانہ تو حید و سنت کانفرنس

اس کانفرنس کی روداد تاریخ سے موصول ہوئی، اس لیے پچھلے شمارے میں شامی نہ ہو سکی جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔

دسویں سالانہ تو حید و سنت کانفرنس گزشتہ سال امریکی ریاست کیلی فورنیا (California) کے شہر لاس انجلس (Los Angeles) میں بروز جمعہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۵ء

اور ۲ اگست ۱۹۷۵ء ہوئی جس میں امریکہ کی مختلف ریاستوں سے مانتین ساتھیوں نے شرکت کی۔ بیشتر شرکارہ جماعت کی شام کو ہی پہنچ گئے تھے جن کی رہائش کا انتظام مقامی ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ گزشتہ سالوں کے برخلاف اس سال کانفرنس کے انعقاد کے لیے مقامی مسجد کا انتخاب کیا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز حسب معمول صلوٰۃ الجمیعہ کے ساتھ ہوا جو کہ ریاست مسوری (Missouri) کے ساتھی ڈاکٹر جیمز خالد نے پڑھائی جس کے بعد مقامی مولویوں سے بات چیت ہوئی۔ صلوٰۃ سے پہلے بھی ساتھیوں نے ان لوگوں کی مختصر اپنی دعوت کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ساتھیوں نے وفات النبی ﷺ کے موضوع پر قرآنی آیات اور صحیح احادیث سے یہ ثابت کیا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور اب مدینے والی قبر میں نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام "النبیۃ" میں زندہ ہیں۔ جواب میں مولوی صاحبان اور ان کے موارثوں نے قرآن و احادیث سمیت کے بجائے اپنے مسلکی اکابرین کے حوالے دے کر دعوئی کیا کہ نبی ﷺ کو ایک خاص میاں دی گئی ہے ایسی دعوئی ہم کے ساتھ۔ اس خلاف شرع باطل دعوے کو ثابت کرنے کے لیے مولویوں نے وہی منکر و معصومہ روایت پیش کی جس کی حقیقت ہمارے کتابچوں میں واضح کر دی گئی ہے۔ یعنی

(۱) نبی ﷺ پر درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔

(۲) انبیاء شہیم السلام کے جسم کو ٹوٹی نہیں کھائی۔

(۳) نبی ﷺ اپنی قبر پر پڑھا جانے والا درود و سلام خود سنتے ہیں

اور آپ ﷺ پر سلام پہنچاتا ہے تو انکس سے بھی پڑھا جائے۔

(۴) انبیاء شہیم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

جب ان لوگوں کے سامنے ان روایات کی حقیقت لائی گئی اور قرآنی آیات پیش کی گئیں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ مرے قبر میں زندہ نہیں ہوتے، وہ قبر میں سے جاری ہیں انہیں کسی بات کا شعور نہیں ہوتا، اور یہ کہ نبی ﷺ بھی قبر والوں کو نہیں سنا سکتے، وغیرہ تو انہوں نے پیشہ وارانہ پابندی دیکھتے ہوئے ان سب آیتوں کو رد کر دیا اور کورد منکر اور معصومہ روایات کو قرآن کی حکم آیات اور صحیح احادیث پر مقدم کرتے ہوئے ان کے دہشت جوئے پر اصرار کیا۔ مولویوں کی چالبازی اور دہشت دہرائی کو دیکھتے ہوئے ساتھیوں نے ائمہ اربعہ کو لیا کہ یہ لوگ صرف وقت ضائع کرنا چاہتے تھے اور ان کا مقصد زمین ٹیکنا اور سکھانا نہیں بلکہ اللہ کے دین کی راہ میں روڑے اٹھانا ہے۔ انہی جیسے لوگوں سے ایمان والوں کو غیور وار کرتے ہوئے قرآن میں بتایا گیا ہے کہ یہ لوگوں کا مال بھی باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے سے بھی روکتے ہیں۔ قرآن میں ان جیسے لوگوں کے متعلق یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ حق کو اس طرح پیچھلتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو گمراہی کے باوجود کتاب اللہ کے پیغام کو چھپاتے ہیں۔ حق کا اتمان کرنے والے ایسے ہی لوگوں کے بارے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ان پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

اس بات حجت کے انتقام پر ظہرات ہوا جس کے دوران ساتھیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہاں مزید پروگرام جاری رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ چنانچہ کانفرنس کے شرکاء یہاں سے روانہ ہو کر مقامی سماجی حیدر صاحب کے ہاں چلے گئے جہاں صلوچہ العصر کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا۔ ارشد ظفر صاحب نے اپنی تقریر میں سورہ یونس کے آخری دو آیت کی آیات کو اپنا موضوع بناتے ہوئے بیان کیا کہ وہ رستہ ہوں میں اپنے دین کے بارے میں کسی قسم کا کوئی ریب و شک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ شک و شبہات میں پڑنا تو ایمان کا انکار ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رب العالمین پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری پوری اطاعت کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ اللہ کے مقابلے میں اگر وہ کسی اور کی اطاعت اور بندگی کریں گے تو ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ انہوں نے تلاوت شدہ آیات کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر کوئی مشکل ڈالنا چاہے تو کوئی بھی نئی پادلی اس مشکل کو نال نہیں سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لیے کوئی آسانی پیدا کرنا چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس پر کورہ نہیں سکتی۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر کوئی اس وسوسہ حق کو قبول کرتا ہے تو اس میں خود اسی کا ہلاک ہے اور اگر وہ اس دعوت کو ٹھکرا دیتا ہے تو خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اس کا خمیازہ خود اسی کو بھگتنا پڑے گا جس کا وبال کسی اور پر نہ پڑے گا، انبیاء و رسل اور دینی کام کرنے والے ان کے پیروکار ایسے لوگوں کے لیے وارث بن کر نہیں بھیجے گئے۔

اس تقریر کے بعد مختصر سوال و جواب ہوئے اور پھر صلوچہ العصر کی دینی صلوچہ کے بعد پاکستان میں دینی سرگرمیوں پر ایک مختصر رپورٹ پیش کی گئی جس میں بتایا گیا کہ پاکستان میں الحمد للہ دعوت کا کام اچھی رفتار سے پیش رہا ہے؛ نئی نئی مساجد اور مراکز پر سے ملک میں بن رہے ہیں جن کی تعداد اگلی سطح پر بڑھ چکی ہے۔ تیار ہو کر گئی ہے اور مزید مساجد اور مراکز کی تعمیر زیرِ غور ہے۔

اس رپورٹ کے بعد باہمی مشاورت سے اگلی کانفرنس کے انعقاد کے لیے مقام اور تاریخ کا تعین کیا گیا۔ رکارڈ کار کا جائزہ لیتے ہوئے اسے بڑھانے کی تلقین کی گئی اور دعاؤں کو انسانی فیصلہ اللہ کے لیے تحریریں دلائی گئی۔ ساتھیوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ دینی سرگرمیوں کو بڑھانے کے لیے ہر ماہ ایک مہینہ رقم تنظیم کے فنڈ میں جمع کرائیں، تعلیم کے تعلیمی ادارے مسلم اکیڈمی کراچی کو کامیاب بنانے کے لیے کم از کم ایک بچے کی سرپرستی فرمائیں اور تنظیم کے قانونی مسائل کے حل کے لیے بھی حسبِ مہولت بابائے اسلامانہ اعانت فرمائیں۔ اس مشاورت کے بعد اس دن کے پروگرام کا اختتام ہوا۔ پہلے دن مجموعی طور پر ۳۳ شرکاء پروگرام میں موجود تھے۔

دوسرے دن پروگرام کا آغاز ۱۱ بجے صبح ہوا۔ یہ پروگرام قریب کے ایک بولی میں ہوا جہاں ایک کانفرنس روم حاصل کر لیا گیا تھا۔ ابتدائی دو گھنٹے کی نشست کا پروگرام انگریزی زبان میں ہوا جس میں تین تقاریر کی گئیں۔ سورۃ الاعراف کی

آیت ۹۶ کو موضوع بناتے ہوئے پہلی تقریر ڈاکٹر حسین خالد نے کی۔ انہوں نے بتایا کہ امت مسلمہ کی بربادی اور ذلت و خواری کی جب اسلام سے دوری ہے، بد عقیدگی اور بد اخلاقی نے انہیں پیچھے دھکیل دیا ہے، ایمان کی جگہ شرک نے اور سنت کی جگہ بدعت نے قبضہ کر لیا ہے۔ انہوں نے مثالیں دے کر بتایا کہ اللہ کو چھوڑ کر نیویں اور لوہوں گوں امت نے الوہیت کے درجے پر غرور کر دیا ہے، شرک و کفر کی وجہ سے یہ امت جو کبھی امام تھی، آج مقتدی بننے کے قابل بھی نہ رہی۔ انہوں نے کہا کہ اس ذلت و دسوائی سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ایمان کو درست کیا جائے اور آخری نبی ﷺ کی سنت کو اپنا اڈہ بنا چھوٹا دیا جائے جب ہی اللہ کی روٹھی ہوئی مرتبیں اور برکتیں ہماری طرف متوجہ ہوں گی اور پھر ہمیں اس ذلت و دسوائی سے نجات ملے گی۔

اس کے بعد کیلی فورنیا سے تعلق رکھنے والے ساتھی عمریٹ صاحب کی تقریر تھی جس میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے بتایا گیا کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور یہ کہ حقیقی زندگی تو آخرت کی ہے؛ جو کچھ ہم اس دنیا میں کریں گے اس کا نتیجہ ہمیں آخرت میں ملے گا۔ انہوں نے حدیث قدسی کے حوالے سے بتایا کہ اگر کوئی شخص اللہ سے ابراہامی حال میں ملے گا اس نے گناہوں سے ڈھین بھر دی ہو مگر شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی مغفرت کے ساتھ اس سے ملاقات کرے گا جتنی شرک کے سوا ہر گناہ اللہ کی مشیت کے مطابق قابلِ معافی ہے۔

اگلی تقریر زید صدیقی صاحب کی تھی جن کا تعلق بھی کیلی فورنیا سے ہے۔ اپنی تقریر میں انہوں نے اخلاق و کردار کو بہتر بنانے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اخلاق و کردار دوسرے دین کا ذریعہ ہیں؛ ہمارا اخلاق و کردار ہماری شناخت ہے؛ ہمیں دوسروں میں کھل کر اپنی شناخت نہیں کھونی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا لباس بھی ہماری شناخت ہے اور ہمیں اپنا لباس پہننے میں کوئی جھجک اور کسی قسم کی جھک یا غرور نہ کی محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے خاص طور سے خواتین کو اسلامی لباس اور حجاب پہننے پر زور دیا۔

صدیقی صاحب کی تقریر انگریزی نشست کی آخری تقریر تھی جس کے بعد کھانے اور صلوچہ کا وقت ہوا۔ وقفے کے بعد دوبارہ پروگرام کا آغاز ہوا۔ پہلی تقریر عمران قیصر صاحب کی تھی جنہوں نے سورۃ المائدہ کی تیسری آیت کے حوالے سے بتایا کہ اللہ نے انبیاء میں مکمل کر دیا ہے اللہ کے رسول ﷺ اگرچہ وفات پا چکے ہیں مگر وہ اپنا اسوہ حسنہ سنت کی صورت میں ہماری ہدایت کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ انہوں نے حاضرین سے سوال کیا کہ اللہ کا چند یہ دین اسلام ہے مگر اس کے ماننے والے وقتی زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود کیوں سب سے زیادہ دھکی حالت میں ہیں؟ انہوں نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دیتے ہوئے کہا کہ مسلمان قرآن وحدیث کے پیغام سے دور ہیں، ان کے عقائد اور اعمال قرآن و سنت کی تعلیمات کے بالکل عکس ہیں۔ مرض کی تشخیص کرتے ہوئے انہوں نے

باقی صفحہ ۶۳ پر



# سلسلہ سوال و جواب

از افادات ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب: حراج الدین والا دور

**جواب:** جی ہاں۔ نبی ﷺ کو سرخ رنگ پسند نہیں تھا۔ صرف یہاں تک اجازت دی ہے کہ اگر کوئی دھاریاں ہوں جیسا کہ آپ ﷺ کا ایک جب تھا جس پر سرخ دھاریاں تھیں۔ لہذا، صرف دھاریوں کی حد تک اجازت ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں نے اپنا ایک اسٹینڈرڈ بنالیا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے ایشیا سرخ ہے، کوئی کہتا ہے ایشیا ہنر ہے۔

**سوال:** مقام محمود سے کیا مراد ہے؟

**جواب:** اس سے مراد وہ بلند مقام ہے جس کا حامل شخص میدانِ محشر میں ایمان والوں کی قضاوت کرے گا۔ مقامِ محشر میں اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے کو یہ موقع دے گا کہ وہ سب سے زیادہ "منہوں کی سفارش کرے گا اور وہ بندہ ہوگا اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ﷺ۔ انہی کے لیے اہل ان کے بعد مقامِ سیلہ کی دعا کی جاتی ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ سیلہ وہ مقام ہے جو اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا اور رحمت والا ہے اور وہ صرف ایک شخص کو ہی دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں سے ہوں گا۔ اسی دعا کے اہل ان میں نبی ﷺ کے لیے مقامِ محمود کی بھی دعا کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ مقام ہے کہ سفارش کا سب سے زیادہ موقع پر درگاہِ آپ ﷺ کو ہی دے گا۔ میدانِ محشر میں رہنا ازل سے آخر تک کے تمام لوگ موجود ہوں گے اور ان سب کے سامنے یہ بتایا جائے گا کہ سب سے زیادہ محبوب بندے یہ ہیں۔ لیکن یہ بات بہر حال بتادی گئی کہ اس سفارش کی شہادت آپ اجازت مانگ سکیں گے، نہ ہی رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر آپ کبھی اپنی کی جاسکے گی اور نہ ہی آپ کو یہ خبر ہوگی کہ کس کی سفارش کرنی ہے۔ آیت الکرسی اور سورۃ النبا کی آخری آیات میں یہی بات بتائی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ساری دنیا کا تو علم ہے نہیں، صرف اللہ کے اشارے پر ہی آپ لب لبوس کے قلاں قلاں کے لیے سفارش کیجیے۔ بالکل اسی طرح پیسے خارج میں آتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے اپنی حاجت بیان کی۔ لوگ خاموش رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگوں کو چاہیے کہ اس کی سفارش کریں کہ یہ ایماندار ہے، آپ کا بھائی ہے۔ جو کچھ اس دینا دلوانا ہے، وہ تو اللہ کی مرضی، مگر آپ لوگ اپنے بھائی کے لیے کچھ تو سفارش کرتے۔ اماد بیٹ نہ بھی سفارش کرنے کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ کا ایک وفد بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب نے اپنی کوئی درخواست پیش کی۔ صحابہ

**سوال:** امام بخاری اور امام مسلم نے مسجد نبوی میں نماز پڑھی تھی، دیکھ وہاں نماز نہیں ہوتی جہاں قبریں ہوں۔ وضاحت فرمائیے۔

**جواب:** یہ تو کہنے کی بات ہے۔ درتہ ایسا کوئی ثبوت نہیں کہ ان ائمہ نے وہاں صلوٰۃ ادا کی۔ اگر کسی کے پاس کوئی ثبوت ہو تو ضرور پیش کرے۔ بہر حال اگر پڑھی ہوگی تو غالب گمان یہی ہے کہ اس تو سبع شدہ شخصے میں پڑھی ہوگی جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تعمیر ہوا جس کے بعد ساری مسجد پشت پر آگئی ہے۔ ۹۹ھ تک عمر بن عبدالمطلب کی خلافت میں تو یہ ہوا تھا کہ صحابہ نے ایک ایسا کھنڈی نکلی اور قبروں اور مسجد میں حد فاصل کھڑی کر دی تھی۔ اگر آپ اجتہاد کو مانتے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے ایسا کیا تھا۔ ان کا اجتہاد بھی یہی تھا کہ اگر ان قبروں کو مسجد سے الگ نہ کیا گیا تو وہاں نماز نہ ہو سکے گی۔ تاریخ کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا گیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا اگر وہاں ادا کرتی ہوں تو یہ ان کی جمہوری تھی کہ وہی ان کا گھر تھا۔ پھر بھی انہوں نے پردہ ذال کر قبروں کے حصے کو علیحدہ کر دیا تھا۔ امت کی خیر خواہی میں انہوں نے ایسا کیا۔ یہ ان کی ایک بہت بڑی قربانی تھی کہ انہوں نے اپنی جائیداد کو اس عظیم مقصد کے لیے استعمال کیا کہ امتِ قبر پرستی میں نہ پڑ جائے۔ بخاری روایت لائے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ نبی ﷺ کی قبر کو جدہ گاہ بنالیا جائے گا تو آپ کی قبر محض سے باہر بنائی جاتی۔ مگر چونکہ آپ ﷺ جو فرماتے تھے کہ انبیاء کی قبروں کو ان کی قوموں نے جدہ گاہ بنالیا تو صحابہ ڈرے کہ اگر یہ قبریں باہر ہوں گی تو زیادہ امکان ہے کہ امت ان کی پوجا شروع کرے۔ میرا خیال یہی ہے کہ ان ائمہ کے زمانے میں بھی یہ حصہ الگ ہی ہو گا۔ اگر کوئی نہیں مانتا اور یہی کہتا ہے کہ انہوں نے قبروں کی موجودگی میں نماز پڑھی تو کوئی اس کا ثبوت دینے کے لیے مجھ نہیں ملے گا۔

**سوال:** آل سے کیا مراد ہے مثلاً آلِ محمد آلِ فرعون وغیرہ۔

**جواب:** اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی کو صدیقی دل سے مانیں، اس کی پیروی کریں۔ فرعون کو جو لوگ اپنا مالک مانتے، وہ آلِ فرعون کہلائے۔ اسی طرح آلِ محمد سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو نبی ﷺ کو اپنا نبی مان کر ان کی پیروی کریں۔ اس سے مراد کوئی خانہ دانی، نسلی تعلق نہیں جیسا کہ شیوخ سمجھ بیٹھے ہیں۔

**سوال:** کیا سرخ رنگ نبی ﷺ کو پسند تھا؟

نہ ہوش بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کا حق ہے کہ ان کے لیے سفارش کی جائے کہ ان کی حد فرمائیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

یعنی جو شخص کسی ایک امر کی سفارش کرنے کو اس کو اس کے اجر میں حصہ ملے گا۔ تو مقامِ جہنم و جہنم کا مقام ہے جو نبی ﷺ کا معنوں کی سفارش کے لیے دیا گیا جائے گا۔ اور اس مقام کے ملنے کے بعد آپ ﷺ کا مقام وسیلہ بنی جائے گا جو جنت کا سب سے اونچا مقام ہے۔

**سوال:** ان کی رکعت میں سورۃ اخلاص، دوسری رکعت میں سورہ صھر پڑھنا صحیح ہے تو ان میں سورہ قمر آتی ترتیب سے پڑھنی چاہئیں؟

**جواب:** بالکل پڑھ سکتے ہیں۔ لوگ ترتیب سے لیے زور دیتے ہیں مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں دیتے۔ لیکن بخاری لائے ہیں کہ قرآن کو بلا ترتیب پڑھا جاسکتا ہے اور اس کے ثبوت میں حدیث پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے اس طرح صلوات پڑھا کی کہ پہلے سورۃ القدر پڑھی، پھر سورۃ انشأ اور پھر سورۃ آل عمران۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کو ترتیب سے پڑھنے کی جو شدت آج دکھائی جاتی ہے، بلا ضرورت ہے۔ شدت ہی اُتر دکھائی ہے تو قرآن کے مطابق عقیدہ بنانے میں دکھائیں، قرآن پامل کرنے میں دکھائیں۔ ویسے بھی قرآن میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ قَاذِرًا وَاَمَّا يَتَذَكَّرُ مِنَ الْقُرْآنِ (السورۃ ۲۰) یعنی قرآن سے جو بھی آسانی سے پڑھ سکے تو پڑھ لو۔

**سوال:** قرآن میں آیا ہے کہ يَكْهِنُ كَاهِنِيْنَ يُعَلِّمُوْنَ مَا تَعْلَمُوْنَ اِنَّهُ عَلِيْمٌ عَلِيْمٌ میں وہ خدایات جو انسان اپنے لٹی میں سوچتا ہے رکھا نہیں بھی یہ فرشتے جانتے ہیں کیا اس آیت سے فرشتوں کو عالم الغیب ہونا ثابت ہے؟

**جواب:** یہ سورۃ انفکار کی آیت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جو انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لکھنے والے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ اس میں وہی افعال آتے ہیں۔ جس کو وہ دیکھ سکیں یعنی انسانی بدن کے افعال۔ دل کے خیالات، ارادے اور نیت سے یہ واقف نہیں ہو پاتے۔ وہ تو اللہ ہی جانتے ہیں۔ یہ تو صرف وہ کام جانتے ہیں جو ان کے سامنے آجائے۔ غیب کا جانتے والا تو اللہ کے ہاں کوئی ہے ہی نہیں، خواہ انسان ہوں یا فرشتے، جن کا کوئی اور مخلوق۔ قرآن میں اس کی ضرورت گروئی گئی ہے۔

**سوال:** بتاتے اگر عورت طلاق لینا چاہے اور اس کا شوہر طلاق نہ دے تو عورت طلاق کیسے لے گی اور اگر طلاق ہو جائے تو میرا ذکر ملازمی ہے یا نہیں؟

**جواب:** عورت کا طلاق لینے کا ایک ہی طریقہ ہے جسے طلع کہتے ہیں۔ اس کے لیے عدالت میں وہ شکایت پیش کرے کہ مجھے اس مرد سے الگ کر دیا جائے۔ عدالت قانونی تحقیقات کرے، اس کے شوہر کو مدافعی کا موقع دے اور پھر فیصلہ دے گی ہو جائے گی۔ ان کا قسم ہو جائے گا۔ طلع میں میرا نہیں کی جاتی۔ شوہر اگر خواہی مرنے سے طلاق دے تو اسے میرا ذکر ملازم ہے اگر پہلے طلاق نہ کیا ہو۔

**سوال:** کیا چیزیں گروہی رکھنا جائز ہے؟

**جواب:** جی ہاں بالکل جائز ہے۔ سورہ بقرہ کے خرمیں اس کا ذکر ہے جہاں اوصار لیں وہین نے قواعد بتائے تھے ہیں کہ اس اوصار کو لکھ لینا چاہیے اور اگر حالتِ سفر میں اس معاملے کی کوئی دستاویز نہ لکھی جائے تو کوئی چیز دین رکھ لی جائے۔ دِلَانِ لَنْ تَكُوْنُ عَلٰی سَقَرٍ وَ لَنْ تَكُوْنُ عَلٰی سَقَرٍ (اس کے لیے قرار دیا)

طے کر لی جاتی ہیں۔ البتہ شے مریض سے کسی قسم کا تعلق یعنی فائدہ نہیں لینا چاہیے کہ یہ مدت رہن بہن ایک امانت کی طرح ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی مریضی جانور رہن میں رکھا گیا جس کو زندہ رکھنے کے لیے مرہن یعنی جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے۔ اس جانور کو دانا پانی بھی دے گا۔ تو ایسی صورت میں اس مریضی کے دودھ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ورنہ دوسری طرح کی مرہومات سے کسی قسم کا کوئی تعلق جائز نہ ہوگا۔ عام چیزوں میں اس کی اجازت نہیں۔

**سوال:** ذاکر صاحب مسجد میں اکثر لوگ ایسے ہیں جن کے سروں پر ٹوپی نہیں۔ ننگے سر نماز پڑھنا کر اتنی یا صحابہ کرام سے ثابت ہے جبکہ حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ اگر نماز کی حالت میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا کر سر پر رکھ لیں؟ تو پھر یہ لوگ کدھر سے دلیل لاتے ہیں؟

**جواب:** ننگے سر نماز پڑھنے کا کوئی ثبوت مجھے تو نہیں ملا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب سر ہاٹ کر نماز پڑھتے تھے۔ ان کے سر صرف حالتِ احرام میں ننگے رہتے تھے جب سر کھلا رکھا جاتا ہے۔ احرام کی حالت میں سر بند نہیں کیا جاسکتا۔ یہی اس کی دلیل ہے۔ باقی اللہ کے نبی ﷺ کی جتنی حدیثیں آتی ہیں ان میں سر کے اوپر یا تو علمات کا ذکر آتا ہے یا کسی پٹی کا ذکر ملتا ہے یا پھر قتادہؓ، یعنی نبی ٹوپی کا۔ بخاری نے باب باندھا ہے کہ ٹوپی کو اتنی حرکت دی جاسکتی ہے کہ اوپر پیچ کر سکتے ہیں یعنی حالتِ نماز میں ٹوپی درست کی جاسکتی ہے۔ مگر بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کی تو ایک روایت بھی نہیں ملتی۔ جس روایت سے یہ لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں کا جواز نکالتے ہیں وہ جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جو بخاری و مسلم لائے ہیں۔ جابر بن عبد اللہ بن حرام بن ملحان رضی اللہ عنہما آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینے میں وفات پائی اور مدینے میں ہی دفن کیے گئے۔ اور آج یہ قبروں میں سب کچھ ہونے کا عقیدہ رکھنے والے یہ بھولی بات مشہور کرتے ہیں کہ ان کی قبر اور ایک دوسرے صحابی عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قبر عراق میں بغداد کے قریب موجود ہیں۔ ان کی قبروں میں پانی دیا کرنا اور آگیا اور انہوں نے عراق کے بادشاہ فیصل کو جسے اس کے جنرل قاسم نے بعد میں قتل کر کے وہاں سے بادشاہیت کا خاتمہ بھی کر دیا، اس نے ۱۹۵۷ء - ۱۹۵۸ء میں یہ مشہور کر دیا کہ ان صحابہ نے اس کے خواب میں ذکر قبروں میں پانی آنے کی اطلاع دی اور دوسروں کچھ دفن کیے جانے کی درخواست کی۔ یہ سب فریب ہے۔ میں نے کتنے ہی دہائیوں میں اس کو پڑھا ہے۔ ان صحابہ نے مدینے میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ انکی جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیان کرتے ہیں



کہ ایک مرتبہ چارہ بچھانے ایک ہی کپڑے یعنی ایک ہی چادر میں نماز پڑھائی  
 جبکہ دوسری چادر آپ کے سامنے ہی لٹکی ہوئی تھی۔ بعد میں ان سے اس فعل کے  
 متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تم جیسا کوئی  
 بیوقوف پوچھتے تو بتاؤں کہ ہم میں سے نبی ﷺ کے زمانے میں کس کے پاس وہ  
 کپڑے ہوتے تھے۔ اس زمانے میں ایک چادر چھپے توبند کے طور پر باندھنے اور  
 ایک اوپر ڈالنے کا رواج تھا؛ مگر کے اوپر چادر نہیں ڈالتے تھے بلکہ تمام باندھتے  
 تھے یا قلندہ، ٹوپی پہنتے تھے، نبی ﷺ کبھی کبھی کالی پٹی بھی باندھ لیا کرتے تھے۔  
 چادر بچھانے سے ان میں نے تہجد کے سامنے اس لیے کر کے دکھایا ہے کہ میں  
 نے نبی ﷺ کو خود ایسا کرتے دیکھا ہے یعنی یہ بھی جائز ہے کہ اگر صرف ایک ہی  
 کپڑا ہو تو اسی میں صلوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔ اس کو نیچے پوچھتے کہ اس کی گروہ گردن  
 کے نیچے باندھ لی جائے گی۔

بخاری نے یہ روایت لکھ کر ثابت کیا ہے کہ یہ صرف چادر کا معاملہ تھا، ٹوپی یا  
 لباس کی کوئی بات نہیں تھی۔ مگر یہ لوگ اسی کو دلیل بنا کر ننگے سر نماز پڑھتے ہیں جو  
 کہ بالکل خلاف سنت ہے۔ صرف بہت سے لوگوں سے اس بارے میں ثابت  
 ہوئی۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ تم ٹوپی پھینک دیتے ہو اور ننگے سر کھڑے ہو جاتے  
 ہو۔ اس کی کوئی ایک دلیل تو آج تک کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکا  
 ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسے  
 سامنے تو لا کر پاؤں سے کب دینا تو بہت آسان ہے۔ سوائے احرام کی حالت کے  
 نبی ﷺ سے ننگے سر نماز پڑھنا کسی ایک حدیث میں تو ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ  
 حُلَّ ذَاوَدَ بْنَ كَثْرَةَ عَنْ كَثْرَةَ بْنِ مَسْعُودٍ (۱۰۰۰) جب اللہ کے سامنے جھکتے ہو تو اپنی  
 زینت کو اختیار کرو۔ یہ تمامہ ٹوپی مسلمان کی زینت ہوتی ہے۔ یہ کہتے ہیں ہماری  
 زینت نہیں۔ میں کہتا ہوں تم نے اگر اسے بدل دیا تو یہ تہجد اچھا فعل ہے ورنہ  
 اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے ہم ملو سے تمام باندھنا ثابت ہے یا قلندہ  
 پہنتے یا کبھی کبھی کالی پٹی باندھنا۔ جس چیز کا موقع رواج تھا، وہ عام تھا، ٹوپی اس  
 کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔ بہر حال ٹوپی بھی نبی ﷺ نے استعمال کی ہے۔ پھر سے  
 خیال میں آج تک کوئی بھی اس کو ثابت نہ کر سکا کہ مسجد میں اگر ننگے سر نماز  
 پڑھیں۔ ہاں اگر ٹوپی نہ ہو تو بھر مجبوری ہے۔ اس کے لیے یہ کیا جاتا ہے کہ  
 مسجدوں میں ٹوپیاں رکھ دی جاتی ہیں، ایسی ٹوپیاں جن کو بچیں کر آتی کہیں جانا  
 پسند نہ کرے انہائی کی ٹوپیاں جن کو بچیں کر لوئی باہر اٹھتے سے بھی شرمائے، جنہیں  
 ہرگز ایک مسلمان کی زینت نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر ٹوپیاں ہی رکھنی ہیں تو کم از کم  
 ایسی ڈرکھو جو زینت بن سکتی ہوں۔ کوئی ایسی چیز لایے جو بہر حال زینت کے معنی  
 میں آجائے جس کو اختیار کرنے کا اللہ نے منہم کیا ہے۔

## تحریکی ساتھی توجہ فرمائیں

تنظیم کے ساتھیوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کے سامنے  
 کوئی دینی مسئلہ ہو یا کوئی وضاحت مطلوب ہو یا تنظیم کے  
 لیے تجاویز ہوں تو درج ذیل پتے پر رابطہ کریں :-

محمد حنیف

18-E رفاہ عام سوسائٹی، ملیر ہالٹ، کراچی



# بلا تبصرہ

روزنامہ "جنگ" بدھ ۱۳ نومبر ۲۰۰۶ء

## بھارت: پر سود مہاجن کی صحت یابی کیلئے بی جے پی کے ہیڈ کوارٹر میں قرآن خوانی

نئی دہلی (بی بی سی) بھارت میں بی جے پی کے ڈپٹی رہنما اور سابق وزیر پر سود مہاجن کی صحت یابی کیلئے 300 مولویوں نے قرآن خوانی کی۔ انھیں تکہ ہونے والی تلاوت کا نام پاک کے بعد ان کی صحت یابی کیلئے، ماک کی اعلیٰ سطح پر بی جے پی کے ہیڈ کوارٹر میں قرآن خوانی کے اس موقع پر علماء کی قیادت میں بی جے پی کی اعلیٰ سطح کے صدر راجو پر سید جیوانی کر رہے تھے۔ اس موقع پر شریک ہونے والے دیگر اہم مذہبی رہنماؤں میں دوگڑا حضرت نظام الدین کے سید علی موہانی لکھنوی اور بی جے پی کے مولانا گلشنی رضا نے بھی شرکت کی، پارٹی نے اس سے قبل اپنے ہیڈ کوارٹر میں مرقی انبیاء اور کثرتی مسٹر کا ہجوم بھی کیا تھا۔ پارٹی کے قریب مانا لے گیا کہ اس سے قبل قرآن پاک کی تلاوت کھنوں میں پارٹی کے قیام کے موقع پر کی گئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد یہاں قسم کی دوسری تقریب تھی۔

## جنس رانا بھگوان داس کی والدہ کی آخری رسومات ادا کر دی

گجس۔ رابطہ کمیٹی کا اظہار افسوس  
اتوار ۱۹ فروری ۲۰۰۶ء

کراچی (اسلام رپورٹر) سپریم کورٹ آف پاکستان کے قائم مقام چیف جسٹس مسٹر جسٹس رانا بھگوان داس کی والدہ جن کا انتقال جمعہ کے روز ہو گیا تھا، ان کی آخری رسومات ہفتے کے روز ادا کی گئیں۔ آخری رسومات میں چیف انکسٹریکشنر عبدالمجید اور سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر الدین احمد، ہائیکورٹ کے جج جیوانی، سپریم کورٹ کے سرائی چیف جسٹس اور جج صاحبان اور اعلیٰ قضیات کے علاوہ سپریم ہائی کورٹ کے افسران اور وکلاء نے شرکت کی۔ متحدہ قومی سودھت کی رابطہ کمیٹی نے جسٹس رانا بھگوان داس کی والدہ کے انتقال پر کلمہ کا اظہار کیا۔ ایک توحیدی بیان میں رابطہ کمیٹی نے مرحومہ کے قیام کو گوارا بخشے۔ دینی توحید اور اللہ کی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مہر کی تحن کی۔ رابطہ کمیٹی نے مرحومہ کی شہرت اور بلند درجات کیلئے دعا کی۔

## نئی دہلی: سونیا گاندھی نے اسلامک کلچرل سینٹر کا افتتاح کیا تقریب میں ممتاز مسلم رہنماؤں کی شرکت

کراچی (رپورٹ۔) نئی دہلی کی سونیا گاندھی نے گورنر دہلی کے معروف علاقے نظام الدین لوہی روڈ پر قائم اسلامک کلچرل سینٹر کا افتتاح کیا، بتایا گیا ہے کہ یہ سینٹر مسلم کمیونٹی نے اپنی مدد آپ کے تحت 30 کروڑ روپیہ کی لاگت سے تیار کیا ہے اور حیدر آباد کن کے ایک مسلمان اور بھارت کی بھرہ مسلم کمیونٹی نے کلچرل سینٹر کے بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے سینٹر کی افتتاحی تقریب میں بھرہ کمیونٹی کے روحانی پیشوا سید ابوبکر الدین کے قیام سے نے خصوصی شرکت کی، جمعیت علماء دیوبند کے جنرل سیکرٹری ڈیپارٹمنٹ سونیا گاندھی نے کلچرل سینٹر کے قیام سے بھرہ میں سراج الدین وکس جیوانی مندر میں کے علاوہ ممتاز مسلم رہنماؤں نے تقریب میں شرکت کی۔ (روزنامہ "جنگ" کراچی، بدھ ۱۳ جون ۲۰۰۶ء)

## دہلی: مولانا فضل الرحمن کی مزاروں پر حاضری

کراچی متحدہ مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری مولانا فضل الرحمن نے اپنے دورہ بھارت کے آخری حصے میں مشکل کے روز دہلی کے مزارات پر حاضری دی۔ وہ اپنے وفد کے ہمراہ حضرت غوث نظام الدین اویلیا کے مزار پر گئے جہاں انہوں نے ارگاہ کے چاروں طرف سے خصوصی ملاقات کی اور فاتحہ پڑھی۔ علاوہ انہیں حضرت شیخ سعادت دہلوی کے مزار پر بھی گئے مولانا نے اپنے وفد کے ہمراہ فاتحہ پڑھی اور نماز ادا کی۔ (روزنامہ "جنگ" کراچی، بدھ ۱۳ جون ۲۰۰۶ء)

## پیسے لے کر تلوے دیے پر دیوبند کے کئی مفتی معطل، رقم کے عوض من چاہے توے جاری کیے جاتے تھے، نئی دہلی کے آپریشن میں انکشاف

دہلی: نئی دہلی کے ایک اہم ادارہ دارالعلوم دیوبند نے دیوبند کے کئی مفتیوں کو معطل کر دیا، ایک نئی ٹی وی چینل نے ایک شب آپریشن کی دوسرے نکالیا کہ مفتی کسی طرح تلوے کی تھارت کرتے ہیں اور پیسے لے کر کسی بھی طرح من چاہے توے جاری کرتے ہیں۔ ایف بی آئی نے دیوبند کو جب چھ چلا کر توے بھی جیتے ہیں تو اس کا پابندی کر کے کا خیال تیار اہم عہدوں پر تلوے کی تلوے کی تلوے کے دیوبند کے جاری کیے ہیں ان کے مطابق میاں بی بی کاؤنٹریلر بر سوانہ ٹی وی پر قائم ہے۔ دیوبند کے دارالافتح کے صدر قادیان کا کوہ ہے کہ پورے علاقے کے کئی مفتیوں کو معطل کر دیا گیا ہے۔ (روزنامہ "جنگ" کراچی، بدھ ۱۳ جون ۲۰۰۶ء)

## یہودی استانی کی شرزہ سرائی

اسرائیلی اسکول کولہ دائرہ ہائی اسکول کی ایک استاد نے گری 11 کے طالب علموں کو تورات کے ہی لے میں نظیر اسلام حضرت داؤد علیہ السلام اور حتی قوم کے ایک فرد (Uriah) کے لے سے بدلتی کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے (Uriah) کو بخش اس سب سے جنگ پر بھیج دیا تاکہ وہ وہاں جا کر ہلاک ہو جائے اور وہ اس کی بیوی سے شادی کر لیں۔ (روزنامہ "امت" کراچی، بدھ المبارک 15 ستمبر 2006ء)

## اسی سلسلے میں ملی جیویری مدنون لاہور کا انکشاف

جب بندہ اپنے آپ میں قائم ہوتا ہے تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے داؤد علیہ السلام کی نظر ایک جگہ پڑی کہ وہاں نہ پڑنی چاہئے یعنی وہ عورت دیا بھی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے دیکھا جو کچھ دیکھا اور جب بندہ خدا کے ساتھ قائم ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی ایک نظر اسی جنس کی زینہ کی عورت پر نظر پڑی تو وہ زینہ پر حرام ہوئی اس لئے کہ وہ صو کے گل میں تھا اور یہ سکر کے گل میں تھے۔ جو کشف الکجب اردو، مطبوعہ قرآن محل کراچی۔ سکر (بے ہوشی) اور صو (ہوش و حواس) کا بیان صفحہ نمبر 263

## فنکاروں نے عاشورہ محرم عقیدت و احترام سے منایا

لاہور: شمس کے گھر پر تقسیم کی گئی جس میں انان اللہ مستان علی رضا جانی اقبال بیگ اور ملک طارق نے شرکت کی۔ اس موقع پر معروف عالم دین مولانا طارق جمیل نے دعا کرتے ہوئے اس موقع پر شمس نے کہا کہ مجھے ج کی سعادت نصیب ہوئی ہے یہ میری خوش قسمتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اب نہیں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ صاف شرم کا کام کر رہی۔ (روزنامہ "نوائے وقت" ۱۳ فروری ۲۰۰۶ء بروز منگل)



صفات مومنین

## قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارٍ يُؤُونَ وَ  
أَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتُلُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ أَتَاهَا تَخَلُّفٌ مِنْ بَعْدِهِمْ  
تَخَلُّفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمِنْ  
جَاهِلِهِمْ يَهْدِيهِمْ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمِنْ جَاهِلِهِمْ يَلْسَنُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمِنْ  
جَاهِلِهِمْ يَقْلِبُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبْثٌ خَيْرٌ ذَلِكَ  
(مسلم: كتاب الإيمان، باب كون النبی... وبقصص)

”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں فرمایا کہ جس کی امت میں  
اس کے حواری اور اصحاب نہ ہوں، جو اس کی سنت پر چلتے اور اس کے حکم کی پیروی  
کرتے ہوں۔ پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین پیدا ہوتے ہیں جو الٹکی باتیں  
کہتے ہیں جو کرتے نہیں، اور وہ کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا۔ پھر  
جو کوئی ان سے اپنے ہاتھوں سے لڑے تو وہ مومن ہے، اور جو کوئی اپنی زبان سے  
ان سے لڑے تو وہ بھی مومن ہے، اور جو لڑے ان سے اپنے دل سے (یعنی دل  
میں برا جانے) تو وہ بھی مومن ہے، اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی  
ایمان نہیں۔“